الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

اکمل التاریخ

۱۳۳۴ھ

حصۂ دوم

یعنی

سوانح فضل رسول

۱۳۳۱ھ

خدا والوں کی پاک زندگی کا روشن مرقع۔ مدینۃ الاولیا بدایوں شریف کے اکابر کے حالات کا نورانی آئینہ حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی اولاد و اعقاب کا مطلع گہوارہ حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ معین الحق فضل رسول قادری قرشی عثمانی بدایونی قدس سرہ کی مبارک زندگی کا خلاصہ

مرتبہ

مولوی محمد یعقوب صاحب ضیا قادری بدایونی

حسب فرمایش عالیجناب معلی القاب نواب خواجہ سید غلام محمد حفیظ اللہ خان صاحب بہادر قادری معینی حیدرآبادی مدظلہ

باجازت حضرت مولانا حکیم محمد عبد الماجد صاحب قادری

باہتمام مولوی عبد الصمد صاحب سرور

قادری بدایونی

خوشنویس و نقاش عفت علیخان بدایونی

امیر احمد پریس میں بدایونی

فہرست مضامین

ولادت اور تعلیم

صفر کا مبارک مہینہ جو دراصل ربیع الاوّل شریف کا نوید رساں اور حضور رحمت عالم کے ولادت باسعادت کے پاک مہینہ کا مقدمۃ الجیش اور خوشخبری کا پہونچانے والا ہے۔ سن ہجری کی بارہ صدیاں گزار کر تیرہویں برس مدینہ کے سدا بہار وادیوں سے گزر کر نخلستان مدینہ کی سرد سرد ہواؤں کے آغوش میں راحت گزیں ہو کر اس دھوم دھام اور تزک و احتشام سے دیار ہند میں جلوہ افروز ہوا کہ مدنی چاند کی تجلیاں مدینۃ الاولیا بدایوں شریف کی گلیوں میں بے حجاب نظر آنے لگیں انوار رسالت اور برکات نبوت نے حرم سرائے عین حق کو اپنے سایہ میں لیا۔ بغداد کی سنہری بدلیاں کاشانہ قادری پر لہرانے لگیں۔ نیک ساعت۔ مبارک گھڑی قریب آئی۔ محل قدس منزل سے مژدہ رساں خوشخبریاں لائے کہ آج حضور اچھے صاحب کی بشارت سرکار قادریت کی نوید پوری ہوئی۔ یعنی عین عرفان الٰہی حضرت عین حق کے قرۃ العین وجود میں تشریف لائے۔ مولانا عبد الحمید قدس سرہٗ ابو حید نے پوتے کی ولادت کی مسرت افزا خبر سن کر سجدہ شکر ادا فرمایا ملہم غیب نے مبارک باد دی کہ ظہور محمدی ہوا۔ آئینہ جمال محمدی بے نقاب ہو کر اپنے محبوب کے وجود سراپا جود کے فروغ کا باعث ٹھہرا۔ ماں کی مرادیں بر آئیں مدت سے فرزند دلبند کو گودیوں میں کھلانے کی آرزو تھی۔ سعادت مند بیٹیاں اگرچہ دل کی ڈھارس کا ساز و سامان پیشتر سے موجود تھیں لیکن تمنائیں ہمیشہ اس پر مچل مچل کر رہتی تھیں کہ کاش کوئی بیٹا چراغ کاشانہ دولت ہو۔ اور آغوش مادر کی زیب و زینت کا سبب ٹھہرے۔ اس ارمان کا احساس حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہٗ المجید کو بخوبی تھا۔ اہلیہ محترمہ کی اس پاک آرزو کو حضور اچھے میاں کی بارگاہ قدس منزل میں پہونچانے کا تقاضا بھی بکمال اصرار ہو چکا تھا۔ لیکن جوش ادب مہر خاموشی

بنا ہوا تھا۔ یہ تقاضائے ادب اوس سرکار کے روشن قلب میں پہلے ہی عکس افگن ہوچکا تھا۔ اور فرزند نرینہ کی بشارت سمع اقدس تک پہونچ چکی تھی۔ چنانچہ قبل اس کے کہ مکان سے اس مولود مسعود کی خبر مارہرہ مطہرہ میں پہونچے حضرت سید الاولیا حضور اچھے صاحب نے مبارکباد کے طور پر خوشخبری ولادت حضرت مولانا شاہ عبدالمجید صاحب کے گوش گذار کردی تھی۔ نہ صرف خوشخبری بلکہ آیندہ اس نونہال کے فضل وکمال اور حسن مآل کی بشارت بھی دیدی تھی چنانچہ بعد ولادت خود حضور پر نور نے اس تصویر فضل وکمال کا نام فضل رسول رکھا۔ اور معنوی طور پر اپنا فرزند قرار دیا۔ جس بچہ پر حضور اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ جیسے قطب وقت اور غوث زماں کی نظر شفقت ہو حضرت مولانا شاہ عین الحق قدس سرہ جیسے ولی الاولیا باپ کی محبت آمیز نگاہیں پڑتی ہوں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالحمید قدس سرہ الوحید جیسے مقدس خدا رسیدہ دادا نے تربیت کی ہو۔ جس کی ماں خود رابعہ عصر ولیہ روزگار ہو۔ اوس کی آیندہ ترقی مدارج خود بخود آئینہ ہوئی جاتی ہے۔ ایام رضاعت بزرگ ماں کی گود میں بسر ہوئے۔ دادا نانا کے پاک وجود موجود تھے۔ بزرگ گھرانوں میں جیسی کامل اور پاک تربیت ہوتی ہے وہ ہوئی۔ بزرگی کے آثار بچپن ہی میں غازہ رخسار بنے ہوئے تھے۔ چار برس کی عمر ہوتے ہی مکتب کی رسم ادا ہوئی۔ مقدس دادا نے بسم اللہ کیا شروع کرائی کہ پوتے کی زبان کو خزائن علوم کی کلید بنادیا۔ تاجدار مارہرہ کی باطنی توجہ اور بزرگ دادا کی ظاہری تربیت سونے پر سہاگے کا کام کرگئی۔ بزرگ باپ کو اول تو حضوری شیخ کی لذت نے دنیا ومافیہا سے بے تعلق کردیا تھا۔ اچھے صاحب کی اچھی صورت تھی اور اوس پاک وجود کا شوق دیدار دوسرے مقدس دادا کی موجودگی میں باپ کی توجہ خاص بھی ضروری نہیں۔ اسی سبب سے ابتدائی تعلیم وتربیت حضرت مولانا کی قبلہ ارباب حقیقت واقف اسرار توحید حضرت مولانا شاہ عبدالحمید قدس سرہ الوحید نے فرمائی۔

آپ کا فیض تعلیم خداداد برکتوں کا سرچشمہ تھا جو اس بحر کرم کا موج آشنا ہوا اور مالامال ہوگیا۔ جس نے شرف تلمذ حاصل کیا دولت علم سے دامن بھر لیے۔ حضرت اقدس خود فرماتے ہیں کہ

"خاکسار را اکثرے از کتب صرف و نحو بہ آں حضرت خوانده است عجیب برکتے و حسن تربیتے بود کہ من بعد مشاہدہ نگردید انچہ بہ ہیچمداں مرحمت فرموده اند ہمہ اثر آں برکت و تربیت آں حضرت است"

گیارہ برس تک دادا کا آغوش محبت دامن گیر رہا۔ شفقت و پیار نے نگاہوں سے اوجھل نہونے دیا۔ بارہویں سال گرہ ہوتے ہی تحصیل علم کے ولولے اُمنگیں، لینے لگے۔ جذبات نے ابھرنا شروع کیا۔ شوق تعلیم نے طلب العلم فریضۃٌ کا نورانی صحیفہ پیش نظر کیا۔ حضرت علم کے حسن شباب نے قیامت کی ادائیں غضب کے انداز دکھائے کہ ایک دوازدہ سالہ بندہ عشق کو خود رفتہ و بیخود بنا کر چھوڑا۔ جوش اضطراب و شوق حصول علم نے اجازت کی بھی مہلت نہ دی۔ بیتابانہ پیادہ پا قصد سفر فرمادیا۔ اس پر طرہ یہ کہ محض توکل پر بے سروسامانی کے ساتھ گھر سے چلدیئے اُس زمانہ کا سفر کوئی معمولی سفر نہ تھا بدایوں سے براہ داتاگنج شاہجہانپور ہوکر لکھنو کو لوگ جایا کرتے تھے۔ آپ بھی اسی راستہ پر ہولیئے۔ محلہ شہباز پور میں جس وقت آپ پہونچے اتفاق سے شیخ نظام الدین عرف شیخ چھدو صاحب فاروقی فریدی رئیس محلہ کی نظر آپ پر جا پڑی خلاف عادت تنہا دیکھ کر دوڑے ہوئے آئے۔ دریافت کیا صاحبزادہ صاحب کہاں کا قصد ہے۔ فرمایا لکھنو تحصیل علم کا شوق لئے جا رہا ہے۔ شیخ صاحب نے متعجب ہوکر پوچھا کہ نہ آپ کے ہمراہ کوئی شخص ہے۔ نہ کچھ ساز و سامان ہے۔ اتنا طویل سفر پیدل کیونکر طے ہوگا۔ فرمایا ع

خدا خود میر سامانست ارباب توکل را

شیخ صاحب نے قرینہ سے معلوم کرلیا کہ آپ کے پاس زاد راہ کچھ نہیں ہے۔ فرط عقیدت سے دو روپیہ نذر پیش کی اور عرض کیا کہ حضور کے والد ماجد کا کفش بردار

ہوں اس حقیر نذر کو رد نہ فرمایا جائے۔ آپ نے ہر چند منع فرمایا لیکن ارادتمندانہ اصرار نے مجبور کر دیا۔ نذر قبول فرمائی اور تعجیل کے ساتھ آگے کو قدم بڑھایا۔ شاہ راہ پر شاہ عبد الحق صاحب سے جو حضرت آقائے نعمت اچھے صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے اور مارہرہ مطہرہ میں آپ کے والد ماجد کے فیض صحبت سے شرف یاب رہا کرتے تھے۔ ملاقات ہوئی وہ بھی یکہ و تنہا ساتھ ہوئے۔ حضور نے جس شان اور توکل کے ساتھ ذات الہی پر تکیہ کیا۔ ویسے ہی شان عطا کا ادھر سے ظہور ہوا۔ پہلے دن شام کے وقت جب آفتاب غروب ہو گیا اور منزل پوری ہوئی صحرا میں دور تک آبادی کا نشان نظر نہ آیا۔ مجبوراً لب راہ ایک مقبرہ میں قصد قیام فرمایا شاہ صاحب بار بار دل ہی دل میں آپ کی اس کم عمری پر خیال کرتے اور مصائب سفر پر غور فرماتے کبھی منزل اول میں بے آب و طعام رہنے سے غمگین و ملول ہوتے۔ چہرہ تفکرات کے ہجوم سے متغیر ہو جاتا۔ او واسی و پریشانی میں مبتلا تھے۔ یہاں تک وقت نماز عشاء قریب آگیا۔ شاہ صاحب کو اس ورجہ متردد و ملول پا کر آپ نے سبب دریافت کیا پھر خود ہی فرمایا کہ شاہ صاحب خداوند عالم مسبب الاسباب اور رزاق مطلق ہے۔ سفر میں اکثر ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں زیادہ فکر و ہراس خدا کی رحمتوں سے ناامیدی کا سبب نہ ہو جائے۔ دیکھئے پردۂ غیب سے کوئی سامان ہو جائے گا۔

باہم یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک جانب سے کسی سواری کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی شاہ صاحب نے مقبرہ سے باہر نکل کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سامنے سے ایک رتھ تیزی کے ساتھ آ رہا ہے۔ مقبرہ کے قریب آ کر رتھ رک گیا۔ ایک شخص اندر رونق افروز تھے اور گاڑیبان سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اندر جو بزرگ بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے باآواز بلند خادم یعنی گاڑی بان کو حکم دیا کہ یہ خوان اس روضہ کے اندر پہونچا دے۔ تاکہ مہمان نو وارد اس کو تناول فرمالیں۔ خادم خوان سر پر رکھ کر مقبرہ کے اندر گیا اور جہاں یہ دونوں بزرگوار تشریف رکھتے تھے خوان رکھ کر واپس ہو گیا

سواری بعجلت تمام جدھر سے آئی تھی اسی طرف کو روانہ ہو گئی۔ شاہ صاحب نے یہ ماجرا دیکھ کر اور سواری نشین بزرگ کی گفتگو سن کر شکریہ حق سبحانہ تعالےٰ ادا کیا۔ جس وقت خوان پوش اوٹھایا دیکھا کہ ایک قاب میں نہایت لطیف اور گرم حلوا موجود ہے۔ دوسری طرف ایک صراحی آب سرد سے لبریز رکھی ہوئی ہے۔ یہ عطیہ الٰہی آب و حلوا من و سلویٰ سمجھ کر دونوں حضرات نے خوب آسودہ ہو کر کھایا۔ طبیعت میں تازگی آئی خوب تکان دور ہوئی۔ فریضہ الٰہی ادا کیا رات وہیں گذاری صبح کو وہاں سے آگے کو روانہ ہوئے جب تک کسیقدر ٹھنڈک رہی اطمینان سے سفر طے کیا۔ دوپہر کو جب تمازت آفتاب نے پوری ترقی کی زمین بھی تپنے لگی گرمی کی شدت سے سفر کی حرارت اوس پر بھوک پیاس کا غلبہ۔ دو قدم چلنے کی طاقت باقی نہ رہی۔ ان مصائب و نوائب نے قریب ہلاکت پہونچایا۔ شاہ صاحب اگرچہ سن رسیدہ مستقل مزاج بزرگ تھے۔ لیکن حضرت مولانا کی یہ حالت دیکھ کر بے انتہا پریشان ہوئے۔ اکثر اس راہ سے آمد و رفت کا اتفاق ہو چکا تھا۔ کوئی جائے امن راستہ میں کبھی پہلے نہ دیکھی تھی اس وجہ سے اور بھی سخت مایوس تھے کہ کیا کیا جائے مگر خدائے قدوس کی قدرت کے قربان جائے کہ تھوڑی دیر کے بعد ہی سر راہ ایک باغ پر تکلف نظر آیا شاہ صاحب اول تو یہ سمجھے کہ شاید راستہ بھاگ گئے دوسرے راستہ پر آگئے پیشتر کبھی اس راہ میں باغ کا نشان نہ دیکھا تھا۔ مگر فوراً ہی خیال آیا کہ یہ نعمت بھی نعمہائے الٰہیہ میں سے حضرت مولانا کی برکت سے رونما ہوئی ہے۔ دونوں صاحب باغ کے اندر پہونچے۔ حوض پر جا کر ہاتھ منھ دھویا وضو کیا باغ کے فرحت افزا منظر سے غنچہ خاطر شگفتہ ہوا۔ درختوں کی سرسبزی و شادابی طائر خیال کو مدینے کے سبز گنبد تک پہونچانے کے لئے خضر راہ بنی لب حوض گنجان درختوں کے سایہ میں ہوائے سرد کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکوں نے استراحت کرنے پر مجبور کیا۔ سبزہ خوابیدہ کی قسمت جاگی دونوں

بزرگوں نے آرام فرمایا۔ زوال کا وقت گذر گیا۔ مگر کوئی باغبان یا محافظ نظر نہ آیا۔ تمام درخت پرانہ برگ و بار تمام اشجار میوہ دار مگر نہ کوئی محافظ نہ چوکیدار جو اجازت دے۔ شاہ صاحب نے روشوں پر نظر دوڑانا شروع کی دور دور تک جاکر دیکھا جب کوئی معلوم نہ ہوا تو مجبور ہوکر قیمت سے زیادہ دام ایک چارپائی پر جو وسط باغ میں بچھی ہوئی تھی رکھکر افتادہ پھل اوٹھائے اور مولانا کی خدمت میں پیش کئے۔ لیکن حقیقت واقعہ اور اس باغ کی اصل کیفیت اس وقت ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھی۔ اثمار لذیذ نے کچھ عجیب حلاوت بخشی کہ دنیا کے سارے میوے ذائقہ کے اعتبار سے نظروں سے گر گئے۔ دراصل یہ باغ باغبان ازل کی رحمت خاص سے اپنے خاص متوکل بندے کی خاطر صورت آشکار ہوا تھا۔ یہاں سے پھر کوچ کیا راستہ میں جہاں کوئی ایسی ہی منزل پیش آئی کوئی نہ کوئی سامان پردہ غیب سے ظہور پذیر ہوگیا اور روپیہ جو نذر میں ملے تھے راستہ بھر فقرا اور مساکین کو تقسیم ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ چوتھے دن حوالی لکھنؤ میں پہونچے۔ شب گذاری کے بعد صبح کو سلطان العلماء

حضرت مولانا نور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہ میں حاضر ہوئے دیکھا کہ مولانا خود چشم براہ کسی کی آمد کے منتظر ہیں جس وقت آپ پر نظر پڑی بکمال تکریم و محبت بڑھکر سینہ سے لگایا پیشانی کو بوسہ دیا اور نہایت فخر و مباہات کے ساتھ اظہار مسرت فرمایا۔ اکابر علمائے فرنگی محل نے یہ سنکر کہ حضرت مولانا

شاہ عین الحق عبد المجید صاحب بدایونی کے صاحبزادہ بارہ برس کی عمر میں اس سج دھج سے تحصیل علوم کے لیے تشریف لائے ہیں جوق جوق آنا شروع کیا۔ اور ہر طرف سے شفقت و پیار کی نظریں آپ پر پڑنا شروع ہوگئیں۔ ہر بزرگ آپکی جبین روشن کو دیکھتا اور فرماتا کہ یہ بچہ خدا جانے آیندہ کس مرتبہ فضل وکمال کو پہونچیگا۔ یہی ہوا کہ آپ نے تین برس فرنگی محل میں رہکر شفیق اوستاد کی مخصوص عنایت کے باعث جملہ علوم معقول و منقول سے فراغ تام حاصل کیا۔ بزرگ اوستاد کو اپنے گرامی قدر شاگرد سے کمال درجہ اُنس تھا اور ہمیشہ نہایت فخر

کے ساتھ آپ کے ملکۂ قدسیہ کا تذکرہ فرماتے اور خوش ہوتے۔ خداداد ذہانت کی تعریف فرماتے۔ اور جدید طلبہ جو حلقۂ درس میں آکر شریک ہوتے وہ مولانا کے سپرد کیے جاتے۔ جماعت سے جداگانہ مخصوص اوقات میں بکہ تنہا آپکو سبق پڑھاتے اور اپنے سامنے تکرار کراتے۔ جیّد طلبہ سے کسی خاص مسئلہ میں تقریری مناظرہ کراتے اور مولانا کے زورِ تقریر اور قوت استدلال سے بے انتہا مسرور ہوتے۔ آپ کی قوت حافظہ اتنی زبردست تھی کہ ایک مرتبہ جو مطالب اوستاد کی زبان سے سُن لیتے کبھی فراموش نہوتے۔ جس فن کی کتاب شروع کرتے بہت قلیل عرصہ میں اوس کے دقائق وغوامض پر عبور ہو جاتا۔ پندرہ برس کی عمر میں اگر ایک جانب معقول کے معراج کمال پر آپ کا قدم تھا تو دوسرے طرف دینیات کی انتہائی منزل میں آپ کی رسائی ہو چکی تھی اوستاد کی ولی مسرتوں کی کوئی انتہا نہ تھی شاگرد کی قابلیت کے سکّے بیٹھے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے فلسفی و معقولی نگاہیں بچا کر چلتے تھے۔ یہاں تک کہ جمادی الثانی ۱۳۲۸ھ کا مہینہ آیا یہ وہ مہینہ ہے کہ حضرت قطب الآفاق مخدوم شاہ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک پندرہ سے ستر ہویں تاریخ تک ردولی شریف میں ہوتا ہے۔ اُس زمانہ میں خدا والوں کے غول علمار کرام کے مجمع اعراس کی زیب و زینت کا سبب ہوتے تھے۔ اوستاد مطلق حضرت سلطان العلمار مولینا نور الحق رحمۃ اللہ نے اپنے پیارے شاگرد کو حکم دیا کہ ردولی شریف ہماری ہمرکابی میں چلنے کے لیے تیار ہو۔ خاندان کے معزز ارا کین خدام اور طلبہ کی جماعت بھی ہمراہ ہوئی۔ عرس شریف کی برکتوں سے یہ قافلہ مستفیض ہوا۔ سترھویں تاریخ جو خاص قل کی تاریخ تھی فرنگی محل کے اس نورانی وجود نے صبح کو مواجہہ مزار شریف میں ایک مجلس ترتیب دی تمام اکابر وقت اور علمار مشایخ عصر۔ حاضرین عرس خاص مجلس کی شرکت کے لیے تشریف لائے جب مجمع کافی ہو گیا اور مجلس حاضرین کی کثرت و ہجوم سے بخوبی پر گئی۔ حضرت

سلطان العلماء نے کھڑے ہو کر اوّل صاحب آستانہ سے استعانت فرمائی اور مولانا کو اپنے پیش نظر بلا کر کھڑا کیا اسکے بعد مولانا عبد الواسع صاحب[1] - مولانا عبد الواحد صاحب خیر آبادی[2] - مولانا ظہور اللہ صاحب فرنگی محلی[3] و دیگر اکابر موجودہ مجلس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج یہ مجلس صرف اس لئے منعقد کی گئی ہے کہ آپ حضرات کے سامنے ان صاحبزادہ کا امتحان ہو جائے۔ جملہ علوم و فنون میں جو بزرگ چاہیں بلا تکلف جانچ و پڑتال کر سکتے ہیں۔ اوس کے بعد علماء کرام سے اصرار فرمایا کہ آپ حضرات سوال کریں۔ بعض اصحاب نے اشارتاً۔ بعض نے امتحاناً۔ مسائل دقیقہ باتوں باتوں میں دریافت بھی کئے۔ اور جودت طبع کو نگاہوں میں جانچ لیا۔ بھری محفل میں احسنت و آفریں کے ساتھ آپ پر نگاہیں پڑنے لگیں ہر شخص کی زبان سے کلمات استعجاب جاری تھے۔ اس کے بعد حضرت مکرم سلطان العلماء نے آپ کی رسم دستار بندی ادا فرمائی۔ سند خاص میں اجازت درس جملہ علوم نقلیہ و عقلیہ کی تحریر فرمائی اور دست دعا بلند کئے صاحب مزار کا روحانی تصرف ان سراپا برکت دعاؤں کو باب اجابت تک لے اڑا۔ مشائخ

---

[1] مولانا عبد الواسع صاحب لکھنوی۔ آپ علوم عقلیہ کے جید فاضل اپنے زمانہ کے نامور اساتذہ میں شمار کئے جاتے تھے۔ در اصل سیدن پور کے رہنے والے تھے۔ لیکن لکھنؤ میں سلسلہ درس جاری کر رکھا تھا۔ مولانا بحر العلوم سے استفاضہ کر کے علوم ظاہری کے خزانہ میں سے مشاہیر علماء کو مالا مال کیا۔ سلسلہ خاندان برکاتیہ میں حضرت سیدی شاہ آل رسول صاحب قادری مارہروی علیہ الرحمہ نے بھی آپ سے استفاضہ علمیہ کیا ہے۔

[2] مولانا عبد الاحد صاحب خیر آبادی۔ آپ مولوی محمد اعلم فاروقی سندیلوی کے (جو ملا حمد اللہ سندیلوی سر دفتر علماء معقول کے ارشد تلامذہ میں ہیں) ہمشیرہ زادہ یعنی بھانجہ ہیں اور استاذ نام مولانا فضل امام خیر آبادی کے استاد ہیں یہ بھی اپنے زمانہ میں فرد یکتا تھے مولوی امام العالم خیر آبادی جنھوں نے قصیدہ بردہ شریف کی شرح لکھی ہے آپ اونھیں کی اولاد سے تھے۔

[3] مولانا ظہور اللہ صاحب لکھنوی۔ آپ مولوی محمد ولی ابن مفتی غلام مصطفےٰ کے فرزند اور ملا محمد حسن لکھنوی کے

وسجادہ نشینان محفل نے آمین کہی - اس شان کی دستار بندی بھی شاید کسی فرد کامل کی ہوئی ہو تو ہو ورنہ حقیقتاً یہ ادا بھی سب سے انوکھی اور جداگانہ تھی - عرس شریف کے اختتام کے بعد مجلس علم کا یہ سراپا نور قافلہ سالار معہ خدم وحشم اپنے جائے اقامت یعنی لکھنؤ تشریف فرما ہوا - وہاں اس نونہال چمن بغداد کو تجلیات قدس کی قدآدم شبیہ یعنی حضرت مولانا احمد انوار الحق رحمۃ اللہ علیہ کی رونمائی کے لیے پیش کیا نورنظر کی آبیاری فیض کا ثمرہ جس وقت قبلہ حاجات باپ کے سامنے آیا فرط مسرت سے چہرہ کا نورانی رنگ ارغوانی ہو گیا - مولانا کو قریب بلا کر خیر وبرکت کی دعائیں دیں - فرمایا صاحب زادہ ایک دن آنے والا ہے کہ حفاظت دین کا سہرا تمہارے سر پر سجایا جائے گا - مسند فقر وعرفاں کو تمہارے دم سے فروغ ہوگا - رحمت الٰہی کا دامن تمہارے سر پر ہوگا - فرزند ارجمند مولانا نور کا نور علم تمہارے جلوۂ فیض سے تجلی بخش عالم ہوگا - ان کلمات سراسر حسنات کو والد کی زبان سے سن کر مولینا نورالحق صاحب کے ہنستے ہوئے چہرہ پر تبسم کی لہر دوڑ گئی اور نہایت فرحت و انبساط کے ساتھ مولانا کو جانب وطن رخصت فرمایا - آپ شاداں وفرحاں - بدایوں تشریف لائے - جد امجد کی قدمبوسی حاصل کی - تین سال کی محنت کا نتیجہ یعنی سند تکمیل پیش کی - مربیانہ شفقت کے ساتھ کمال مسرت کا اظہار ہوا - لیکن جوش محبت کے ساتھ ہی فن طب کی تحصیل کا بھی سوال ہوا جس نے فوراً ہی خرمن دل پر برق شرربار کا کام کیا اور چندے قیام کے بعد تہیہ سفر کر دیا - اس مرتبہ وطول پور کی جانب عزم روانگی فرمایا - مکان آنے پر جب والد بزرگوار

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸

بھتیجہ ہیں ۱۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے والد بزرگوار اور عم ذی وقار سے اکتساب علوم کیا - نواب سعادت علی خاں والی لکھنؤ کے عہد میں عہدہ افتا پر فائز ہوئے لیکن بچند وجوہ کچھ دنوں کے لیے معزول کر دیے گئے - مگر پھر نواب غازی الدین حیدر کے عہد میں اسی عہدہ پر بحال کیے گئے اکثر کتب معقول پر حواشی

کی زیارت کے لیئے جب مارہرہ شریف حاضر ہوئے اور حضور اچھے میاں رحمۃ علیہ کی قدمبوسی اور حضوری نصیب ہوئی وہاں سے بھی تحصیل طب کا حکم ہوا۔
لکھنؤ کے طویل قیام میں مشاہیر اودھ کے حالات سے مولانا کو بخوبی واقفیت ہو گئی تھی۔ ہر فن کے صاحب کمال کا ذکر اہل کمال کی علمی مجلسوں میں ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ علاقہ اودھ میں اون ایام میں امام الاطبار حکیم سید ببر علی خاں موہانی کا آوازۂ کمال زبان زد خلائق تھا۔ حکیم صاحب کی اسی حقیقی شہرت نے اودھ سے آپ کو دھول پور کی ریاست میں پہنچایا اور قدردانی کے ہاتھوں آپ کی کماحقہ عزت افزائی کی گئی۔ حضرت مولانا کی ترنگ اشتیاق کب نچلی بیٹھنے والی تھی۔ آپ بھی بدایوں سے دھول پور پہونچے۔ اور حکیم صاحب سے کتب طب کا آغاز کیا۔ حکیم صاحب نہایت نازک دماغ اور قلیل الدرس تھے۔ اول تو آپ خود تا وقتیکہ طلبا کی قابلیت کا اطمینان نہ ہو اور مزاج کے موافق روشن دماغ شاگرد نہ ملے سبق دینے سے انکار رو عار کرتے تھے۔ دوسرے آپ کی نازک دماغی سے طالب علم مایوس ہو کر۔ تہی دامن واپس ہوتے تھے۔ لیکن مولانا کی جدت فکر اور جودت طبع نے حکیم صاحبکو بھی اپنا گرویدہ کرلیا اور اپنی ساری توجہ علماً اور عملاً آپ پر مبذول فرمائی۔ ایک دن سبق میں تشخیص نبض کی بحث آ گئی۔ بہت دیر تک حکیم صاحب سمجھاتے رہے۔ مگر مولانا کی تسکین خاطر نہ ہوئی۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ نبض کی تحقیق و تشخیص کے لیئے ضرورت ہے کہ طبیب کی اونگلیاں کم سے کم ستار کے پردوں کی شناخت رکھتی ہوں۔ حکیم صاحب کی زبان سے یہ فقرہ سنتے ہی مولانا نے کتاب بند کی اور مطب سے اٹھ آئے۔ اسی وقت سے فن موسیقی کے کسی باکمال شخص کی جستجو شروع کردی۔ اسی تلاش میں دھول پور سے آپ

بقیہ حاشیہ ص۹
تحریر فرمائے۔ درس و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ بہت سے مشاہیر علماء آپ کے شاگرد ہوئے۔

گوالیار آئے۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ راجہ کے ندیموں میں اس فن کا ایک ماہر موجود ہے آپ نے تبدیل وضع فرماکر اول اوس شخص پر اپنا پورا اعتماد قائم کیا۔ اوس کے بعد کئی مہینے کی متواتر کوشش سے اس فن میں مہارت تامہ حاصل کی دن کو اکثر آپ گوالیار کی پہاڑیوں میں تشریف لیجاتے اور نباتات کے خواص کی تحقیق فرماتے۔ شب کو وقت مقررہ پر جب آمد و رفت بند ہوجاتی اور سونے کا وقت آجاتا اوس صاحب فن کے پاس پہونچتے اور اوس سے اخذ فن کرتے۔ غرض جب تقویت خاطر ہوچکی۔ گوالیار سے واپس ریاست دھول پور آئے مطب سے اس قدر عرصہ تک علیحدگی میں علم نباتات اور فن موسیقی کی تحصیل کے علاوہ ریاضت و نفس کشی کی عادت بھی آپ کا جوہر ذاتی ہوگیا تھا۔

حکیم صاحب مولانا کو دیکھ کر اول تو اس طویل غیر حاضری کے باعث ناراض ہوئے مگر جب واقعات کا علم ہوا تو پہلے سے زیادہ شفقت فرمانے لگے اور پھر سلسلۂ اسباق شروع کردیا۔ غرض دو سال کی محنت اور تجربہ مطب نے آپ کو مشاق طبیب بنادیا۔ اس فن شریف کے لیئے بھی حکیم علی الاطلاق نے آپ کو وہ دماغ عطا فرمایا تھا کہ اگر ارسطو آج دنیا میں موجود ہوتا تو آپ کے سامنے زانوئے ادب طے کرتا۔ بقراط و سقراط کے دماغ آپ کے دماغ کے ایک گوشہ میں پڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اطباء عصر کو تو ہرگز آپ سے کوئی نسبت ہی نہ تھی۔ تشخیص امراض کی ایسی مثالیں جو ہم نے کسی دوسری جگہہ لکھی ہیں طب کی تاریخ کے صفحہ کے صفحے اولٹ جائے کہیں نظر نہ آئیں گی۔ دست حق پرست میں، جو ہر شفا کا وہ جان بخش مادّہ شافی مطلق نے ودیعت رکھا تھا کہ جس مریض پر ہاتھ رکھ دیا صحت یاب ہوگیا۔ جس کو خاک اوٹھا کر اپنے پاک ہاتھوں سے دیدی اکسیر بن گئی۔ اب تک آپ کی طبّی کمالات اہل بدایوں کی زبانوں پر ہیں بعض واقعات بطور مشتے نمونہ از خروارے ہم دوسرے موقعہ پر ناظرین کے پیش نظر کرینگے۔ یہاں صرف تعلیمی حالت کا خاکہ کھینچا گیا ہے۔ حکیم صاحب نے بھی نہایت خندہ پیشانی اور کمال افتخار کے

ساتھ آپ کو سند عطا فرمائی اور وطن کی واپسی کی اجازت دی - آپ گلہائے مراد دامان آرزو میں چن کر اور عروس مدعا کو آغوش تمنا میں لے کر رونق افزوز وطن ہوئے - یہ وہ زمانہ ہے کہ آپ کے جد امجد خاندان بھر میں سب سے بزرگ سب کے سروں پر سایہ گستر دنیا میں موجود ہیں - پچھتر سال سے عمر تجاوز کر چکی ہے والد بزرگوار (فنا فی الشیخ کی منزل آخر کو میخانہ عشق سمجھ کر بادۂ الفقر فخری کے نشہ اوّل میں مست و مدہوش) محو طواف ہیں - مارہرہ کی مقدس خانقاہ ہے اور اوس پاک نفس کو شب و روز آستانہ بوسی کی ہوس - پیر کا جلوۂ جمال ہے اور اس طرف نظارہ پرست نگاہیں - نہ اپنی خبر نہ اپنے متعلقین کا ہوش - بیٹے نے کیا کمال حاصل کیا کیا دولت پائی - اگرچہ روشن ضمیر قلب سے پوشیدہ نہیں لیکن بظاہر کچھ خیال بھی نہیں شیخ کا فرمودہ کہ فضل رسول انشا اللہ امام الافاضل خواہد بود ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

آیت حدیث ہے یقین واثق ہے کہ ترقیوں کا دروازہ کھلا ہوا ہے - انا مدینۃ العلم وعلی بابہا کے صاحب فرمان کا لخت جگر جو کہہ چکا ہے وہ ہو کر رہے گا - ہاں اگر کبھی کبھی خلوت وجلوت میں خود حضور اچھے صاحب رح اپنی زبان مبارک سے فرزند ارجمند کا کچھ تذکرہ فرماتے ہیں یا حال دریافت کرتے ہیں تو کچھ یاد آجاتی ہے وہاں طب کی تکمیل بیٹے نے کی یہاں مژدہ پہونچایا گیا کہ مولانا مبارک ہو ہمارے فضل رسول کو جہاں خدا نے طبیب بنایا وہاں دست شفا بھی عطا فرمایا - مولی تعالی ہزاروں بندگان خاص کی اس ذریعہ سے بھی حاجت براری فرمائے گا - یہ دل خوش کن نوید سن کر معلوم ہو گیا کہ صاحبزادے اس فن میں بھی کامل ہو آئے -

مولانا وطن آکر اپنے آبائی قدیمی مدرسہ کو جو اس وقت تک حضرت بحر العلوم مولانا محمد علی صاحب قدس سرہ کے نام کی رعایت سے مدرسۂ محمدیہ کہلاتا تھا - ترقی کا ایک جدید خلعت پہنایا - مسند درس آراستہ کی خود بہ نفس نفیس سلسلہ درس وتدریس شروع کیا - مدرسہ قادریہ کے نام سے مدرسہ قدیم موسوم ہوا علمی گھرانوں

میں طلب وتحصیل علوم کا ذوق وشوق ترقی کرنے لگا۔ ہر طرف سے طلبہ کے گروہ شائقین کے غول آنا شروع ہوئے۔ شہر کے معزز مشتاق علم جو اس وقت تک آرزو مند تھے۔ مراد نصیب ہوئے۔ یہاں راقم الحروف کی وکھف اضطراب تمنا ئیں بیخودانہ دل میں چٹکیاں لے رہی ہیں کہ میں اپنے حضور اقدس حضرت سیدی تاج الفحول رحمتہ اللہ علیہ کی روح پرور عبارت درج کرکے ناظرین کو بھی لذت تحریر سے محظوظ کروں۔ تحفہ فیض میں سلسلۂ درس کی افتتاحی حالت کے متعلق فرماتے ہیں۔

ہمینکہ بر مسند افادہ واستفادہ قدم نہادند و باب درس وتدریس برروئے طالبان کشادند جوش طلب علم در دل ہمگنان از اہل بلدہ ونواح آں سمر زدہ کہ ہر یکے از اصاغر واکابر محلات بلدہ ہذا برائے تحصیل علوم از غلبۂ شوق تام بمدرسہ علیہ حاضر آمدہ از حضور اقدس رضی اللہ تعالےٰ عنہ، استفادہ خواستند و برائے اجابت مامول خودہا برخاستند۔ حضور اقدس ابی ومرشدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ باجرائے افاضات درس ستدریس طلبہ را فخر تمام بخشیدند تا آنکہ آوازۂ کمال تبحر علمیہ حضور اقدس رضی اللہ عنہ باطراف و اکناف رسید و از ہر جانب جوق جوق جماعت طلبہ علوم از بلاد وامصار حاضر مدرسہ علیہ گردید۔ گویا دریائے فیوض علمیہ منبسط شدہ وچشمہ آب حیات برائے تشنگان فضل وکمال رواں گشتہ کہ صدہا مردمان تکمیل علوم ساختند وبحصول فراغ پرداختند۔

ابھی آپ کا حلقۂ درس صرف ابتدائی حالت میں تھا کہ آپ کی عالمگیر شہرت نے دنیائے علم میں دھوم مچا دی طلبہ کی کثرت سے شہر میں عجیب علمی چھل پھل نظر آنے لگی۔ مساجد طالبعلموں سے معمور ہوگئیں۔ طلبہ کے قیام وطعام کی فکر نے طبع اقدس میں خلش پیدا کر دی۔ خود آپ جہاں تک متکفل ہوسکتے تھے ہوئے مگر غنی ابن غنی کے تونگر دل فرزند تھے۔ کسی طالب علم کی ذرا سی تکلیف سنی اور

روح بیچین ہوگئی۔ جہاں کسی کو آب و خورش کا شاکی پایا فوراً دل بھر آیا۔ آخر جب ان ناقابل برداشت تفکرات نے بہت مجبور کیا۔ بغرض نفع رسانی خلق وصلۂ رحم آپ نے تعلق ظاہری کسی جگہ پیدا کرنے کا قصد کیا جس کا ذکر بعد کو ہوگا۔ اس حالت میں بھی آپ جہاں رہے سلسلہ درس ترقی پذیر رہا۔ اوس کے بعد جب باطنی دولت کے مختار ہوئے اور صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغہ کی چوکھی رنگت آپ پر پورے طور پر چڑھی۔ جذب کی مدہوش کن پھواریوں سے گذر کر سلوک کے مرصع تخت پر آپ نے قدم رکھا اور حرمین شریفین کی ازلی ابدی نعمتوں سے مالامال ہو چکے۔ مدینہ منورہ کے علمی تاجدار علمار عالم کے سرتاج حضرت مولانا شیخ عابد مدنی انصاری اور مکہ مکرمہ کے روشن چراغ امام الائمہ سراج الامہ کے مسند کے وارث حضرت مولانا شیخ عبد اللہ سراج مکی قدس سرہما د باوجودیکہ جملہ علوم وفنون میں سلسلۂ درس جاری تھا) حصول برکت کے لیئے جدید اسانید حاصل فرما کر وطن میں مسند درس پر جلوہ آرا ہوئے۔ اُس وقت کی فیض بخشی احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ ہندوستان کے ہر گوشہ کے طالب علم بدایوں میں نظر آنے لگے اس سے قبل صرف ظاہری علوم کا فیض جاری تھا۔ اب باطنی کمالات کے سرچشمے بھی اُمڈنا شروع ہوگئے اور آپ کی ذات سراپا برکات مجمع البحرین بن کر ظاہر و باطن کی نعمتوں کی قاسم بن گئی۔ بڑے بڑے جیّد علمار وفضلار جن کے شجرۂ فضل وکمال کی شاخیں ایک عالم پر محیط ہیں آپ کے کاشانہ علم سے فراغ حاصل کرکے اساتذہ عصر بنے۔ قبل اس کے کہ ہم آپ کے مخصوص و مشاہیر تلامذہ سے اپنے ناظرین کو روشناس کرائیں اوّل آپ کے باکمال اساتذہ کے مختصر حالات گوش گزار کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان بزرگوں کی یاد بھی ازسرنو تازہ ہو جائے۔

تذکرۂ اساتذۂ کرام
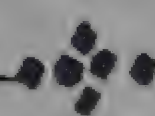
(۱) سلطان العلماء استاد مطلق حضرت مولانا نور الحق علیہ الرحمۃ۔ آپ فرنگی محل کے حرم خانہ علم کے سراج منیر ہیں۔ آپ کا نورانی شجرہ حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے۔ آپ ملک العلماء حضرت مولانا قطب الدین شہید سہالوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ دویم مولانا محمد سعید قدس سرہ کے پر پوتے ہیں۔ آپ نے فیض ظاہر و باطن اور مختصرات والد ماجد سے اور کسی قدر ملا محمد مبین سے تحصیل علم کی لیکن خرقہ خلافت اپنے والد ماجد مولانا احمد انوار الحق ابن ملا احمد عبد الحق ابن مولانا محمد سعید قدس اسرارہم سے حاصل تھا۔ تکمیل علوم منقول و معقول حضرت مولانا بحر العلوم استاذ الافاق ملّا عبد العلی مرحوم سے فرما کر ہمیشہ سلسلہ درس و تدریس کو بکمال فروغ جاری رکھا۔ آپ کے اوقات شبانہ روز جو یاد الٰہی سے باعتبار ظاہر خالی ہوتے وہ طلبہ کی خدمت میں بسر ہوتے۔ آپ کے مزاج میں حد درجہ انکساری کی شان جلوہ افروز تھی۔ آپ کی اداے حلم و تواضع مشہور انام ہوگئی تھی۔ بیعت سلسلہ قادریہ رزاقیہ میں اپنے والد ماجد سے حاصل تھی۔ بعد وفات پدر بزرگوار ہر چند مریدین نے مسند خلافت پر بیٹھنے کا اصرار کیا لیکن آپ نے قبول نہ کیا اور اپنے چھوٹے بھائی کو مسند ارشاد پر بٹھا کر خود نذر پیش کی۔ حضرت سیف اللہ المسلول سے کمال درجہ انس تھا۔ اکثر احباب و اقارب سے آپ کی ذکاوت و ذہانت کی تعریف فرماتے اور نہایت فخر و مباہات کے ساتھ خوش ہو ہو کر آپ کا تذکرہ کرتے اور ہر سے حضرت مولانا بھی جب تک آپ زندہ رہے برابر لکھنؤ آتے جاتے رہے

ملک العلماء مولانا قطب الدین شہید سہالوی۔ آپ علماء فرنگی محل کے مورث اعلیٰ ہیں یہ عطار الٰہی آپکے خاندان کے ساتھ

۲۳ - ربیع الاوّل شریف شب یکشنبہ ۱۲۸۳ھ ہجری میں آپ کا وصال ہوا -

بسمل شاعر نے تاریخ وصال اس طرح موزوں کی ہے

پے تاریخ ترحیلش جو بسمل — درِ معنی بہ کلکِ فکر می سفت

سروش غیب ناگہ با دلِ زار — بسوئے حق برفتہ نورِ حق گفت

۱۲ ۸۳

از شاعرے دیگر

آں نور کہ بود نور انوار — در نور چو آں ظہور پیوست

دل کرد خبر ز نور پاکش — در جلوہ نور نور پیوست

از شاعرے دیگر

علامۂ عصر مولوی نور الحق — جاں را باجل سپرد ہیہات ابوائے

تاریخ وفات او نمودم مرقوم — نور الانوار مرد ہیہات ابوائے

بقیہ حاشیہ صفحہ

مخصوص ہے کہ آپ کی اولاد میں اس وقت تک نسلاً بعد نسلاً علم و فضل چلا آتا ہے - سلسلہ تلمذ اکثر علماء ہند کا آپ تک پہونچتا ہے - آپ کے اجداد میں شیخ علاء الدین انصاری ہرات سے نواح دہلی میں آکر سکونت پذیر ہوئے - وہاں سے ملا نظام الدین نے قصبہ سہالی میں آکر اقامت کی - آپنے ملا دانیال شاگرد عبد السلام ساکن دیوہ اور شیخ گھاسی شاگرد شیخ محب اللہ الہ آبادی سے اکتساب علم فرمایا - قصبہ سہالی میں آپ کے خاندان اور شیوخ عثمانی کے درمیان شرکت زمینداری کے باعث رنجش تھی جسکا اثر یہ ہوا کہ ایک شب شیوخ عثمانی نے موقع پاکر آپ کے مکان پر چڑھائی کی اور آپ کو قتل کرکے مکان کو جلا دیا - آپ نے چار فرزند ملا اسعد - ملا محمد سعید - ملا محمد رضا ملا نظام الدین صاحب فضل و کمال اپنی یادگار چھوڑے - جن کی اولاد اب تک وارث علم و دانش موجود ہے - آپ کی شہادت ۱۹ رجب روز دوشنبہ ۱۱۰۳ھ میں ہوئی - سید غلام علی آزاد بلگرامی نے تاریخ وصال فرمائی ہے -

امام الاطبا حکیم سید ببر علی موہانی - آپ اپنے زمانہ میں یکتائے عصر سمجھے جاتے تھو موہان کے سادات رضویہ میں فخر خاندان تھے - آپ کی شہرت کمال نے آپ کو ہمیشہ اعزاز و وقار کے ساتھ رکھا - والی ریاست دھول پور کو جب آپ کے طبّی کمالات کا علم ہوا - نہایت توقیر و تکریم کے ساتھ آپ کو اپنی ریاست میں بلایا - اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶

علامہ بحر ذاخر فضل و ہنر ۔۔۔ در دامن ارباب طلب ریخت گہر

دل خوں شدہ تاریخ وفاتش فرمود ۔۔۔ قطب عالم شدہ شہید اکبر

ملا محمد سعید لکھنوی - آپ نے اپنے والد ماجد کی شہادت کے بعد ایک محضر تیار کیا اور دکن پہونچکر حضرت محی الدین اورنگ زیب عالمگیر خلد مکانی کے حضور بطور استغاثہ پیش کیا دربار سلطانی سے فرمان معافی فرنگی محل عطا ہوا بعد واپسی فرنگی محل پر قابض و دخیل ہوکر جملہ فرزندان شہید مرحوم کو وہیں بلا کر بسایا دوسری مرتبہ پھر حضور بادشاہ میں حاضر ہوکر اسناد عطیات شہنشاہی سے سرفرازی حاصل کی جملہ اوستاد کو وطن روانہ کیا - خود مکہ معظمہ روانہ ہوئے وہیں انتقال فرمایا -

ملا شاہ احمد انوار الحق ابن ملا احمد عبد الحق لکھنوی - آپ کم سنی سے ہی ورع و تقویٰ کے لذت آشنا تھو والد کی صحبت سراپا برکت کے اثر سے فقر کی طرف مائل ہوگئے تھے یہی سبب ہوا کہ مولوی احمد حسین و ملا محمد حسن سے پڑھ کر اور مولانا بحر العلوم سے تکمیل علوم کرنیکے بعد معقولات سے بالکل احتراز کرلیا البتہ دینیات مقبول و محبوب رہی - درس و تدریس سے زیادہ رغبت نہ تھی - تمام عمر ذکر و شغل اور یاد الٰہی میں بسر فرمائی - چھ شعبان ۱۲۳۶ھ ہجری روز سہ شنبہ آپ کا وصال ہوا -

رحمت حق بروح انوار باد ۔۔۔ مصرعۂ تاریخ ہے

۱۲۳۶ھ

ملا احمد عبد الحق لکھنوی آپنے تکمیل علوم اپنے عم مکرم ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سہالوی سے کی - تمام عمر درس و تدریس میں بسر فرمائی تمام ارباب لکھنؤ آپ پر اعتماد کلی رکھتے تھے - آپ کی تصانیف سے شرح سلم و حواشی زواہد یادگار ہیں -

بہت جلد آپ نے راجہ کو اپنا گرویدہ کر لیا۔ ریاست کے سیاسی امور میں آپ کی رائے پر عمل ہوتا۔ باوجود اس عزت و ثروت کے غریب مریضوں پر بے انتہا نظر توجہ رہتی۔ غربا کو اجازت تھی کہ جس وقت چاہیں عرض حال کریں۔ لیکن امراء کے ساتھ اوسی نازک دماغی کے ساتھ کام لیا جاتا جو آپ کے مزاج میں قدرت نے ودیعت کر دی تھی۔ حضرت مولانا کے ساتھ ہمیشہ بزرگانہ شفقت کا برتاؤ رہا اور مثل اپنی اولاد کے آپ کو عزیز سمجھتے تھے۔ اگرچہ مذہباً گئی پشت سے شیعہ تھے لیکن مولانا کی محبت اور دربار نبوت کے فیض نے آپ کو اپنی طرف کھینچا۔ آپ معمولات کے علاوہ درود شریف کی کثرت ایک عجیب ذوق و شوق کی حالت میں فرماتے تھے۔ آخر ایک دن یہ مبارک شغل رنگ لایا۔ بخت خوابیدہ رنگ لایا۔ خواب میں دیدار پر انوار حضور سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح سرافراز ہوئے کہ تخت مرصع پر حضور جلوہ افروز ہیں:۔ چاروں گوشوں پر آسمان نبوت کے چار چاند یعنی چاروں خلفاء راشدین مستغرق تجلی جمال ہیں اور لذت ہمنشینی سے بہرہ اندوز ہیں۔ صبح کو جب بیدار ہوئے جلوۂ حق نے قلب کو روشن کر دیا۔ عقیدۂ باطل جو حضرات شیخین کیجانب سے دل کو تاریکی میں ڈالے ہوئے تھا حرف غلط کی طرح دور ہوا۔ فوراً عقائد باطلہ سے تائب ہو کر مذہب حنفیہ اہل سنت قبول دیا۔ اکبر آباد میں آپ کی وفات ہوئی

بقیہ حاشیہ صد[؟]

بحر العلوم حضرت مولانا عبدالعلی لکھنوی۔ آپ ملا نظام الدین کے آخر عمر کی یادگار ہیں سترہ سال کی عمر میں والد ماجد سے جملہ علوم کی تکمیل فرمائی اسی سال والد کا انتقال ہو گیا۔ بعض کتب معقول و منقول کے مسائل وقیقہ ملا کمال الدین سہالوی سے جو پدر بزرگوار کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اخذ کئے۔ بچند وجوہ لکھنؤ سے جدا ہو کر حافظ الملک نواب رحمت خاں کی کمال قدردانی کے باعث شاہجہاں پور میں مدرس رہے اوسکے بعد فیض اللہ خاں والی رامپور کو رامپور رلے آئے۔ یہاں سے قلت معاش کے باعث بہار میں منشی صدر الدین کے یہاں

اور وہیں مدفون ہیں۔ صحیح انتقال کی تاریخ معلوم نہ ہو سکی۔

رئیس العلماء مولانا الشیخ محمد عابد مدنی رحمتہ اللہ علیہ۔ حضرت سیف اللہ المسلول نے پہلی بار سفر حج میں جب زیارت حضور سید البشر رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے عزت حضوری حاصل کی آپ سے سند حدیث لی۔ آپ مولانا احمد علی بن الشیخ یعقوب سندھی کے فرزند فقیہ و محدث جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے۔ نواح حیدر آباد سندھ میں شہر سیوان میں پیدا ہوئے۔ علماء زبید ملک یمن سے اکتساب علوم فرمایا۔ وہاں سے صنعاء یمن تشریف لائے۔ وزیر یمن نے آپ کو یکتائے عصر اور علامۂ دہر سمجھ کر اپنی لڑکی کی شادی آپ سے کر دی اور آپ امام صنعا کی جانب سے مصر کی سفارت پر مامور ہوئے مصر سے جب وطن کا جوش آپ کو سندھ میں لایا اور قصبہ نوارٹری میں کچھ دنوں قیام کر کے ولولہ باطنی کی ترقیوں سے مضطرب ہو کر مدینۃ الرسول میں ہجرت کر کے آ گئے۔ خدیو مصر کی جانب سے رئیس العلماء مدینہ منورہ مقرر ہوئے آپ مذہب حنفیہ کے دلدادہ و جاں نثار اور حضرت سراج الامۃ امام اعظم رضی اللہ تعالے عنہ کے شیدائی تھے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں کتاب مواہب اللطیفہ علی مسند الامام ابی حنیفہ طوالع الانوار علی الدر المختار و شرح تیسیر الوصول الی احادیث الرسول و شرح بلوغ المرام۔ علمی کتب خانوں کی زیب و زینت کا سبب ہیں آپ نے مدینہ منورہ میں بروز دوشنبہ ماہ ربیع الاول ۱۲۵۷ھ میں متاع جان کو جان آفریں کی جناب میں پیش فرمایا۔ جنت البقیع میں محو استراحت ہوئے

بقیہ حاشیہ ص ۱۵

سلسلہ درس جاری فرمایا۔ یہاں جب کچھ ان بن ہو گئی تو نواب علی محمد خاں والی کرناٹک نے آپ کو نہایت عزت و تکریم سے مدراس بلا لیا اور مدرسہ جاری کیا۔ بحر العلوم کا خطاب دیا۔ تمام عمر مولانا نے یہیں بسر فرمائی۔ تمام ہند میں کوئی ذی علم نہیں جو آپ کے فضائل علمیہ کا قائل نہ ہو۔ ۱۲ رجب ۱۲۳۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی مشہور تصانیف کثیرہ آپکی یادگار ہیں

حضرت سراج العلماء مولانا عبد اللہ سراج مکی علیہ الرحمہ کعبہ شریف کی نورانی حریم کے اندر آپ محو تجلیات قدس ہو کر تفسیر و حدیث کا درس دیتے تھے۔ علماء مکہ آپ کی تابش علم و فضل سے نورانیت حاصل کرتے آپ کی درسگاہ کا فیض حجاز سے گزر کر شام و عراق تک جاری و ساری تھا۔ ہند میں بھی روشنائی کلک حضرت فضل رسول سے سراج مکہ کی جلوہ ریزی ہو کر رہی۔ ایام حج میں اکثر حضرت مولانا آپ کے حلقۂ درس کے مزے لیتے۔ بعض اوقات سماعت حدیث کی لذت حاصل فرماتے۔ یہاں تک کہ حضرت سراج العلماء نے آپکی جبین روشن میں فضل و کمال کی چمک دیکھ کر سند خاص عطا فرمائی۔ آپ بھی حضرت امام الائمہ سراج الملتہ رضی اللہ تعالے عنہ کی مجلس علمی کے روشن چراغ تھے۔ آپ کا وصال مکہ معظمہ میں ہوا۔ تاریخ وصال تحقیق نہ ہو سکی۔

حضرت مولانا کے اساتذۂ کرام میں صرف اون حضرات کا مختصر حال درج کر دیا ہے جن سے اپنے گھر کے علاوہ آپ نے استفاضہ کیا ہے اوستاد اول آپ کے آپ کے جد بزرگوار ہیں۔ جن کا سلسلۂ درس دور تک اپنے ہی آباؤ اجداد کے احاطۂ کے اندر محدود چلا گیا ہے۔ آپ کے جدامجد کا تذکرۂ سلسلۂ انساب میں ہم لکھ آئے ہیں۔ اس کے علاوہ جب عرفان الٰہی کی خلوت قدس میں آپ نے قدم رکھا تو والد بزرگوار کے باران فیض سے دل سیر ہو کر حصہ لیا۔ باطنی دولت ظاہری علم کے ذریعہ سے بھی اس طرح تحصیل کی کہ فصوص الحکم اور مثنوی مولانا روم کو بالاستیعاب والد ماجد سے پڑھنا شروع کیا اور یوں رشتۂ تلمذ کو والد بزرگوار کے دامن دولت سے وابستہ کیا۔ والد ماجد کا سلسلہ درس بوساطت حضرت بحر العلوم مولانا محمد علی رح جن کا ذکر پیشتر ہو چکا علامہ جلال الدین دوانی تک پہونچتا ہے۔ تمام سلاسل کا ذکر حضرت اقدس سیدی تاج الفحول رحمتہ اللہ علیہ نے تحریر الاسانید میں جسکو آپ نے اپنے مستفید رشید جناب مولوی محمد حسن سنبھلی کی خاطر مرتب فرمایا تھا بخوبی

لکھدیا ہے۔ یہ تذکرہ رسالہ کی صورت میں مطبع مجتبائی دہلی میں مولوی معین الدین کیفی میرٹھی نے مطبوع کرادیا ہے۔ رسالہ عربی زبان میں ہے۔

حلقۂ درس

آپ کے تلامذہ کا ذکر ایک مشکل اور دشوار کام ہے۔ جس ذات ستودہ صفات نے ساٹھ برس کے قریب سلسلۂ درس کو سفر و حضر ہر حالت میں جاری رکھا ہو۔ جس کی شہرت کا آفتاب مشرق سے مغرب تک شعاع بار ہو اوس کے تلامذہ کا حصر حیطۂ تسطیر اور احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ حالت سفر میں خصوصاً ہندوستان سے باہر جو صدہا بزرگ آپ کے علمی فیضان سے فیضیاب ہوئے اون کا ذکر ہی کیا۔ خاص ہند کی سرزمین میں بزمانہ سیاحت و قیام بیرونجات جو لوگ مستفیض ہوئے اون کے اسماء گرامی بھی معلوم نہو سکے آپ کے پہلو میں ایک خدا پرست اور خدا ترس دل تھا جو ہر وقت عجز اور انکسار کا خوگر۔ کبر و غرور کا قاطع تھا۔ نہ آپ کے لیے کسی ایک یا ہزاروں کی شاگردی مایۂ ناز تھی نہ آپ یا آپ کے خاندان کو اپنے علو کا کبھی خیال ہوا۔ آجکل کیسے جاہ پرست مولویوں کا وہ زمانہ نہ تھا جو مسجد کے ممبروں وعظ کی مجلسوں میں بیٹھ بیٹھ کر اپنی تعریفوں کے خطبے خود اپنی زبان سے کرتے ہیں یا اجرتی مناودوں کے ذریعہ سے اپنے مناقب طشت از بام کراتے ہیں۔ اوس زمانہ کے پاک نفوس بالخصوص ہمارے حضرت اقدس کی ذات گرامی صفات ان تخیلات سے ہمیشہ نفور رہی آپ سے ہزاروں نے استفادہ و استفاضہ کیا مگر کبھی آپ نے اپنے مستفیدین کی نام تو کیا اس قسم کا تذکرہ بھی نہ فرمایا۔

البتہ مدرسہ عالیہ قادریہ میں جو طلبہ بیرونجات کے آئے اور نعمت علم سے جھولیاں بھر بھر کر گھروں کو واپس ہوئے اور پھر اون کی شہرت کمال نے دنیا میں ایک

اودھم مچادی اون کے دیکھنے والے اون کے حالات کے واقف کار اب بھی موجود ہیں۔ اِن معمر حضرات کی امداد سے جن اکابر کے حالات معلوم ہو سکے اون میں سے بعض مشاہیر کا مختصر تذکرہ ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ آپ کے تلامذہ جملہ علوم و فنون میں آپ سے مستفیض ہوئے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جنھوں نے محض فن طب کو عملاً و علماً اخذ کیا ہے۔ بعض وہ ہیں جنھوں نے صرف قرات حدیث کر کے سند حدیث حاصل کی ہے۔ بعض فراغ تام حاصل کر کے اپنے گھروں کو شاد کام واپس ہوئے ہیں۔ اگر فرداً فرداً ہر ایک شخص کا حال لکھا جائے تو اوس کے لیئے اوّل تو وقت کی ضرورت دوسرے ایک جداگانہ کتاب کی ترتیب کی حاجت ہوگی۔ اسی طرح اگر ذی علم احباب وطن کا تذکرہ لکھا جائے جنھوں نے جوش ارادت اور فرط عقیدت سے مدرسہ عالیہ قادریہ میں ناقص یا کامل تعلیم پائی اور بعد کو کسب معاش کے افکار نے انکو مشاغل علمی کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا تو بھی ایک دفتر بے پایاں مرتب ہو جائے اور پھر یہ لطف مزید براں ہو کہ ہر شخص کو ہم سے شکایت کا موقع ملے کہ ہمارے اکابر میں سے فلاں بزرگ کا حال کیوں نہ لکھا اس لیئے کہ وہ بھی تو زمرۂ مستفیضین میں شامل تھے۔ کیونکہ راقم کے علم میں اوس زمانہ کے شرفاء بدایوں میں کوئی ایسا شخص نہ نکلے گا جس کے گلوئے ارادت میں آپ کے گلشن فیضان کے ظاہری و باطنی پھولوں کا ہار نہ ہو۔ اس لیئے ہمارے ناظرین خصوصاً ہمارے برادران وطن معاف فرمائیں گے اور ہمیں اختصار تحریر کے باعث معذور سمجھینگے۔ صرف اسی خیال سے صرف چند اکابر شہر کے نہایت مختصر حالات تحریر کئے گئے بعض تذکراۃ میں بھی جو مشہور و مطبوع ہیں۔ صرف چند نام جو مصنفین کتب کو معلوم ہو سکے ہیں درج ہیں۔ بوارق محمدیہ کے آخر میں بھی تلامذہ کا ذکر ہے۔ انھیں تذکروں سے بطور اختصار پیشکش ناظرین ہیں۔

احوال بعض علماء مشاہیر کہ تلامذۂ جناب ہیں

قاضی القضاۃ جناب مولانا مفتی اسد اللہ خاں صاحب الہ آبادی۔ آپ اکابر علماء ہند سے گذرے ہیں۔ نہایت زبردست فقیہہ تھے۔ تکمیل و تحصیل علوم حضرت اقدس قدس سرہٗ سے فرمائی۔ اوّل فتحپور میں مفتی عدالت ہوئے اس کے بعد صدر آگرہ میں بعہدۂ قاضی القضاۃ فائز ہوئے۔ بعدہ جون پور میں صدر الصدور ہو کر تشریف لے گئے۔ آخر عمر تک وہیں مقیم رہے۔ آخر میں تمام تعلقات ظاہری کو قطع کر کے گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔ حرمین الشریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ یکم جمادی الاول ۱۳۰۰ھ بروز دوشنبہ انتقال فرمایا۔ صاحب تذکرہ علماء ہند نے جو کچھ آپ کی نسبت لکھا ہے صرف اسی کو بجنسہ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

مفتی محمد اسد اللہ الہ آبادی ابن مفتی کریم قلی۔ بزرگی خاندان ایشان ہمکنان ظاہر و ہویدا است۔ دانشمند ذکی و متقی باوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ آراستہ و پیراستہ بودہ۔ نسبت تلمذ بمولانا فضل رسول بدایونی داشت ہنگامیکہ در فتحپور مفتی عدالت بودہ فقیر جامع الاوراق (مولوی رحمان علی) شرح عقائد نسفی و مشکوٰۃ شریف در خدمت بابرکت شان سبقاً خواندہ باز قاضی القضاۃ صدر آگرہ و در اخیر صدر الصدور جون پور شدہ بتاریخ یکم جمادی الاول یوم دوشنبہ سال سیزدہ صد ہجری لاالہ انت گویاں جاں بجان آفریں سپردہ بمحلہ چتر ساری متحلات جون پور مدفون شدند طاب اللہ ثراہ۔

مولانا مفتی عنایت رسول صاحب چڑیاکوٹی آپ علماء ہند میں آسمان شہرت کے آفتاب ہیں۔ علماء چریاکوٹ سے علمی دنیا کا ہر فرد بشر بخوبی واقف ہے۔ آپ قاضی عطاء رسول صاحب کے پوتے مولانا قاضی علی اکبر کے صاحبزادہ ہیں

سنہ ۱۲۴۴ھ میں پیدا ہوئے۔ عباسی النسل ہیں۔ ابتدائی صرف ونحو کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے پائی۔ بعدہ مولانا احمد علی صاحب چریاکوٹی سے فیض تلمذ حاصل کیا حدیث شریف مولوی حیدر علی ٹونکی سے اخذ کی۔ علم ادب وہیئت وغیرہ علوم عقلیہ کی تکمیل حضرت اقدس قدس سرہ سے فرمائی۔ بعد حصول فراغ تام جانب وطن مراجعت کی اور عرصہ تک سلسلۂ درس وتدریس جاری رکھا اسی اثنار میں عبری زبان کی تحصیل کا شوق ہوا۔ کلکتہ جاکر فضلار یہود سے اس زبان کو حاصل کیا آپ خاص طور پر منتخب طلبہ کو تعلیم دیتے۔ ہجوم طلبہ کو پسند نہ فرماتے آخر عمر میں اس سلسلہ کو بھی ترک فرماکر عزلت گزیں ہوگئے۔ مولانا محمد فاروق مرحوم آپ کے برادر خورد اور ارشد تلامذہ سے تھے جن کے شاگرد مولوی شبلی نعمانی اعظمگڈھی سابق مہتمم دار العلوم ندوہ وغیرہ بقید حیات ہیں۔ ابھی ہم اپنی کتاب کو صاف کر رہے تھے کہ ۲۰ نومبر سنہ ۱۹۱۴ع کی اخبار زمیندار میں مولوی شبلی کے انتقال کی خبر شائع ہوئی کہ ۲۸ ر ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۸ نومبر سنہ ۱۹۱۴ء بروز چہارشنبہ بوقت صبح فوت ہوگئے۔

یہ ایک آزاد خیال جدید روش کے صاحب تصانیف کثیرہ قومی مولوی تھے اور باعتبار شہرت وقبول زمرۂ اہل علوم جدیدہ میں نامور اور مسلم مانے جاتے تھے۔ قاضی القضاۃ مولانا مولوی سید عبد الفتاح عرف اشرف علی حسنی حسینی نقوی گلشن آبادی۔ ابن سید عبد اللہ حسینی نواح ناسک خاندیش میں آپ فاضل اجل عالم باعمل مشاہیر علمار میں شمار کیے جاتے ہیں۔ متعدد علمار سے اکتساب علم کیا کتب متداولہ کی تکمیل ملا محمد اکبر شاہ کشمیری خلیفہ حضرت اقدس قدس سرہ ومعلم ابراہیم بالمکلطہ سے بمبی وغیرہ میں کی تصوف وحدیث وغیرہ کی تکمیل حضرت حضرت اقدس سے فرمائی اولاً عدالت ضلع خاندیش میں مفتی مقرر ہوئے بعدہ مدرسہ الفنسٹن واقع بمبئی میں مدرس عربی وفارسی مقرر ہوئے۔ ترک ملازمت کے بعد سرکار انگلیشیہ کے عرصہ تک پنشن خوار رہے۔ گورنمنٹ میں

آپ کا بہت کچھ اعزاز و وقار تھا۔ آپ کی علمی خدمات اور خاندانی وجاہت کی لحاظ سے گورنمنٹ نے آپ کو جسٹس آف دی پیس اور خان بہادر کے معزز خطاب عطا کئے درس و تدریس کے شغل کے سوا تصنیف و تالیف کا بھی شوق تھا واعظ بھی اعلیٰ پایہ کے تھے۔ اکثر تصانیف مثل تحفۂ محمدیہ فی ردّ وہابیہ۔ تائید الحق۔ جامع الفتاویٰ چار جلدیں۔ خزینۃ العلوم۔ تاریخ الاولیا وغیرہ مطبوع ہو کر مشہور ہو چکی ہیں۔ مولوی سید نظام الدین مولوی شیخ قطب الدین۔ سید بچو میاں وغیرہ علماء خاندیس آپ کے شاگرد ہیں۔ سید امام الدین احمد۔ سید سراج الدین احمد دو صاحبزادہ اپنی یادگار چھوڑے۔

مولوی خورّم علی صاحب بلہوری حضرت اقدس سے جملہ علوم کی تکمیل کے بعد دہلی پہونچے۔ خاندان شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے سند حدیث حاصل کی۔ مولوی اسمٰعیل و مولوی اسحٰق دہلوی مقتدایان فرقہ وہابیہ کی صحبت کا اثر دل میں گھر کر گیا سادہ لوح سیدھے سادھے آدمی تھے۔ سید احمد صاحب رائے بریلوی کے جو پیر مقتدائے وہابیہ تھے مرید ہو گئے۔ بہت سی کتابیں فرقہ اسمٰعیلیہ کی تائید میں لکھیں اکثر عربی کتب کا ترجمہ اہل مطابع کی فرمایش سے کیا۔ کچھ دنوں نواب ذوالفقار علی خاں رئیس باندا کی ملازمت اختیار کی اور حسب فرمایش درمختار کا اردو میں ترجمہ کیا۔ کتاب النکاح کی تکمیل کے بعد کتاب الحج کا ترجمہ ختم کر چکے تھے کہ وقت آخر گیا باوجود اس کے کہ مذہب میں اختلاف تھا مگر حضرت اقدس کی خدمت میں جب حاضر ہوتے نہایت ادب و تکریم کے ساتھ پیش آتے شرم سے کبھی سر اوپر نہ اوٹھاتے۔ جب کچھ گفتگو عقائد کے متعلق چھڑ جاتی اپنی بدعقیدگی سے توبہ کرتے کہا جاتا ہے آخر العمر میں مذہب حقہ اہلسنت کی طرف رجوع ہو گئے تھے۔ بہت سی کتب آپ کی مولفہ مترجمہ ہیں۔ درس و تدریس کا شغل بھی جاری تھا۔ آداب الحرمین ترجمہ مشارق الانوار۔ نصیحۃ المسلمین رسالہ منع قرأت فاتحہ خلف الامام وغیرہ رسائل آپ کی تصنیف سے ہیں ۱۲۷۱ھ میں انتقال ہوا۔

مولانا سخاوت علی عمری جونپوری مہاجر مکی - آپ بھی اکابر علما و فضلا سے ہیں - اکثر علما عصر سے کتب متداولہ کی تحصیل کی بغرض تکمیل و حصول سند حضور اقدس کی خدمت میں باریابی حاصل کی - اس سے پیشتر بھی بنارس و لکھنؤ میں حاضر خدمت رہ کر شرف تلمذ سے مشرف ہو چکے تھے سنہ ۱۲۲۰ھ میں پیدا ہوئے درس و تدریس کا حد درجہ شوق تھا - اصل وطن آپ کا قصبہ مندیاہوں ضلع جون پور تھا لیکن بعد فراغ جامع مسجد شاہی جون پور میں جو اہل تشیع کے تصرف میں عرصہ سے تھی مدرسہ ربانیہ قائم کیا اور مسجد کو اغیار کے دخل سے پاک کیا - کچھ عرصہ تک باندا میں نواب ذوالفقار علی خاں بہادر کے یہاں مدرس رہے - مفتی مولانا اسد اللہ خاں صاحب مرحوم الہ آبادی سے آپ کے مراسم اتحاد زیادہ تھے - اکثر آمد و رفت کا سلسلہ بھی رہتا تھا - آپ بھی صاحب تصنیف کثیرہ ہوئے - رسالۂ القویم - عقاید نامہ - رسالۂ کلمات کفر رسالۂ اسلم وغیرہ آپ کی تصانیف سے ہیں - شیعوں کے رد میں آپ کو زیادہ توغل تھا - اکثر مولوی آپ کے شاگرد ہیں - جن میں مولوی کرامت علی جون پوری - مولوی محمد عمر غازی پوری مولوی سید خواجہ احمد نصیر آبادی - مولوی شیخ محمد مچھلی شہری وغیرہ قابل ذکر ہیں - آخر عمر میں بارادہ ہجرت مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے اور وہیں ۶ شوال سنہ ۱۲۷۴ھ میں انتقال فرمایا چار صاحبزادہ یادگار چھوڑے - مولوی محمد مولوی حکیم محمد جنید - مولوی محمد شبلی مولوی حافظ ابو الخیر محمد مکی انھوں نے ابتداً وہابیت کے رنگ میں رنگ کر رسائل تصنیف کئے بعدہ تائب ہو گئے

حضرت مولانا شاہ احمد سعید نقشبندی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ - نہایت مشہور و معروف مشائخ مجددیہ ہند سے ہیں - آپ کے متوسلین اور مریدین کا دائرہ بہت وسیع ہے - اب بھی آپ کے سلسلہ کے مرید و منقاد کثرت سے ہندوستان میں موجود ہیں - علاوہ کتب دینیہ کے رسائل تصوف بکمال تحقیق و تدقیق حضرت اقدس سے اخذ فرمائے - قطع نظر شاگردی کے حضرت

اقدس سے نہایت عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ بعض اعمال و اذکار کی خاص طور پر اجازت بھی حاصل کی تھی اکثر تصانیف حضرت اقدس پر تقریظات بھی لکھی ہیں۔ آپ مولانا شاہ ابو سعید عمری دہلوی کے فرزند ہیں۔ غرۂ ربیع الاول ۱۲۱۷ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ منظر یزداں آپ کا تاریخی نام رکھا گیا۔ بیعت و خلافت سلسلہ نقشبندیہ میں سید شاہ غلام علی علوی دہلوی سے (جو مظہر جانِ جاناں کے مشہور خلیفہ تھے) حاصل تھی آخر عمر میں مدینہ طیبہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ وہیں آپکا ربیع الاول ۱۲۷۷ھ کو وصال ہوا جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ تصوف اور ردِّ وہابیہ میں آپ کے رسائل مشہور و معروف ہیں۔ مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب مرحوم رام پوری جن کے بکثرت شاگرد اس زمانہ میں خاص رام پور و دیگر بلاد میں موجود ہیں۔ آپ کے ارشد تلامذہ اور صاحب مجاز خلفاء میں تھے۔

حضرت سید شاہ محمد صادق میاں صاحب برکاتی مارہروی قدس سرہ

آپ مارہرہ مطہرہ کے سدا بہار باغ کے ایک مہکتے ہوئے پھول ہیں۔ آپ کی سنہری صورت اچھی سیرت۔ اچھے سنہرے جلووں سے آراستہ و پیراستہ تھی۔ آپ حضرت سید شاہ اولاد رسول قدس سرہ کے بڑے صاحبزادہ ہیں ۷ رمضان المبارک ۱۲۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ علوم دینیہ کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے پائی۔ بیعت خلافت اپنے عم مکرم حضرت سید شاہ محی الدین قدس سرہ سے حاصل تھی اس کے سوا اپنے والد اور اپنے عمِّ اعظم سید شاہ حضرت آل رسول قدس سرہ کی جانب سے بھی صاحب مجاز تھے۔ آپ کے دامن کرم میں دولت فقر اور دولت دنیا دونوں موجود تھیں۔ سیتاپور میں آپ مدت العمر بسلسلۂ وکالت مقیم رہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے آنریری مجسٹریٹ بنا دیے گئے تھے۔ باوجود اس عزت و حکومت کے درویشانہ گزر فرماتے تھے۔ طبیب اعلیٰ درجہ کے تھے اور فن طب کو علماً عملاً حضرت اقدس سے حاصل کیا تھا۔ ۲۴ رشوال ۱۳۲۶ھ ہجری بمقام سیتاپور آپ کا وصال ہوا اور اپنے ہی باغ میں مدفون ہوئے۔

ع باوصل خدا شد شاہ محمد صادق مصرعہ تاریخ وصال ہے۔ ۱۳۲۶

مولانا سید اولاد حسن صاحب موہانی۔ آپ مولانا سید آل حسن صاحب موہانی کے خلف الصدق ہیں جنکی تصنیف کتاب استفسار رد نصاری میں مشہور ومعروف ہے۔ آپ نہایت ذکی عالم باعمل اور صاحب زہد و اتقا تھے جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل وتکمیل حضرت اقدس سے فرمائی تھی اوائل عمر سے ہی فقر کے رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ریاضت وعبادت میں زیادہ وقت صرف ہوتا تھا۔ کثرت اشغال سے حالت جذب طاری ہوگئی۔ بیخودانہ مستی کے عالم میں حرمین شریفین کا قصد فرمایا۔ حضوری سرکار رسالت سے دیدہ و دل منور کرکے واپس ہوئے۔ بمبئی آکر مبتلائے امراض ہوگئے اور بمبئی ہی میں وصال ہوا۔

مولوی سید اشفاق حسین سہسوانی۔ آپ قصبہ سہسوان ضلع بدایوں کے سادات کرام سے ہیں علوم درسیہ اور فنون طب کی تحصیل وتکمیل بکمال تحقیق حضرت اقدس سے حاضر آستانہ ہوکر فرمائی تھی اور تکمیل طب اور نعمت بیعت حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہ المجید سے پائی تھی آپ کے سچے خلوص اور حقیقی ارادت نے شیخ کی چشم کرم کو اپنی طرف متوجہ کرلیا انعامات خاص سے دامان طلب بھر کر گھر واپس ہوئے۔ سرکاری ملازمت میں مراتب جلیلہ سے سرافرازی حاصل ہوئی ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ سے پنشن پائی اسی عہدہ پر آپ کے صاحبزادے سید غلام جیلانی مرحوم بھی فائز ہوکر پنشن یاب ہوئے۔ آپ نے حالت حکومت میں بھی پیر کی آستانہ بوسی اور پیرزادوں کی خدمت کو سرمایہ افتخار جانا۔ آخر عمر میں جب بریلی میں ندوۃ العلماء کا جلسہ ہوا اور آپ کے احباب نے آپ پر زور ڈالا تو ندوہ کے مخلصین میں آپ بھی داخل ہوئے۔ حضرت تاج الفحول قدس سرہ کا مفاوضہ شریفہ مطبوعہ متعلق ندوہ آپ ہی کے نام تھا۔ اگرچہ اوس وقت دوستوں کی دلشکنی کی وجہ سے ندوہ سے آپ علیحدہ نہ ہوسکے لیکن بعد کو پھر کسی جلسہ میں شریک نہ ہوئے

حرمین شریفین کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ بریلی میں مستقل سکونت اختیار کی اور وہاں انتقال ہوا۔

مولوی کرامت علی جون پوری۔ ابتدا میں جب مولانا سخاوت علی عمری جون پوری کے ہمراہ بدایوں آئے۔ جب تک حضرت اقدس کی حضوری رہی سیدھے سادھے طریق حقہ اہل سنت پر قائم رہے مگر حصول علم میں سعی بلیغ کرتے رہے جب سند فراغ پائی اور تکمیل کے بعد گھر کو واپس ہوئے بدعقیدگی نے آنکھوں پر پردہ ڈالا صراط مستقیم کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا۔ اعتقادات فرقہ وہابیہ کی طرف مائل ہوگئے اور تقلید ائمہ کا پٹکا کمر سے نکالا۔ درس وتدریس کے مشاغل کے ساتھ وعظ گوئی کا ملکہ بھی حاصل ہوا۔ اس ذریعہ سے باشندگان ڈھاکہ اور بنگال کو اپنا ارادت مند بنالیا۔ آخر عمر میں اوستاد کی باطنی کشش نے پھر اپنی طرف کھینچا اور صحیح العقیدہ سُنّی بن کر بمقام رنگ پور ۴ ربیع الاخر سنہ ۱۲۹۰ھ میں وفات پائی۔ مفتاح الجنت وغیرہ بہت سے رسالے آپ کی تصنیف سے ہیں۔ اور نواح بنگال میں ہزارہا آدمی آپ کے معتقد ومستفید ہیں۔

مولوی قاضی تجمل حسین عباسی۔ آپ سروئی ضلع مراد آباد کے روسا ر باوقار میں سے تھے۔ سلسلۂ نسب حضرت عباسؓ عم رسول اکرم صلعم تک پہنچتا ہے آباؤ اجداد قاضی کہلاتے تھے آپ تحصیل علم کا شوق دل میں رکھتے تھے۔ اسی بڑھتے شوق نے مسند ریاست سے اوٹھا کر بدایوں طالبعلمانہ زندگی بسر کرنے کے لیے پہونچایا۔ اگرچہ ثروت وامارت نے دامن کھینچا لیکن استقلال وہمت نے پائے طلب کو لغزش سے روکے رکھا۔ اکثر کتب دینیہ حضرت اقدس سے بکمال ارادت پڑھیں۔ دست ہمت حاجتمندوں پر ہمیشہ کشادہ رکھا۔ امیرانہ صورت میں فقیرانہ سیرت کے رنگ موجود تھے۔

تاجدار مسند غوثیہ جلوہ آرائے سجادۂ قادریہ نقیب الاشراف حضرت سیدی

مولانا پیر سید سلیمان صاحب بغدادی قدس سرہٗ - آپ حضرت مولانا پیر سید عیسیٰ صاحب رحؒ کے صاحبزادہ حضور غوث اعظم کے نور نظر سیدنا عبدالوہاب صاحب رحؒ کی اولاد امجاد سے ہیں بزمانہ حاضری دربار مقدس حضرت بغداد حسب الارشاد اپنے والد ماجد قدس سرہ کے حضرت اقدس سے آپ نے تلمذ و اجازت سلسلہ حاصل فرمائی - آپ کی شان اوس سے ارفع و اعلیٰ ہے جو ایک قادری آستانہ کے خادم بے ریا کے قلم سے احاطۂ تحریر میں آسکے - حضور غوث الثقلین رضؓ کے دربار سراپا انوار کے تاجدار کے مناقب و محامد کے اظہار سے زبان قلم عاجز ہے حضرت سیدی تاج الفحول سید شاہ فقیر نواز فقیر قادری رحمۃ اللہ علیہ جب حاضر بغداد شریف ہوئے اس وقت آپ ہی نقیب الاشراف تھے - نگاہ اوّل میں ہی زبان مبارک سے فرمایا انت ابن فضل رسول اللہ اور مسند مبارک سے تکلیف فرما کر تقدیم فرمائی اور توقیر و تکریم کر کے اپنی مسند پر اپنے پہلو میں جگہہ دی اور برابر اپنے صاحبزادہ حضرت مولانا پیر سید مصطفےٰ صاحب کے یہاں حضرت تاج الفحول کو مہمان رکھا - اور جس طرح آپ نے حضرت اقدس سے تلمذ و اجازت حاصل فرمائی تھی اوسی طرح اپنے صاحبزادہ صاحب کو حضرت تاج الفحول کے سلسلہ تلامذہ میں داخل فرما کر اجازت دلوائی پیر سید مصطفےٰ صاحب کے صاحبزادہ جناب پیر سید ابراہیم صاحب ۱۳۲۲ھ ہجری قدسی ہیں ہندوستان میں بغداد شریف سے رونق افروز ہوئے - مسلمانان ہند نے نہایت تجمل و احترام کے ساتھ ہر شہر میں آپ کا خیر مقدم کیا - فی الحال بمبئی میں آپ تشریف فرما ہیں اسکے سوا تلامذہ میں حکیم قاضی محمد مشتاق علی صاحب بدایونی ثم البریلوی - مولوی سید ضیاء شاہ صاحب سنبھلی - حکیم محمد ابراہیم صاحب مولانا احمد علی صاحب رامپوری - مولانا سید برہان الدین خاں صاحب حیدرآبادی مہاجر مدنی - استاد میر نواب رضا علی خاں صاحب حیدرآبادی مولوی سید ارجمند علی صاحب نقوی قبائی - آپ سادات قبائی محلہ

سید بارہ سے تھے حضرت مولانا سید علاء الدین اصولی رحمۃ اللہ علیہ کے (جو استاد حضور محبوب الہی رضی اللہ تعالے عنہ کے ہیں) آپ کا سلسلہ نسب ملتا ہے۔ آپ بدایوں کے باکمال لوگوں میں سے ہیں فن تحریر کے مختلف صنائع بدائع کے موجد تھے۔ خوشنویسی کے استاد کامل تصور کئے جاتے ہیں۔ تحصیل و تکمیل علوم دینیہ کی حضرت اقدس سے فرمائی نعمت بیعت آپ کو اور آپ کے برادران و ہمشیرگان کو حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہ المجید سے حاصل تھی۔ آپ ریاست گوالیار میں عرصہ تک عہدہ ہائے جلیلہ پر مامور رہ کر ۱۳۲۷ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔

مولوی شیخ جلال الدین صاحب متولی۔ حضرت شیخ عبداللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ کی اولاد امجاد سے تھے) کی اولاد بدایوں میں متولیوں کے لقب سے نامزد ہے۔ آپ بھی اسی خاندان کے مایۂ ناز بزرگ ہیں۔ آپ کا زہد و تقویٰ مشہور انام اور آپ کا فیض غربا پر عام تھا۔ فن تجوید میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ لذت شعر و سخن بھی لطف زندگی کا باعث تھا۔ باقرؔ تخلص فرماتے تھے۔ شعراء وطن آپ سے استفادہ سخن حاصل کرتے تھے۔ آپ کے بھائی شیخ جمال الدین حسن المتخلص بہ حسن اور شیخ وصف اللہ وغیرہ آپ کے شاگرد تھے ۱۲۶۹ھ میں انتقال ہوا۔

عل حضرت مولانا سید علاء الدین اصولی رحمۃ اللہ آپ حضرت شرف الدین اعلیٰ علیہ الرحمۃ کے فرزند مولانا جلال الدین تبریزی کے مرید حضرت محبوب الہی رضی اللہ تعالے عنہ کے استاد بدایوں کے متقدمین اولیاء اللہ سے ہیں۔ آپ کے حالات فوائد الفواد شریف میں حضرت محبوب الٰہی رضؓ کی زبان مبارک سے بیان ہوئے ہیں اس کے سوا اور کتب سیر بھی آپ کی شاہد حال ہیں۔ علامہ قاسم نے تاریخ فرشتہ میں بزمانہ کبر سنی آپ کا دہلی پہونچ کر حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنا اور خرقہ حاصل کرنا بھی لکھا ہے۔ مزار شریف بدایوں میں متصل

شیخ رسول بخش صاحب نے آپ کی تاریخ وفات عجیب صنعت کے ساتھ لکھی ہے

جلال الدین باقر صاحب علم ۔۔۔ ز دنیا راہی ملک بقا شد

سر نامش سر چنداں بہر آحاد ۔۔۔ پے عشرات تضعیفش روا شد

تالش یافتم در چار گونہ ۔۔۔ بدیں ترکیب تاریخش ادا شد

حکیم وجیہہ الدین صاحب۔ آپ قاضی محلہ کے روساء میں سے ہیں نسباً صدیقی ہیں اور فن طب اور علم دین کی تعلیم خاص طور پر حضرت اقدس سے پائی تھی باوجود تعلقات دنیوی بڑے دین دار اور احکام دین کی سختی سے پابندی کرنے والے تھے۔

آپ کے ہاتھ میں شافی مطلق نے برکت و شفا کا خاص اثر رکھا تھا۔ مایوس العلاج مریض آپ کی حسن توجہ سے شفایاب ہوتے تھے۔ آپ مرید باخلاص حضرت سیدی شاہ عین الحق علیہ الرحمتہ کے تھے۔ شعر و سخن سے بھی ذوق تھا۔ وجیہہ تخلص کرتے تھے۔ آپ نے ایک سلام اپنے شیخ کی مدح میں نظم کیا تھا جس کا مطلع و مقطع یہ ہے۔

اسلام ای عاشق رب حمید ۔۔۔ ہادی دیں عین حق عبد المجید

بر وجیہہ خویش از فضل و کرم ۔۔۔ یک نظر فرما کہ مستغنی شوم

ماہ رمضان المبارک ۱۲۹۱ھ میں انتقال ہوا۔ حسب وصیت آستانہ قادریہ میں مدفون ہوئے۔ اولاد آپ کی بدایوں میں موجود ہے۔

حکیم شیخ تفضل حسین صاحب۔ آپ روساء مولوی محلہ سے ہیں۔ علم طب میں حضرت اقدس سے تعلیم پاکر مہارت کامل حاصل کی تھی خصوصاً تشخیص امراض اور ملکہ نبض شناسی میں صاحب کمال تھے۔ لیکن

بقیہ حاشیہ صفحہ

آستانہ حضرت سلطان جی صاحب رحمتہ اللہ علیہ جانب شرق و جنوب بن میں ہے۔

بسبب احتیاط اکثر معالجہ سے احتراز فرماتے تھے - نہایت وسیع الاخلاق متدین۔ متورع تھے اوس کے ساتھ ہی صاحب ثروت بھی تھے ۱۲۹۶ھ ہجری میں انتقال ہوا-

مولوی امانت حسین صاحب دانشمند - آپ شاہ محبوب عالم صاحب کے صاحبزادہ ہیں آپ کا خاندان کئی پشتوں سے دانشمند کہا جاتا ہے۔ شرافت واامارت کو اپنے آغوش میں لیئے ہوئے - مولوی محلہ میں اقامت پذیر ہے۔ آپ نے نہایت ذوق و شوق کے ساتھ طلب علم کی جانب توجہ کی حضرت اقدس سے تکمیل علوم دینیہ فرماکر تبحر حاصل کیا۔ منجانب سرکار مناصب جلیلہ پر نائز ہوئے اور منصفی درجہ اوّل کا عہدہ حاصل کیا۔ کتب بینی اور کتب جمع کرنے کا نہایت شوق تھا۔ اُستادوں زادوں کا نہایت ادب و احترام کرتے تھے - آپ کے صاحبزادے مولوی انوار حسین صاحب مرحوم صدر اعلیٰ (سب جج) تھے۔ آپ کی تاریخ وفات معلوم نہوئی۔ اگرچہ آپ کے خاندان کی تاریخ بھی شائع ہوئی مگر یہ نقص رہ گیا کہ کسی بزرگ کی تاریخ پیدائش و انتقال کا اندراج سہواً نظر انداز ہوگیا۔ طوالع الانوار میں سن وفات ۱۲۸۷ھ درج ہے۔

میاں بہادر شاہ صاحب دانشمند - آپ بھی خاندان دانشمنداں کی رُکن رکین ہیں۔ آپ بدایوں کے مشائخ کرام اور روسا ذو الاحترام میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ کی ذات مجسم برکات تھی آپ سرائے فقیر ہیں جو حضرت شاہ اوجیالے صاحب علیہ الرحمتہ کی نگاہ کرم کی بدولت درانتہا آپ کو پہونچی تھی سکونت رکھتے تھے۔ اب بھی آپ کے اعقاب وہیں سکونت پذیر ہیں۔ آپ بھی حضرت اقدس کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں اور حضرت ؎ شاہ اوجیالے صاحب کی انوار گاہ کے مدت العمر جلوہ افروز رہے۔

؎ حضرت شاہ اوجیالے صاحب رحمتہ اللہ علیہ آپ بدایوں کے متاخرین اولیاء اللہ سے ہیں۔ بفیض باطنی شیخ عبد الجلیل الہ آبادی سے اور اون کے خلیفہ حضرت جان جاناں سے

مولوی شیخ فصاحت اللہ صاحب متولّی بدایونی - آپ بدایوں کے اکابر روساء میں سے تھے مجسم کمال اور سراپا اخلاق تھے۔ مجالس میلاد شریف کے عاشق تھے اور مشتاقانہ اہتمام کے ساتھ ربیع الاوّل شریف میں بارہ دن تک متواتر محافل کیا کرتے تھے اور اکثر روزانہ بہجوم شوق میں ادب و تکریم کے ساتھ خود ذکر شریف پڑھا کرتے تھے آپ کی زبان میں خداوند کریم نے یہہ تاثیر و برکت مرحمت فرمائی تھی کہ روزانہ اہل شہر آپ کا بیان سننے کی تمنا میں آپ کے یہاں شریک محفل ہوا کرتے تھے ۱۲۷۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا - لوح مزار پر (ذاکر جناب رسول ص) کندہ ہے۔

مولوی محمد رضی اللہ صاحب ۱۲۷۵ - آپ قاضی محلہ کے عمائد سے ہیں نسباً آپ شیخ صدیقی ہیں - آپ اپنے زمانہ میں شرافت و نجابت کی زندہ تصویر محاسن و اخلاق کی مجسمہ تنویر تھے ۱۲۷۵ھ میں انتقال فرمایا۔

مولوی غلام حیدر صاحب - آپ صدیقی شیوخ میں سے ہیں - نواح بلند شہر میں آپ کا بہت بڑا علاقہ زمینداری تھا - آپ حضرت تاج الفحول رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں تھے شرف بیعت و تلمذ حضرت اقدس سے حاصل تھا - مروت محبت - ثروت - سخاوت نے آپ کے اوصاف کو عطر مجموعہ بنا رکھا تھا۔ عرصہ دراز تک مناصب جلیلہ پر فائز رہے - ایام غدر میں دولت انگلیشیہ کی خیر خواہی نے آپ کے اعزاز کو اور چمکا دیا - سکونت و قرابت بدایوں میں زیادہ تر محلہ عباسیان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳ آپکو حاصل تھا - آپ محلہ قبول پورہ بدایوں کے پٹھانوں میں سے تھے آپ کے رنگ کی سیاہی نے آپکے روشن ضمیر شیخ کی زبان مبارک سے کالے کی بجاے اوجیالے کا لقب دلوایا - شیخ کے وصال بعد آپ الہ آباد سے بدایوں آگئے اور حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ باطنی کے مشتاق ہوئے سراے فقیر میں سجادہ مشیخت آراستہ کیا اور یہیں وصال فرمایا۔ آپ کے حالات روضۃ الصفا میں مفصل درج ہیں آپ کے وصال کے بعد حسب بشارت آپ کے سجادہ نشین شاہ ولی اللہ صاحب دانشمند بدایونی ہوئے۔

میں اب تک قائم ہے۔ آپ کی ذات نہایت فیض رساں تھی خصوصاً اہل محلہ
سے بکمال شفقت و احسان مسلوک ہوتے تھے۔ ملازمت سے سبکدوش
ہونے پر اپنی زمینداری واقعہ موضع بھنڈولی ضلع بلند شہر میں سکونت پذیر
ہو کر راہی ملک بقا ہوئے۔ آپ کی اولاد بدایوں میں متوطن ہے۔

مولوی سید خادم علی صاحب۔ آپ سادات کرام بخاری سے ہیں
آپ اپنے خاندان بھر میں جو سوتھ محلہ بدایوں میں سکونت پذیر ہے منتخب اور
باعث افتخار سمجھے جاتے تھے۔ آپ علم وفضل زہد و اتقا میں یکتائے روزگار
تھے صاحب باطن اور نسبت قوی رکھنے والے بزرگ تھے۔ حضرت سیّدی
شاہ عین الحق قدس سرہ المجید کے محبوب و مخصوص مریدوں میں تھے اور اپنے
شیخ کے عاشق جاں نثار تھے ۱۲۵۶ھ ہجری میں جب آپ کے پیر و مرشد
حجاج کی برات کے دولہ بن کر روحانی سج دھج کے ساتھ عروس حجلۂ تقدیس
کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ آپ بھی شرف ہمرکابی سے معزز و ممتاز ہوکر
راستہ بھر مستانہ بیخودی کے ساتھ خدمات انجام دے کر خصوصی سعادت سے
بہرہ اندوز ہوئے۔ ایک دن جہاز میں بیٹھے ہوئے شیخ کی قمیص پاک کر رہے
تھے۔ سمندر کے تیز و تند ہوائی جھونکے موجوں کی چادر آب کو اوڑھاتے ہوئے
بار بار جہاز سے ٹکراتے۔ دامان قمیص ہوا میں لہراتے۔ اُس وقت آپ پر ایک
خاص کیفیت طاری تھی۔ اتفاق سے کپڑا ہاتھ سے چھوٹ کر ہوا میں اڑتا ہوا
سمندر میں گر پڑا۔ میر صاحب غایتِ غلبہ حال میں یا شیخ کہکر سمندر میں بلا تکلف
کود پڑے۔ دامن آب سے ہمکنار ہو کر دامن قمیص پکڑ لیا۔ تمام جہاز میں ایک
شور عظیم برپا ہو گیا۔ لوگ جہاز کے کناروں پر مجتمع ہو کر آپ کو افسوس و یاس کی
نظر سے دیکھتے اور آپ کی زندگی سے مایوس ہو ہو جاتے۔ مگر آپ کو گر کر بھی کوئی
خوف و ہراس نہ ہوا افسر جہاز نے حلقے اور رسیاں سمندر میں ڈلوانا شروع
کیں۔ آپ نے ایک رسّی کو مضبوط پکڑ لیا اور اوسی رسّی کے ذریعہ سے مع قمیص

شاداں و فرحاں جہاز پر چڑھ آئے۔ لوگوں میں دوبارہ غوغہ مچگیا اور چاروں طرف سے لوگ آپ کے پاس جمع ہونا شروع ہوئے۔ ہر شخص نے کہنا شروع کیا کہ آپ کو اپنے ڈوبنے اور جان جانے کا ذرا اندیشہ نہ ہوا۔ پھر لطف یہ کہ پانی میں غوطہ بھی نہ لگا۔ آپ نے جواب دیا کہ پیر و مرشد کا کپڑا میرے ہاتھ سے سمندر میں گرے اور میں جان کے خوف سے دیکھتا رہوں۔ اسطرح میں پانی میں گروں اور شیخ وقت ناخدائی نہ کرے یہ کیونکر ممکن ہے جس وقت میں پانی میں گرا ہوں شیخ کا دست تصرف میری کمر میں حائل تھا۔ جس نے مجھ کو یہ بھی تمیز نہ ہونے دیا کہ میں پانی میں ہوں یا خشکی میں تمام جہاز میں اس معرکۂ عظیمہ سے مرشد برحق کے تصرف خاص اور مرید صادق کے اخلاص کی دھوم مچگئی۔ افسر جہاز بھی انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا۔ اسیطرح آپ کے خلوص کے اور واقعات بھی ہیں جو بسبب طوالت درج نہیں کئے جاتے۔ آخر میں آپ کسی ضرورت سے فتحگڈھ ضلع فرخ آباد میں تشریف لے گئے اور مولوی سید نذر علی صاحب مرحوم بدایونی کے یہاں مقیم ہوئے۔ وہیں بعارضہ فالج ۱۲۸۵ھ میں وصال ہوا مزار آبادی سے جانب جنوب فتحگڈھ میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

قطعۂ تاریخ وصال

چوں ز دنیا بدار البقا شد رواں — صاحب ہر کمال خفی و جلی

ملہم غیب سال وصالش بگفت — طالب عین حق میر خادم علی

۱۲ھ۸۵

اسی طرح بہت سے احباب وطن کے اکابر فیضیاب ہوئے۔ خاندان کے اعزا و اقارب جو شرف تلمذ سے بہرہ یاب ہوئے اون کا ذکر سلسلۂ انساب میں آچکا ہے۔ یوں تو آپ کا دریائے فیض ہر طالب کی تشنگی علم کے لئے چشمۂ آب حیات تھا اور تمام طلبا پر محبت کم یکساں اور برابر تھا۔

مگر آپ نے جس خلوص اور خصوص کے ساتھ علامہ اوحد جناب مولانا فیض احمد قدس سرہ الصمد کو تعلیم دی ہے۔ یہ انداز فیض ربانی سب سے انوکھا اور جداگانہ تھا۔ جس کا ظاہری کرشمہ مولانا موصوف کے حلقہ درس کی وسعت تھی کہ ایک جہان بھر کو احاطہ کئے ہوئے تھی جو آپ کے کثیر التعداد شاگردوں کی فہرست سے ظاہر ہے۔ جن کا مفصل تذکرہ رسالہ تحفہ فیض میں ہے۔

مشاغل طبیہ

اگرچہ حضور اقدس کے کمالات ظاہری و باطنی کے بے انتہا مناظر کی موجودگی میں فن طب کا تذکرہ نہ کچھ وقیع ہے نہ کچھ مناسب مگر چونکہ ذات والا کا تعلق کچھ دنوں اس فن شریف سے بھی رہا اور ہزارہا بندگان خدا کو اس ذریعہ سے بھی فیض پہونچا ہے۔ لہذا اون کثیر التعداد واقعات میں سے جو شہرت عامہ کے ہاتھوں مسموع خلایق ہو چکے ہیں چند واقعات کا اظہار کچھ بیجا نہ ہوگا۔ تکمیل طب کے بعد جب دھول پور سے آپ وطن واپس آئے اور مدرسہ قادریہ میں بساط علم پر جلوہ افروز ہوئے۔ شہرت درس نے طلبہ کا ہجوم آپ کے آستانہ فیض کاشانہ پر روزافزوں ترقیوں کے ساتھ کرنا شروع کیا۔ اون کے قیام و طعام کا انتظام۔ کتب و مطالعہ اور دیگر ضروریات کا سرانجام ایک حد تک آپنے برداشت کیا۔ آخر کہاں تک اس بار کو آپ اوٹھا سکتے تھے۔ کوئی تعلقدار یا والی ملک تو آپ تھے ہی نہیں جو ہر شخص کی ضروریات کو آپ پورا کر سکتے مگر دل یہی چاہتا تھا کہ جو کچھ بھی ہو کوئی شخص محروم نہ جائے۔ اسی بڑھتی ہوئی ہمت اور چڑھتے ہوئے ولولے نے یہ خیال پیدا کیا کہ کسی جگہہ کوئی ایسا تعلق اختیار کیا جائے جو معاش کی جانب سے فارغ البالی ہو۔ آخر اسی جستجو میں بارادہ ریاست گوالیار گھر سے عقصد سفر کر دیا۔ گوالیار کے چند ماہ کے قیام میں

سفر بنا

پیشتر سے اثر قائم ہو چکا تھا اور وہاں کامیابی زیادہ دشوار نہ معلوم ہوتی تھی۔ اسی سبب سے وہاں کا ارادہ فرمایا تھا۔ مگر مشیت الٰہی دوسرے طریقہ سے منزل وقار اور کرسی اعزاز پر پہونچانا چاہتی تھی۔ گھر سے روانہ ہو کر آپ متھرا پہونچے۔ شب کو سرائے میں قیام کیا۔ بعد نماز عشا جب مسجد سے سرائے میں واپس آئے سرائے کی ایک کوٹھری میں سے کسی شخص کی مضطربانہ چیخ پکار کی آواز سنائی دی دریافت سے معلوم ہوا کہ ایک مسافر شدت درد سے سخت بیچین ہے خصلت کرم نے اس کے حال زار کی طرف متوجہ کیا۔ اوس کے حجرے میں جا کر حالت ملاحظہ فرمائی۔ علاج کیا دوا عطا فرمائی۔ دست شفا نے اثر دکھایا۔ مریض کا درد جاتا رہا۔ چین سے سویا آپ اپنی فرودگاہ میں آرام فرما ہوئے صبح کو جب نماز کے لیئے مسجد میں آپ تشریف لے گئے۔ رات کے مریض مسافر نے آپ کو دیکھ لیا۔ یہ اطمینان کر کے کہ آپ زیادہ دیر تک مسجد میں مقیم رہیں گے۔ اپنی ضروریات رفع کرنے کے لیئے سرائے سے باہر چلا گیا۔ طلوع آفتاب کے بعد چشم براہ ہو کر آپ کی آمد کا منتظر رہا۔ جس وقت آپ اوراد معمولہ کے بعد مسجد سے باہر تشریف لائے وہ شخص فوراً حاضر خدمت ہوا۔ عرض کیا حضور میں وہی شخص ہوں جس پر رات حضور نے اس درجہ کرم فرمایا تھا کہ مہلک تکلیف سے نجات ملی۔ میں راجہ بنارس کی طرف سے اس امر پر مامور کیا گیا ہوں کہ کسی طبیب حاذق کو تلاش کر کے راجہ کی لڑکی کے علاج کے لیئے اپنے ہمراہ لے جاؤں۔ اسی جستجو میں یہاں آکر شب باش ہوا تھا۔ میری خوش نصیبی ہے یا دختر راجہ کی زندگی میں اضافہ ہونے والا ہے کہ خدا نے حضور کی زیارت کرائی جہاں حضور نے میرے حال پر رحم فرما کر مجھ سے اس جانکاہ تکلیف سے بچایا وہاں میری عرضداشت کو شرف قبولیت بخشا جاوے اور میرے ہمراہ بنارس تک زحمت سفر برداشت کی جائے یہ کہہ کر ایک خلعت جو راجہ نے اپنے

اس معتمد خاص کو صرف اس لیئے دیا تھا کہ جب کوئی حکیم حاذق مل جائے تو بطور شناخت طلب یہ خلعت پیش کردیا جائے - آپ کو نذر گذرانا آپنے معتمد ریاست کی اس سچی ارادت کو دیکھ کر اوس کی دعوت قبول فرمائی اور قصد بنارس کر دیا - راستہ میں تمام حال علالت مریضہ کا معتمد کی زبانی معلوم ہوا - یہاں تک کہ بنارس پہونچے - ہمراہی نے نہایت تکریم و اعزاز سے اول اپنے یہاں آپ کو مقیم کیا - اس کے بعد راجہ سے آپکی حذاقت طب کا حال اس موثر پیرایہ میں بیان کیاکہ والی ریاست بنارس کی عقیدت کامل و پختہ ہوگئی - فوراً ایک مکان جداگانہ معہ خدم وحشم کے آپ کے قیام کے لیئے منتخب کیا گیا دوسرے دن والی ریاست معہ چند امراء و مصاحب کے آپ کی فرودگاہ پر بغرض ملاقات آیا اور لڑکی کی تمام حالت بیان کی - یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سے اطبا اور ڈاکٹر موجود ہیں - ہر شخص لڑکی کی زندگی سے مایوس ہوچکا ہے - ان واقعات نے آپ کو اول تو سخت متفکر کیا - مگر پھر راجہ کا خلوص اور اصرار دیکھ کر حکیم مطلق کی رحمت کے بھروسہ پر آپ نے لڑکی کے دیکھنے کا ارادہ فرمایا - اور بہمراہی راجہ و دیگر عمائد مریضہ کے مکان میں داخل ہوئے - لڑکی کی والدہ جو نہایت ضعیف اور لڑکی کی محبت میں سخت پریشان اور غمزدہ تھی لڑکی کے پاس موجود تھی - آپنے مریضہ کی نبض پر ہاتھ رکھکر تشخیص کامل سے مرض کی حالت پر غور کیا - ضمیر نے دل میں جھنجھلی لی کہ اب مریضہ کا کام تمام ہوچکا دوا اثر پذیر ہوگی علاج کرنا فضول ہے - آپکو بھی اُسکی زندگی سے مایوسی ہوئی - مگر لڑکی کے والدین کی تسلّی و تشفی کے لیئے اون سے کہا کہ حالت اسقدر نازک ہے کہ اب کوئی دوا جو روزانہ دیجاتی ہے ہرگز سودمند نہوگی البتہ ذرا سی خاک میرے پاس ہے انشاءاللہ اُس سے آرام ہوجاویگا لیکن اگر آپکو نقصان پہونچنے کا احتمال ہو تو ہرگز استعمال نکریں ضعیفہ ماں محبت کے جوش میں فوراً رو کر کہنے لگی کہ خواہ کچھ ہو آپ وہ خاک ہی دیدیجیے اسکے بعد آپ قیامگاہ کو واپس آئے اور اس معتمد خاص کو

جو پیشتر سے بندۂ عقیدت تھا ایک چٹکی بھر خاک کاغذ کی پوڑیہ میں دیدی اور دربار الٰہی میں جبین نیاز رکھ کر ملتجیانہ حصول عزت کی التجا کی۔ ناکامی کی تخیلات دامنگیر ہوئے کہ فوراً یہاں سے رخصت ہونا چاہیئے ورنہ ندامت مآل کار گریباں گیر ہوگی۔ اسی تحیر میں موقع تنہائی کو غنیمت جان کر آپنے سامان سفر درست کیا۔ استخارہ کی نسبت کی شبیہہ مثالی اکابر طریقت کی پیش نظر ہوگئی۔ قلب میں طمانینت وتقویت کے آثار ظہور پذیر ہوئے وہاں وہ معتمد ریاست اس خاک کو اس خیال سے کہ اگر محض اسی حیثیت سے یہ پوڑیہ دی جائے گی تو والی ریاست کی نگاہوں میں کیا قدر و منزلت ہوگی۔ ایک مکلف صندوقچہ میں نہایت احتیاط کے ساتھ بند کرکے لیگیا۔ تیمار دار رانی نے بلا تامل فرط عقیدت سے مریضہ کو وہ خاک پلادی۔ حلق سے اترتے ہی خاک نے اکسیر کا رنگ دکھایا شافی مطلق کی شان جان بخشی نے جلوہ نمائی کی۔ آثار صحت ظاہر ہونا شروع ہوئے۔ مریضہ کو استفراغ کی آمد ہوئی نرگس بیمار چشم نیم باز کی صورت کشادہ ہوئی۔ فوراً خدام ریاست اطلاع کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مریضہ کے روبہ صحت ہونے کی خبر دی۔ آپ دوبارہ پھر تشریف لے گئے حالت میں کچھ عجیب وغریب تغیر دیکھکر شکر باری ادا کیا۔ ادویات سے علاج شروع کردیا۔ ایک ہفتہ میں مریضہ نے مرض سخت سے نجات پائی۔ تمام ریاست میں دھوم مچگئی۔ اطبا و معالج اس عجیب وغریب علاج سے غرق تحیر تھے۔ اراکین وعمائد ریاست نیازمندانہ عقیدتمندی کے ساتھ آپ کے حسن معالجہ پر فریفتہ ہوگئے والی ریاست نے خاطر و مدارات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور آپ کی خدمات کو ریاست کے لیے عموماً آپ سے طلب کیا آپ اس شرط پر کہ موجودہ اطبا جو ریاست کے ملازم تھے بدستور رکھے جائیں۔ قیام منظور فرمایا۔ راجہ نے علاوہ مصارف مصاحبت ساڑھے تین سو

روپیہ ماہوار آپ کے ضروری اخراجات کے لیئے مقرر کیئے۔ اس سلسلہ میں ایک سال کے قریب آپ بنارس میں مقیم رہے اور صدہا بندگان خدا کو اس حیلہ جمیلہ سے فیض عظیم پہونچا۔ صبح کے وقت حاجتمندوں کی مراد براری اور تشخیص امراض میں آپ مشغول رہتے اوس کے بعد وہاں بھی سلسلہ درس کا اجرا فرماکر طلبہ کو تعلیم دیتے۔ بنارس سے ترک تعلق کے بعد اس فن سے بھی قطع تعلق کر لیا۔ لیکن نہ اس طرح کہ کوئی مایوس العلاج آپ کے آستانہ شفا منزل پر آکر محروم چلا گیا ہو۔ بلکہ صرف طبیب کی حیثیت سے اس کے بعد کوئی علاج نہیں کیا۔ اب جو علاج ہوتے تھے وہ درویشانہ رنگ میں ہوتے تھے اور جو چیز ہاتھ لگ گئی وہ ہی مریض کو بتا دی۔ جس زمانہ میں آستانۂ معلی یعنی درگاہ مجیدیہ کی تعمیر جاری تھی اور آپ زیادہ تر وہیں رہتے تھے روزانہ مریض متلاشی پہونچ جاتے۔ آپ کسی کو چونہ۔ کسی کو اینٹوں کی کترپں اوٹھا دیتے۔ دست شفا سے قدرت الٰہی کی نیرنگیاں ظاہر ہوتیں۔ مریض شفایاب ہوتے جناب مولانا حکیم سراج الحق صاحب جو وہیں حاضر خدمت رہ کر علوم ظاہری حاصل کرتے تھے اور فن طب میں بھی دستگاہ کامل حاصل کر چکے تھے یہ کرشمہ سازیاں دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے آخر آپ نے بھی ایک دن یہ سوچکر کہ اگر اس پاک درگاہ کی اینٹوں اور مٹی میں مادّہ شفاء دربار ایزدی سے ودیعت رکھا گیا ہے تو میں بھی اس ترکیب کو استعمال کروں اتفاق سے فوراً ہی ایک مریض پہونچ گیا۔ اس وقت حضرت اقدس کسی گوشۂ درگاہ میں مشغول وظائف تھے۔ چونہ اوٹھا کر مریض کو دیا اور اسی طریقہ سے جیسا کہ دیکھ چکے تھے ترکیب استعمال بتا دی۔ مریض کو اس علاج سے سخت ضرر پہونچا۔ دوسرے روز پھر مضطربانہ حاضر ہوئے۔ حضرت اقدس سے حکیم صاحب کی شکایت کی حکیم

صاحب نے جو حاضر خدمت تھے عرض کیا کہ جس طرح حضور کو دیکھا تھا اوسی طرح میں نے بھی عمل کیا۔ آپ نے فرمایا حکیم صاحب آپ نے نسخہ تو صحیح تجویز کیا لیکن ترکیب بتانے میں غلطی کی اور خود مریض کو اپنے ہاتھ سے وہی چونہ اوٹھا کر دیا اور فرمایا کہ آج اسی کو اس طرح استعمال کرنا۔ مریض تو اچھا ہو گیا۔ مگر حکیم صاحب کو آپ نے ہدایت فرمائی کہ میاں تم اپنے کتابی نسخہ مریضوں کو لکھا کرو۔ میں تمہاری کتابوں کا پابند نہیں ہوں۔

یہ ایک انعام الٰہی ہے۔ صحت و شفا خدا کی طرف سے ہے۔ جس کی قسمت میں شفا ہوتی ہے۔ خدا میرے ذریعہ سے اوسکو شفا عطا کر دیتا ہے۔

ایک مرتبہ مرض وبائی کی کثرت شہر میں ہوئی۔ ہزاروں جانیں ہیضہ سے تلف ہو گئیں۔ اکثر اطبار شہر جو آپ کے ہی زلہ ربا تھے۔ دوا کرتے کرتے عاجز آ گئے اور خود بدولت بھی مریضوں کے ہجوم سے پریشان ہونے لگے تو حاضرین سے فرمایا۔ جمعہ کے دن جب ہم درگاہ شریف جائیں راستہ میں یاد دلایا جاوے چنانچہ حسب معمول جمعہ کو جب ختم کلام مجید کے لیے آپ آستانہ مجیدیہ کو مدرسہ عالیہ سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں تمام درختوں اور نباتات پر نظر فرماتے جا رہے تھے۔ قریب درگاہ معلّی ایک باغ میں جہاں امرود (سفری) کے بہت سے درخت تھے۔ آپ نے ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ شہر میں اطلاع کر دیجائے۔ جو شخص ہیضہ میں مبتلا ہو وہ صرف اس درخت کے پتے لے جائے۔ اور اوس کا جوشاندہ مریض پر استعمال کرے سیکڑوں مریضوں نے اس طرح شفا پائی کثرت سے لوگ اس واقعہ کے چشم دید شاہد اس وقت بھی بدایوں میں موجود ہیں اور آپ کا یہ علاج مشہور زمانہ ہے۔ بالکل ایسے ہی ایک واقعہ کی شہادت ایک شخص جو معززین بلند شہر سے ہیں دیتے ہیں کہ وہاں بھی ایک مرتبہ ہیضہ کی شدت تھی آپ دہلی کے قصد سے

بلند شہر میں دو چار روز کو مقیم ہوئے تھے اور آپ کی اطلاع شہر میں ہوتے ہی لوگ دعا و دوا کی خاطر حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے جنگل میں جاکر ایک درخت کے پتوں کے استعمال کا حکم دیا۔ اور وہاں بھی سیکڑوں نے اس مرض سے نجات پائی۔

ایک مرتبہ آپ معہ خدام تشریف لئے جارہے تھے۔ جس وقت شفاخانہ کے سامنے گذر ہوا۔ خلاف معمول لوگوں کا اژدھام کثیر دیکھا دریافت فرمایا کیا معاملہ ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ایک شخص کی ران میں درد ہے۔ کئی ہفتہ سے اس مصیبت میں مبتلا ہے۔ کسی علاج سے کچھ افاقہ نہیں ہوتا۔ آج بمشورہ ڈاکٹر مریض کا پیر کاٹا جائے گا۔ مریض کے اعزا و اقارب یہ سن کر کہ خود بدولت دریافت حال فرمارہے ہیں غمگین و ملول حاضر خدمت ہوئے۔ سرنیاز پائے اقدس پر رکھ کر بہ کمال تضرع عرض کیا کہ مریض کی تکلیف شبانہ روز دیکھی نہیں جاتی آج مجبور ہو کر پیر قطع کرانے کا ارادہ کرلیا ہے۔ لوگ تماشائی جمع ہیں۔ آپ نے کلمات تسکین ارشاد فرمائے اور ہمراہیوں سے کہا کہ آخر ایسا کیا مرض ہے کہ خواہ مخواہ پیر کاٹا جاتا ہے۔ جس وقت آپ مریض کے بالیں پر پہونچے ڈاکٹر کو موجود پایا۔

بیمار کی بیچینی و اضطراب دیکھ کر خود بھی بیچین ہوگئے۔ ڈاکٹر سے فرمایا کہ کیوں غریب کو زندگی میں اس درجہ سخت تکلیف میں مبتلا کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ سول سرجن نے کہا بغیر ٹانگ کاٹے ہوئے یہ درد نہیں جاسکتا۔ آپ نے فرمایا کہ بغیر پیر قطع کئے آرام ہوجائے تو آپ ہماری طب کے قائل ہوجائیں گے۔

ڈاکٹر نے ہنس کر کہا کہ طب یونانی کو اس علاج میں کیا دخل اگر آپ کی دعا جیسا کہ مشہور ہے کچھ اثر دکھائے تو یہ دوسری بات ہے۔ آپ نے فرمایا

اچھا ہم جہاں بتائیں آپ ہڈی میں سوراخ کر دیں۔ ڈاکٹر نے آپ کا کہنا قبول کیا۔ آپ نے ایک مقام پر انگلی سے نشان کیا کہ اس جگہ ہڈی میں سوراخ کر دیا جائے ڈاکٹر نے فوراً انگریزی بہ سے ہی عمل کیا وہیں احاطہ شفاخانہ میں سے ایک گھاس اکھیڑی اور اپنے ہاتھوں میں گھاس کو دباکر اور ملکر عرق نکالا اوسکے بعد ڈاکٹر سے کہا کہ اس عرق کو سوراخ کے اندر پہنچائے جسوقت عرق اندر پہنچا دو منٹ نہ گذرے تھے کہ سوراخ کی اندر سے سیکڑوں بھنگے نکلنا شروع ہو گئے۔ ڈاکٹر یہ جلد بلد کرشمہ دیکھ کر متعجبانہ نگاہوں سے بار بار آپ کے چہرے پر نظر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جناب یہ ہرگز انسانی عقل اور طب کا کام نہیں۔ تمام لوگ بھی غرق حیرت تھے۔ تھوڑی عرصہ میں ہزار ہا بھنگے سوراخ کی راہ سے نکل گئے مریض جو شدّت درد سے تڑپ تڑپ کر کروٹیں بدل رہا تھا یک بیک محو خواب ہو گیا۔ دوبارہ آپ نے ایک اور گھاس کا عرق جب بالکل بھنگوں کا نکلنا بند ہو گیا سوراخ میں ڈلوایا۔ سوراخ مندمل ہو گیا اور مریض چند دن میں شفاخانہ سے صحت پاکر اپنے گھر کو واپس گیا۔

ایک مرتبہ ایک بدایوں کے رئیس نصرت خاں نامی نہایت پریشانی اور ناکامی کے عالم میں حاضر مدرسہ ہوئے اون کی اہلیہ عرصہ سے سخت بیمار رہتی خاں صاحب کو اپنی بیوی سے حد درجہ انس و محبت تھی۔ جس وقت حضرت اقدس کی صورت دیکھی قدمبوسی کو جھکے قدموں پر گرتے ہی ضبط گریہ نہ ہو سکا زار زار رونا شروع کیا۔ آپ نے بدقت اون کو اوٹھایا۔ سبب گریہ و بکا دریافت کیا۔ عرض کیا حضور خاکسار کی زوجہ عرصہ سے بیمار رہتی۔ آج اوس کی نزع کی سی حالت ہے۔ اگر حضور ایسے وقت پر غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمانے کی تکلیف گوارا فرمائیں تو ہر طرح موجب برکت ہوگا۔ آپ بکمال شفقت و کرم خاں صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ جس وقت مکان پر پہونچے پاس اندر سے

عورتوں کے نوحہ وبکا کی آوازیں آرہی تھیں۔ معلوم ہوا کہ مریضہ کا کام تمام ہوگیا۔ خانصاحب تو یہ سنتے ہی چیخ مارکر قریب تھا کہ زمین پر گر پڑیں۔ لیکن اوس جان کرم کے تلطف آمیز ہاتھ دستگیری کے لیے بڑھے زبان سے ارشاد ہوا کہ خاں صاحب مرد کو ثابت قدم رہنا چاہیئے۔ صبر واستقلال سے کام لینا چاہیئے۔ کلمات تلقین کے ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ ممکن ہے اس وقت غشی یا سکتہ کا عالم ہو۔ مجھے بلاکر لائے ہو تو پردہ کراکر مریضہ کا حال تو دکھا دو۔ خاں صاحب نے پردہ کرایا عورتوں نے شور مچایا کہ مردہ عورت کو کوئی بھی طبیب کو دکھاتا ہے۔ مگر خاں صاحب کے حسن اعتقاد نے سبکو خاموش کیا۔ آپ مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ مریضہ کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہی فرمایا کہ خاں صاحب یہ تو بفضلہ تعالےٰ زندہ ہے اور انشا اللہ تعالےٰ تھوڑے عرصہ میں افاقہ ہوجائے گا۔ یہ کہہ کر باہر تشریف لائے اور چند خذف ریزے منگائے۔ خاں صاحب سے فرمایا کہ اونکو جوش کرکے پانی جس طرح ممکن ہو فوراً مریضہ کے منھ میں ڈال دو۔ اور بعد کو جو حالت ہو اوس کی اطلاع ابھی مجھے کرو۔ خاں صاحب تو دوا میں مشغول ہوئے اور آپ وہیں ایک خانقاہ میں تشریف لے گئے۔ صاحب مزار کی فاتحہ پڑھی مراقب ہو کر خدا معلوم خدا سے لو لگائی یا دربار رسالت تک دعائے اجابت طلب پہونچائی۔ اس عرصہ میں خانصاحب شاداں وفرحاں چہرہ سے مسرت کا رنگ نمایاں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضور مریضہ کے ہوش وحواس بالکل درست ہیں۔ آپ دولت سرا کو واپس ہوئے۔ خاں صاحب نے دامن دولت سے رشتہ ارادت مضبوط باندھا داخل سلسلہ ہوئے۔

جناب نواب محمد ظہور علی خاں صاحب مرحوم رئیس دھرمپورہ چھلال خاں ہوئے ہیں خاندانی رئیس اور نہایت باوقار شخص تھے بعارضہ چند اہم مبتلا ہوئے۔

ہر قسم کا علاج کیا۔ ہزاروں روپیہ صرف کیے مگر ازالہ مرض نہ ہونا تھا نہ ہوا آخر مایوس ہو کر علاج سے دست کش ہو گئے۔ لیکن آپ کے بڑے بھائی جناب نواب محمد وزیر علی خاں صاحب مرحوم رئیس اعظم دان پور بھائی کو اس حال میں دیکھ کر بہت ہی مضطرب الحال تھے اور جہاں تک ممکن ہوتا کوشش کیے جاتے تھے۔ آپ کو حضرت اقدس سے بے انتہا عقیدت تھی۔ جب کسی جگہ سے مراد براری نہ ہوئی تو بدایوں آئے۔ چونکہ مخلصان خاص اور محبان سراپا اختصاص سے تھے نہایت منت و اصرار سے حضرت اقدس کو دھرم پور لے گئے اور بھائی کی حالت زار دکھلائی آپ نے اون کی تسلی و تسکین فرمائی۔ دونوں بھائی ذی حوصلہ رئیس تھے سمجھے کہ نہ معلوم کیسی بیش قیمت ادویات سے علاج ہو گا۔ عرض کیا کہ حضور ادویات کا خیال نہ فرمائیں جو دوا جہاں سے ملیگی وہاں سے فوراً طلب کی جائے گی۔ آپنے فرمایا کہ میں جو دوا تجویز کروں گا آپ خود دیکھ لیں گے۔ نواب صاحب کے مکانات کے نزدیک ہی کھیت تھے۔ آپ نے ایک کھیت میں جو کپاس کا تھا۔ بہت سے درخت اکھڑوائے اور فرمایا کہ بس یہی گھاس یعنی کپاس آپ کے علاج کے لیے کافی ہے اور فوراً شربت اور عرق وغیرہ طیار کرایا۔ اس علاج سے بعطائے ذو الجلال مرض کا زوال اور استیصال ہوا۔ اور تمام عمائد و روساء بلند شہر میں آپ کے کمال فیض رسانی کی شہرت ہو گئی اس وقت سے برابر روساء دان پور اور دھرم پور کو آپ کے خاندان کے ساتھ عقیدت رہی اور جناب مولانا حکیم سراج الحق صاحب مرحوم کو مدت العمران عالی ہمت روساء نے اپنے دار الریاست سے جانے نہیں دیا۔

ایک مرتبہ مولوی سدید الدین صاحب شایق عباسی مرحوم نے کسی غلطی سے دبقول اون کے بعض احباب جلسہ کے) سنکھیا کھالی۔ فوری اثر نے

طبیعت کا رنگ دگرگوں کرنا شروع کیا۔ احباب نے دریافت کیا جب اصل حالت معلوم ہوئی جلدی سے مدرسہ عالیہ قادریہ میں لے کر آئے۔ گیارہ بجے دن کا وقت تھا۔ آپ ایک چارپائی پر استراحت فرما تھے۔ حضرت تاج الفحول قدس سرہ رومال سے مگس رانی فرما رہے تھے۔ شایق مرحوم نے آگے بڑھ کر لڑکھڑائی زبان سے آداب عرض کیا جسوقت کان میں سلام کی آواز پہونچی فوراً گلابی چہرہ دمکنے لگا۔ اور کسی قدر غصہ کے ساتھ جلال انگیز لہجہ میں سلام کا جواب دے کر فرمایا۔ ہیں یہ کیا حرکت۔ آپکے سامنے کسی کو جراءت کلام تو کبھی ہوتی ہی نہ تھی۔ خاصکر جلال کی حالت میں کون جواب دیتا۔ شایق مرحوم تو کانپ گئے۔ پسینہ آگیا تھوڑی دیر سکوت کا عالم رہا۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا کوئی ہے۔ حضرت تاج الفحول نے معمول کے موافق فوراً عرض کیا (عبدالقادر)، ارشاد ہوا دیکھو دروازہ کے باہر دیوار کے قریب ایک فلاں صورت و شباہت کی گھاس ہوگی اس کو توڑ لاؤ۔ حضرت مولانا بھی حیران ہیں کہ آج نمعلوم شایق سے کیا بے عنوانی ہوئی ہے نہ اونھوں نے کچھ عرض کیا نہ خود بدولت نے کچھ دریافت فرمایا ہے جس گھاس کا پتہ دیا تھا لا کر حاضر خدمت کی یہ وہ زمانہ ہے کہ حضرت اقدس کی ظاہری روشنی چشم ظاہربین نگاہوں سے غائب ہو چکی تھی۔ گھاس ہاتھ میں لیکر کچھ حصہ پھینکدیا باقی کا ہاتھ سے دبا کر عرق نکالا اور شایق مرحوم کو قریب بلا کر عرق منہ میں چوآیا۔ ذرا دیر نہ گذری تھی کہ وہیں مدرسہ میں استفراغ ہونا شروع ہوا۔ دو تین دست بھی آئے فوراً زہر کا اثر جاتا رہا دوبارہ زندگی پائی۔ عرصہ تک عروس زلیست سے ہمکنار رہے۔ عرصۂ دراز کے بعد پیک اجل نے خلوت مزار میں گھوارۂ استراحت درست کیا۔ عرصہ تک علیل رہ کر انتقال فرمایا درگاہ عالی میں مدفون ہوئے۔ ۲۶ رجب المرجب ۱۳۲۶ھ سال وفات ہے۔ ایک مرتبہ چند خاکروب چارپائی کی ڈولی بنا کر ایک مریضہ عورت کو لائے سڑک پر مدرسہ عالیہ سے باہر ڈولی کو رکھدیا مریضہ کیحالت یہ تھی کہ تمام

جسم سوکھ کر کانٹا سا ہوگیا تھا۔ بجز استخواں گوشت بدن پر باقی نہ تھا۔ بظاہر امید
زیست منقطع ہوچکی تھی۔ مگر ذات گرامی صفات تو غریبوں کا سہارا ناامیدوں
کا ملجا و ماوی تھے۔ ہر شخص یہ جانتا تھا کہ اوس ابن غنی کے در سے کوئی خالی
ہاتھ پھرتا ہی نہیں ہے۔ ارذل طبقہ کے بیکس غریب خاکروب صرف اسی
امید پر کہ شاید نگاہ کرم ہو جائے قریب المرگ عورت کو لے کر حاضر ہوئے
جس وقت آپ حرم سرا سے برآمد ہوئے۔ غریب بھنگی دور سے گڑگڑا کر
زمین پر گر پڑے۔ آپ کو اون کے حال زار پر نہایت ترس آیا۔ قریب آکر
مریضہ کی حالت کو دیر تک بغور ملاحظہ فرماتے رہے۔ یکایک لب جاں بخش پر
تبسم کی جھلک جلوہ ریز ہوئی۔ فرمایا اچھا کل مریضہ کو قبل طلوع آفتاب لے کر
آنا لیکن فلاں راستہ سے شہر کے باہر باہر لانا اور ڈولی پر پردہ نہ ڈالنا
دوسرے روز علی الصباح خاکروب حسب الارشاد مریضہ کو لے کر حاضر ہوئے
دوسرے دن آپ نے پھر بغور حالت کو دیکھا اور فرمایا کہ آج تو اور ہم
نسخہ نہیں لکھتے کل پھر اسی راستہ سے اسی طرح لے کر آنا۔ تیسرے دن
بھی مہتر حسب ارشاد عورت کو لے کر حاضر آستانہ ہوئے تیسرے روز بھی
کوئی دوا نسخہ نہ فرمائی اور یہ کہا کہ روز آیندہ بھی اسی طریقہ سے لے کر
آنا۔ غرض ایک ہفتہ تک یوں ہی روزانہ عمل کرایا۔ اس ہفتہ بھر میں
مریضہ کی حالت اس قدر رو بصحت ہو چلی تھی کہ بلا سہارے چارپائی پر
اٹھ کر بیٹھ جاتی تھی۔ آٹھویں روز ارشاد ہوا کہ کل جب آؤ تو راستہ میں دو
چار قدم مریضہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر چلانا۔ خاکروب روزانہ تعمیل حکم کرتے
رہے اور اسی امید میں رہے کہ شاید کچھ دوا تبادی جائے۔ پندرھویں دن
مریضہ میں اتنی سکت آگئی تھی کہ خود آہستہ آہستہ چل کر مدرسہ شریفہ تک آگئی۔
اوس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اچھا اب تمہیں صحت ہوگئی۔ یہاں آنے کی ضرورت
نہیں روزمرہ شہر سے باہر صبح کو تھوڑی دور ٹہلا کرو۔

مریضہ کا یوں خود بخود بغیر کسی علاج کے صحت یاب ہو جانا۔ ہر شخص کو متعجب کرنیوالی
بات تھی بعض خدام نے جرات کر کے عرض کر ہی دیا کہ حضور نے اس قدر
عرصہ تک روزانہ حاضری کا حکم مریضہ کو دیا لیکن کوئی دوا تجویز نہ فرمائی۔
نہ بظاہر زبان مبارک سے دعائیہ کلمات کا اظہار رہا۔ آخر خود بخود نیم مردہ
کا تندرست ہو جانا کوئی راز ضرور ہے۔ آپ نے مسکرا کر جواب دیا کہ دراصل
یہ عورت کسی انگریز کی ملازمہ تھی اور کھلے میدانوں میں ہوا کھانے اور ٹہلنے کی
عادی تھی اپنے مکان پر آکر بیمار ہو گئی اور وہ عادت ترک ہو گئی جس کے سبب سے
مرض نے اور بھی ترقی کی ہم نے دیکھا کوئی مرض سخت اس کو لاحق نہیں یہی
عمل سمجھ میں آیا۔ خدا نے اس کو اچھا کر دیا۔
ایک مرتبہ مولوی سعید بخش صاحب قادری مرحوم جو روسا محلہ سوتھ بدایوں
سے تھے اور خاندان حضرت اقدس کے آخر دم تک شیفتہ و فریفتہ رہے
ان کی اہلیہ محترمہ حالت حمل میں سخت علیل ہو گئیں۔ مدت حمل پوری ہو چکی
تھی لیکن بچہ پیدا نہ ہوتا تھا تمام خاندان سخت پریشان تھا۔ اطبا علاج سے
جواب دے چکے تھے۔ ڈاکٹر نے قطعی فیصلہ کر دیا تھا کہ بچہ رحم کے اندر مر چکا ہے
بغیر عمل جراحی (نشگاف) کے بچہ کا باہر آنا غیر ممکن ہے۔ ایسی حالت میں مریضہ
کی جان جانے کا بھی سخت اندیشہ تھا۔ ان مصائب جانکاہ سے مولوی
سعید بخش صاحب مرحوم کو انتہا درجہ کی پریشانی تھی۔ جب تمام تدابیر
ظاہری سے قطع امید ہو گئی تو حاضر خدمت ہوئے۔ تمام حالت عرض کی
فرمایا ہم مریضہ کی نبض دیکھنا چاہتے ہیں اور مولوی صاحب کے مکان پر
تشریف لے گئے۔ مولانا حکیم سراج الحق صاحب بھی ہمرکابی میں حاضر
تھے۔ حکیم صاحب بھی جو پہلے سے معالج تھے یہ قیاس قائم کر چکے تھے کہ
شاید بچہ رحم مادر میں فوت ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر کو بھی بلوا گیا۔ ڈاکٹر نے آپکے
سامنے بھی اپنی وہی رائے ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا کہ دونوں کی رائے

صیح نہیں ہے۔ بچّہ بفضلہ زندہ ہے۔ رحم کے اندر پھوڑا ہوگیا ہے جسکی وجہ سے باہر آنے میں دشواری ہے یہ فرماکر حکیم صاحب سے کہا کہ آپ نے غالباً اب فلاں فلاں ادویات تجویز کی ہونگی۔ گویا حکیم صاحب کی طرف سے خود ہی ادویات تجویز فرمائیں اور اپنے سامنے دوا پلاکر مولوی سعید بخش صاحب اور حکیم صاحب سے فرمایا کہ فوراً باہر چلو اور جلدی سے مکان سے باہر آئے۔ ہنوز دروازہ سے باہر تشریف نہ لائے تھے کہ جیتا جاگتا بچّہ پیدا ہوگیا اور پھوڑے سے مواد فاسد بھی خارج ہوا۔ وہ بچّہ خدا کے فضل سے اب بوڑھا ہونے کو آیا اور بہت سے اپنے بچّوں کو اور اپنی اولاد کی اولاد کو گہوارہ ریاست میں کھلا چکا۔ یہ سارا واقعہ میرے عم طریق جناب مولوی ستار بخش صاحب قادری کی ولادت کا ہے۔

غرض اسی طرح اگر آپ کے روزانہ کے واقعات پر نظر ڈالی جائے تو ہزاروں ایسے واقعات معلوم ہوں گے جس سے عقل انسانی عاجز ہے۔ اور سیکڑوں عجیب وغریب قصے صرف آپ کے کمالات طبیہ کے متعلق مشہور ہیں دراصل آپ صاحبِ تاثیر تھے جو زبان سے کہدیا وہ ہوکر رہا۔

حضرت مولانا رومی علیہ الرحمتہ نے ایسے ہی باکمال حضرات کی نسبت مثنوی شریف میں فرمایا ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

مردوں کو زندہ کرنا۔ مردہ دلوں کو حیات جاوید عطا کرنا۔ خاصانِ خدا کے دست تصرف میں شان قدوسی کی طرف سے دیدیا گیا ہے۔

علائق دنیوی

بنارس سے سلسلۂ تعلق ترک کر کے جب پھر آپ وطن تشریف لائے اور
آپ کی خداداد قابلیت نے وطن کی چاردیواری سے نکل کر شہرت و ناموری کی
علمی سبزہ زاروں کی گلگشت شروع کی۔ حکام وقت اور والیان ملک نے قدردانی
اور مرتبہ شناسی کے اظہار کے لیئے دست طلب بڑھانا شروع کر دیئے اور آپکی
خدمات کو سرکاری کاموں کی انجام رسی کے لیئے مانگنا چاہا۔ آپ نے کچھ دنوں
محکمہ افتا جو اوس وقت گورنمنٹ میں قائم تھا اور بطور مفتی کے علماء کو عہدہ دیئے
جاتے تھے اکو اپنے کلک انصاف جو کی روشنائی سے فروغ بخشا۔ اسی
دوران میں ریاست دکن سے محکمۂ قضا کی صدارت کا حکم آیا آپنے اول الذکر
صیغہ سے دست بردار ہو کر ریاست کو روانگی کا تہیہ کر لیا مگر بعد مسافت کے لحاظ
سے وہاں بھی جانا پسند نہ فرمایا اور حاکم ضلع کو اپنی کچہری میں عہدہ جلیلہ
سررشتہ داری کے لیئے کسی معزز و ممتاز فائق الاقران و العلم کی تلاش ہوئی۔
ضلع بھر میں اس قابلیت کا کوئی شخص موجود نہ تھا۔ ہر پھر کر آپ پر ہی نظر پڑتی
تھی۔ آخر بکمال اصرار آپ کو رضامند کیا گیا۔ اس وقت ضلع کا صدر مقام سہسوان
تھا۔ جہاں اب تحصیل و منصفی کی دو کچہریاں موجود ہیں۔ آپ بدایوں سے سہسوان
تشریف لے گئے۔ اور غالباً ساڑھے تین سال تک آپ نے جوہر ذاتی سے حکام
وقت کو اپنا گرویدۂ لیاقت بنائے رکھا۔ شیخ محمد افضل بدایونی آپ کی نیابت میں
کام کرتے تھے۔ جب تک آپ سہسوان اس سلسلہ میں قیام پذیر رہے۔ خوان
کرم ہمیشہ کشادہ رہا۔ صبح سے شام تک باورچیخانہ گرم رہتا تھا مطبخی کو حکم تھا کہ
جس وقت کوئی اہل وطن صادر و وارد ہو اوس کو فوراً کھانا کھلایا جائے۔

اہل معاملہ اہل قرابت کو جو کثرت سے روزمرہ تصفیہ مقدمات کے لیئے سہسوان جاتے آتے رہتے تھے بلا تکلف آپ کے یہاں مقیم رہتے اور مہمان ہوتے۔ پوری تنخواہ مصارف مہماں نوازی میں صرف ہو جاتی۔ بعض اوقات خرچ کیلیئے مکان سے بھی کچھ طلب کر لیا جاتا۔ درس و تدریس کا سلسلہ وہاں بھی برابر جاری رہتا اکثر سہسوانکے علم دوست شرفا کو آپسے اور آپکے تلامذہ سے شرف تلمذ حاصل تھا اور جب آپنے اس سلسلہ سے بھی قطع تعلق کیا۔ مدرسہ عالیہ میں مستقل طور پر حلقہ استفادہ کا اجرا فرمایا۔ برابر اہل سہسوان تحصیل علم کی دھن میں بدایوں آتے رہتے اور حضرت تاج الفحول اور مولانا فیض احمد صاحب کی شاگردی کا فخر حاصل کیا۔ مشائخانہ سیاحی میں جب زیادہ تر قیام حیدر آباد دکن میں (جہاں کی باطنی خدمت سرکار غوثیت مآب کی جانب سے آپ کے سپرد تھی) ہوا۔ نواب آصف جاہ خلد مکانی اور تمام امراء و اراکین ریاست کو آپسے عقیدت و ارادت ہوئی آپ کے مصارف کے لیئے عالیجناب نواب محی الدولہ بہادر خاص مصاحب حضور نظام سابق جنت آشیانی نے کوشش کر کے سترہ روپیہ یومیہ مقرر کرائے۔ لیکن اوسی زمانہ میں چند مریدین حضرت زبدۃ العرفا حافظ محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب سجادہ خانقاہ خیرآباد تقرر یومیہ کی کوشش اور فکر میں تھے۔ اکثر قائز خدمت ہوا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو مغموم و کبیدہ خاطر دیکھ کر اپنی علو ہمتی سے اوس یومیہ میں سے چھ روپیئے یومیہ ان کے نام فرما دیئے اور مستقل طور پر خانقاہ خیرآباد کے لیئے یومیہ منتقل کرا دیا۔ اس وقت سے یہ یومیہ اب تک گیارہ روپیہ روزانہ کے حساب سے ریاست فرخ نگر و حیدر آباد سے برابر جاری ہے۔ جس کی تعداد سرکاری سکہ سے دو سو ساٹھ روپیہ ماہوار کے قریب ہوتی ہے۔

ذوق عرفاں

منزل قرب کے خلوت نشین نورانی وجود حریم قدس کے پردہ بردار روحانی ہستیوں والے جب عالم ارواح سے گلشن امکان کی گلگشت کے لیے بھیجے جاتے ہیں اوّل بادۂ الست کے تند و تیز ساغر میخانۂ قدم کی وحدت نگار کشتیوں میں سجا کر ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں یہ حدوث پسند متوالے میناے حقیقت اساس کی سج دھج سے آنکھیں ملاتے ہی کیف بیخودی سے مخمور ذوق حق شناسی سے سرشار ہو کر ترنگ خمار میں ساقی ازل کا طواف کرتے ہوئے قالو بلیٰ کے خوش آیند ترانے میثاق آفریں لے میں گانے لگتے ہیں۔ اس کے بعد تنزیہہ کے نزہت محل سے تشبیہہ کے شبہات افروز تماشاگاہ میں آتے ہیں خلوت وحدت کی فرد ادائیں جلوت کثرت کی نیرنگ سازیاں رفتہ رفتہ دل سے محو کرنا شروع کرتی ہیں۔ لیکن جلوۂ وجوب کی دلکش تجلیاں مجلس امکاں میں درخشاں ہو ہو کر ان وار افتادگانِ جادۂ مقصود کو اپنی کشش نورانیت سے اپنی طرف کھینچتی ہیں کبھی فانوس خیال میں اللہ نور السّموات والارض نے تصور کو پیکر تصدیق بنا کر جگر میں ڈالا جاتا ہے۔ کبھی نحن اقرب کے پھول تار رگ جاں میں پرو کر گلے کا ہار بنائے جاتے ہیں۔ کبھی وفی انفسکم افلا تبصرون کہہ کر پائے نظر کو جولاں گاہ تصور میں رستخیز کیا جاتا ہے۔ مشعل ہدایت کی اس انوکھی جلوہ ریزیوں سے روشنی پانے والے عینک بصارت کو دیدۂ بصیرت سے دور کر کے سر بہ گریباں ہو ہو کر اپنے ہی وجود میں واجب الوجود کی تلاش کرتے ہیں۔ پر وہ بر انداز قلب چھپ چھپ کر ضمیر سے کہتا ہے کہ اے محیط امکان کے چکر لگانے والوں نقطہ وجوب تک رسائی محال ہے۔ اگر ان کنتم تحبون اللہ کے احاطہ میں صورت پرکار گشت لگا نیکی

تمنا ہے۔ فاتبعونی کہنے والے کی گردش ابرو پہ چلو اوس کے دائرہ اتباع میں داخل ہو مرکز حقیقی حلقہ چشم بن جائے گا۔ اگرچہ تمہارے پیشیر والطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلق کہہ کر ظاہر کر چکے ہیں کہ جادہ مقصود (منزل قرب الٰہی) کی راہیں انفاس خلق کی طرح کثیر التعداد ہیں تاہم اس دائرہ سے مرکز تک ہر راہ صورت قطر صراط مستقیم ہی نظر آئے گی اب یہ حلقہ بگوشان صاحب قوسین منزل اول یعنی طریق اخیار کو اپنے پائے ثبات و قدم استقلال سے طے کرتے ہیں۔ صوم وصلواۃ کی پابندی۔ حج و زکواۃ کا ممکن الوقوع اشتیاق راحت جان مراد ہوتا ہے۔ کبھی جہاد نفس کی طرف حوصلہ مند طبیعت جد و جہد کرتی ہے۔ کبھی تلاوت قرآن عظیم ان کا روح پرور معمول ہوتا ہے۔ لیکن عجلت پسند جوش طلب تاخیر مقاصد کے ناقابل برداشت عشوہ انداز کا شکار رہوتا ہے۔ فائز المرام ہونے کے لیئے مدتوں محو انتظار رہنا پڑتا ہے۔

دوسری راہ یعنی طریق ابرار کے اختیار پر خود رفتہ تمنائیں مچلتی ہیں ولولہ انگیز ارمان اس راہ پر بھی لگا لاتے ہیں۔ اخلاق ذمیمہ سے نفرت۔ خصائل حسنہ سے رغبت ہونے لگتی ہے۔ دل بیار و دست بکار معیار طلب بنتا ہے۔ مجاہدات وریاضات کی تجلی خیز شعاعیں باطنی تاریکیوں کو نیست و نابود کر کے دل کو بقعہ نور بناتی ہیں۔ تزکیہ نفس سے دل میں جلا پیدا ہوتی ہے۔ لیکن معراج کمال اور افق اتصال کی بالائی منزل اب بھی مافوق النظر معلوم ہوتی ہے۔ لذت قرب اور ذوق اتصال لحظہ لحظہ ترقی کرتا ہے جوش طلب کبھی نچلا نہیں بیٹھنے دیتا ہر وقت دامان آرزو بڑھا بڑھا کر شاہد حسن آفریں سے متاع وصل کے لیے حس تقاضا کرتا ہے۔

منزل قرب کی تیسری راہ یعنی حجلہ وصال میں جس کو طریق عشاق کہیئے۔ رسائی کے وسائل ڈھونڈھے جاتے ہیں۔ باطنی جذبات ادبھار ابھار کر از خود اس طرف لیجانا چاہتے ہیں۔ لیکن جلال بارگاہ اور شان جبروت دور ہی سی حیرت ن

دکھاتی ہے۔ پائے ہمت لغزش میں آکر عصائے شیخ کا سہارا ڈھونڈھتے ہیں۔
اسی کا نام تلاش مرشد کامل رکھا گیا ہے۔ ہزاروں باکمال منزل مقصود پر پہنچ کر
اپنے نقش قدم پر چلنے والوں کو اسی پاک طریق کی تعلیم دیتے چلے گئے کہ مسند
تقرب کی حاشیہ نشینی بغیر غاشیہ برداری شیخ طریقت ہرگز ممکن نہیں۔
اس مختصر تمہید سے میرا مدعا یہ نہ تھا کہ میں اصول تصوف کو فروغ تحریر کا باعث
ٹھہراؤں بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ اتنی سی بات اہل نظر کے پیش نگاہ ہوجائے
کہ خاصان خدا کے مراتب کس طرح بتدریج رفعت و علو کے منازل طے کرتے
ہیں انھیں اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے جب حضرت مولانا کے وقائع سابقہ پر
غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ آپ کی ابتدائی حالت طریق اخیار سے بالکل مشابہ
تھی۔ روزہ نماز کی پابندی کے لیے صرف اسی پر قیاس کر لینا کافی ہے کہ آپ
کس بابرکت خاندان کے نونہال تھے۔ کن خدارسیدہ ہاتھوں کو آپ کا
گہوارۂ تربیت بنایا گیا تھا۔ حج وزکواۃ کی ادائیگی کے لیے ابھی قدرت نے
وقت مقرر نہ فرمایا تھا۔ جہاد نفس طلب علم کی مستی نے جیسا کچھ آپ سے کرایا
وہ عالم آشکارا ہے بارہ برس کی عمر کو دیکھیے اور پیادہ پا سفر دور و دراز پر نظر
کیجیے۔ اگرچہ اوس وقت آپ کا منتہائے نظر خاص حصول قرب الٰہی نہ تھا۔
تاہم ذات الٰہی کا علم حاصل کرنا صفات نامتناہی کی معلومات بہم پہونچانا منشاء
حصول کمال ضرور تھا اسی طرح طریق ابرار میں جب آپ کی طرف نظر اوٹھتی ہے
ایک طرف تو علائق دنیوی کے خارزار میں آپ کے دامن کو الجھا ہوا دیکھتے
ہیں تو دوسری طرف باوجود تعلقات کے لذائذ دنیوی سے آپ کو بیگانہ محض
پاتے ہیں باہمہ ہوکر بے ہمہ ہونے کی شان بندہ ہوکر باخدا ہونے کی آن
ہر پہلو سے آپ کی پابند اداؤں میں نکلتی ہے۔ فقرار کی اعانت غرباء کی دستگیری
اعزاء کا خیال احباب کی دلجوئی۔ درماندوں کی امداد۔ بیکسوں کی نازبرداری
حاجتمندوں کی حاجت براری امرار سے علیحدگی عمائد سے جدائی۔ فاسق و فاجر سے

نفرت - اخلاق کے چمکتے ہوئے جوہر ہیں - اسی کا نام حضائل حسنہ رکھا گیا ہے
غیبت وریا - تملق وتکبر افعال ذمیمہ کے چار عنصر مکروفریب کذب وافترا
خودداری وخودستائی - اعمال شنیعہ کی شش جہات جوان سے بیگانہ
وبیزار وہی مقبول روزگار خدا کا فضل عظیم کہ آپ کی ذات گرامی صفات جہاں
شمائل جلیلہ وخصائل جمیلہ کا عطر مجموعہ تھی وہاں اطوار رذیلہ اور حرکات
ناپسندیدہ کی ہوا بھی نہ لگی تھی - کہنے کو ملازمت کا حیلہ حوالہ تھا مگر در اصل اس
پردہ میں آپ کا امتحان ہونے والا تھا - پابند علائق ہو کر آزادانہ عبادت و
ریاضت میں مشغول ہونا جس قدر دشوار ہے وہ جاننے والوں سے پوشیدہ
نہیں - مگر بحمد للہ کہ آپ نے اس حالت میں بھی وہی کر دکھایا جو اکابر متقدمین
ہی کا کام تھا - آخر جانچ کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی - جذبات روحانی نے
دل میں گدگدی پیدا کی ذوق حقیقت شناسی نے ارمانوں کو بھڑکایا - مچلی
تمنائیں ترقی کے سبزہ زاروں میں ہوا کھانے کی آرزومند ہوئیں - آتش
عشق آہوں سے شرربار ہونے لگی - منزل قرب تک پہونچنے کی خاطر ذکر و
اشغال مجاہدہ وریاض کو واسطہ وسیلہ بنا کر ہر طرح سلسلہ جنبانی کی نہ علم و
عمل کی کمندیں بام تقرب تک پہونچاسکتیں نہ تقویٰ وریاض نے حریم قدس
تک رہبری کی - آخر طبیب حاذق تھے حکمت الٰہیہ کے راز کو سمجھ گئے کہ ورزش
جسمانی جس طرح بدن کی تروتازگی کا سبب ہے اسی طرح کثرت ذکر و شغل
روح کو تازہ کرنے کا ذریعہ - جس طرح بے احتیاطی بدپرہیزی امراض جسمانی
کے لیئے باعث ضرر - اسی طرح مشاغل واذکار میں بے قاعدگی وبے اصولی
سے روحانی مضرت کا خطر - جس طرح امراض جسمانی کی خاطر طبیب فاضل کی
ضرورت یوں ہی امراض روحانی کے لیئے معالج کامل کی حاجت - تصور
کی رہبری سے یہی نسخہ اپنے ازالہ امراض کے لیئے تجویز کیا گیا کہ اب گھر چلکر
(جس طرح مریض ہمیشہ اپنے مزاجداں طبیب کے پاس دوڑتا ہے) اپنے

اپنے روحانی رہبر کامل سے رجوع کیجئے والد بزرگوار سے زیادہ (جو اُس وقت مسند تقرب کا اکیلا تاجدار تھا) اور کون واقف کار ظرف شناس ہوسکتا ہے۔ اسی خیال نے ایک مستانہ بیخودی اور نیازمندانہ ذوق ارادت کے ساتھ آستانہ شیخ پر پہونچایا۔ اس سے قبل بھی کئی بار اظہار مدعا ہوچکا تھا مگر نظر کرم ملتفت ہو ہو کر رک جاتی تھی۔ اگلی مرتبہ بے تابانہ اصرار کے ساتھ عرضداشت پیش ہوئی۔ والاقدس کی مہر بھری نگاہیں بیٹے کی سعادتمند جبین نیاز پر پڑتے ہی تاڑ گئیں کہ اس مرتبہ طالب صادق کا جوش ہے۔ زبان کا کام چشم سخن گو نے کیا آخر بہ چشم بیعت موزوں بنکر پیش نظر ہوگئی۔ آپ بھی سمجھ گئے کہ شیخ کی چشم سخن گو کھلے لفظوں میں پکار رہی ہے کہ ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دول

ایں خیال است و محال است و جنوں

ادھر شیخ کے اداشناس آستانہ بوس جو پہلے سے آگاہ کردیے گئے تھے آپ کو تسکین آمیز الفاظ میں سمجھانے لگے اور صاف طور پر منشاء شیخ سے ظاہر کردیا کہ جب تک یہ تعلقات دنیوی آپ کے دامن سے وابستہ ہیں کمال باطنی میں کمال حاصل ہونا دشوار ہے آپ نے اسی وقت ملازمت سے ترک تعلق کرنے کا مصمم ارادہ فرمایا۔ استعفا دے کر خدمات سرکاری سے سبکدوشی حاصل کی اس کے بعد بہجوم شوق اور کمال عقیدت سے طریقہ انیقہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد بزرگوار امام الاولیا شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا شاہ عبدالمجید عین الحق قادری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے دست خدا پرست میں ہاتھ دے کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ اس سلسلہ عالیہ کے مشائخ کرام اوّل مرید صادق کو وضو تازہ سے ادائے نوافل کی ہدایت فرماتے ہیں کم از کم دو رکعت نماز نفل جس میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص تین تین بار پڑھی جاتی ہے ادا کرنے کا حکم ہوتا ہے طالب بیعت تاوقتیکہ شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ نہ پہونچے نوافل کے بعد خاموش صورت شیخ کے تصور میں مشغول رہتا ہے جس وقت بیعت کے لیے شیخ کا دست تصرف مرید کے ہاتھ میں پہونچتا ہے۔ کلمہ

طیبہ کے ساتھ تجدید ایمان کرائی جاتی ہے۔ اوس کے بعد تمام معاصی وجرائم سے باقرار لسان و تصدیق قلب تین بار توبہ کرائی جاتی ہے۔ توبہ کے بعد کلمات دعائیہ جو شیخ کی زبان سے ادا ہوتے ہیں۔ مرید بھی اپنی زبان سے اون الفاظ کا اعادہ کرتا ہے۔ اب خاص وقت آتا ہے کہ شیخ کی باطنی توجہ مرید کے قلب کو گرماتی ہے تین مرتبہ شیخ کی توجہ کا اثر مرید کے جذبہ صادق کو ابھارتا ہے۔ توجہ کے بعد شیخ کی جانب سے ایجاب اور مرید کی جانب سے قبول کے کلمات تین تین بار ادا ہوتے ہیں۔ اگر مرید تنہا ہے تو اسی وقت اور اگر جماعت ہے تو فرداً فرداً اسیطرح ہر شخص سے ایجاب و قبول کے بعد صرف ایک بار شجرۂ طیبہ پڑھایا جاتا ہے۔ شیخ کی زبان سے جو الفاظ نکلتے ہیں سب مرید اپنی اپنی زبان سے ان کو دہراتے ہیں اوس کے بعد فاتحہ کی شیرینی تعظیم وادب کے ساتھ مرید خاص طور پر شیخ کے ہاتھ سے اپنے اپنے دامنوں میں کھڑے ہو کر لیتے ہیں۔ اسی انداز پر جس وقت حضرت مولانا اپنے دست طلب کو شیخ کے دست کرم ریز میں دیا۔ پہلی ہی توجہ میں خزائن معرفت سے مالامال ہو گئے۔ انوار الٰہی سے قلب روشن آئینہ حریم قدس بن گیا۔

ظرف عالی اگرچہ بہت کچھ وسعت پذیر تھا لیکن شیخ کی شان کریمی کے سیلاب عظیم کو نہ روک سکا۔ دوسری اور تیسری توجہ نے عروس حقیقت کی بے نقاب رونمائی کرا کر نہ صرف وارفتۂ جمال ہی بنا دیا بلکہ وادی ایمن کا عالم نظروں کے سامنے پھر گیا۔ بیخودی اور مدہوشی نے دامن کھینچا۔ سر و پا کا ہوش باقی نہ رہا۔ جذب کی حالت طاری ہو گئی۔ شجرہ پڑھتے پڑھتے حالت متغیر ہونے لگی۔ بیعت سے فراغ کے بعد رنگ نیرنگی نے رنگ جمایا۔ نگارخانۂ عالم کی رنگ رلیاں بے لطفی و بیرنگی کی رنگت میں ظاہر ہو ہو کر نگاہوں سے گر گئیں۔ کچھ دنوں شیخ کے تازنگاہ سے دامان قبائی چولی دامن کا ساتھ رکھا نظروں سے اوجھل نہ ہو سکے مگر جذب کی ولولہ خیز تڑپیاں گریباں گیر تھیں۔ ان سے گلو خلاصی نہ ہو سکی

آخر گھر کو خدا حافظ کہہ کر جس طرف کو منہ اوٹھا چلدیئے۔ عرصہ تک یہی حالت رہی بجز اوقات نماز ہر وقت ماسوا سے بیخبری رہتی تھی۔ بیخودانہ مستی کی دھن میں یا خدا معلوم کہاں کہاں کی سیاحی کی کس کس جگہہ قیام کیا۔ مختلف اشخاص نے مختلف رنگوں میں آپ کو مستغرق ریاضت پایا۔ نفس کشی کے لیئے سخت سے سخت مجاہدات آپ نے کیئے۔ متقدمین کے اندازہ ریاض جو کانوں سنے تھے۔ دیکھنے والوں نے اپنی آنکھوں دیکھے۔ کبھی لذت بادیہ پیمائی سے حلاوت پائی۔ کبھی دامن کوہ سے دامن باندھ کر چلہ کشی فرمائی۔ بارہ سال تک اسی طرح اسمائے جلالی و جمالی کے اشغال میں محو رہ کر منازل تلوین کو طے کیا۔ مسند تمکین پر جلوہ افروز ہوئے۔ سیر فی اللہ کی محویت آفریں شاہراہ میں رسائی ہوئی۔ بیخودی نے کام بنایا۔ نسبت چشت غالب آئی۔ ہندالولی کی سرکار سے سند ولایت کی تکمیل اس طرح ہوئی کہ حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کی روحانیت نے آپ کو بالکل اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ کشاں کشاں آپ دربار دُربار حضرت قطب صاحب پر حاضر ہوئے۔ آستانہ بوسی کی تہ میں راز کمال یابی اور سر کامیابی مضمر تھا۔ یہاں صبغتہ اللہ کی رنگی کا وہ چوکھا رنگ آپ پر چڑھا کہ بالکل رنگ گئے حالت جذب نے تنزل کیا۔ سکر کی کیفیت سکون طبیعت کا سبب ہوئی۔ نعمت باطن اور دولت عرفان کے ان گنت خزانوں سے جھولیاں بھر لیں۔ چند روزہ حاضری میں برکات بیکراں کے علاوہ طے الارض کا خصوصی تمغہ عطا ہوا۔ جس نے سیر وافی الارض کی تمام مشکلات کو آسان کر دیا۔ انھیں ایام میں ایک بزرگ صاحب دل سے ملاقات ہوئی باشارہ روحانیت حضرت دستگیر عالم رضی اللہ تعالے عنہ[۱] اونھوں نے ایک خاص درود شریف کی جو معمولات خاندان حضرت سید آل حسن

۱؎ حضرت سید آل حسن رسول نما علیہ الرحمتہ دہلوی۔ آپ ہندوستان کے دور آخر میں نہایت

رسول نما دہلوی سے ہے اور قصیدہ بردہ شریف کے اس شعر کی اجازت دیکر آپ کے اوراد میں داخل فرمایا

شعر[۲]

هو الحبيب الذي ترجى شفاعته　　لكل هول من الاهوال مقتحم

اس درود شریف کی کثرت اور اس مبارک شعر کی برکت سے نوشاہ کون ومکاں عروس مملکت ربانیہ جان جہاں جانان عالم حضور رحمت للعالمین روحی له الفدار کے نظارہ جمال باکمال سے چند بار مشرف ہوئے اوس واقعہ کا مفصل تذکرہ آیندہ مکتوبات میں خود حضور اقدس کی زبان قلم سے ناظرین کے گوشگذار ہوگا۔ پہلی بار رطل لع بید ارنے اس انداز سے دربار پرانوار میں باریابی کا اعزاز حاصل کیا کہ حضور پرنور کو چاہ زمزم پر جلوہ افروز پایا۔ خود کو بھی خوبی قسمت سے وہیں حاضر دیکھا چاہ زمزم کا پانی جوش کھا کر ادھر آتا معلوم ہوا۔ آپ پانی کو اپنی ہاتھوں میں لیکے اونکال دینے میں مشغول نظر آئے۔ رخسارہائے مبارک اس درجہ تجلّی خیز ہیں کہ نگاہیں فروغ نور سے خیرہ ہوتی ہیں۔ دوبارہ لذّت حضوری کا لطف اس آن بان سے حاصل ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ

بقیہ حاشیہ صفحہ
صاحب کشف وکرامات بزرگ گذرے ہیں سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ محمد مقیم حجرہ والہ سے شرف بیعت وخلافت حاصل تھا۔ آپکی نسبت دربار نبوت میں اس درجہ قوی تھی کہ جو شخص آپ سے بیعت ہوتا تھا پہلی ہی شب میں حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتا تھا ۱۰۳۱ ہجری میں آپکا وصال ہوا۔ اولیس ثانی ومحبوب ابرار مصرعہ تاریخ وصال ہے خزینۃ الاصفیا میں جو قطعہ تاریخ لکھا ہے وہ یہ ہے۔

زدنیا بزدول چوں بجنت رسید　　حسن پیر لخت دل پنجتن

بگو پیر فیاض تاریخ او　　رقم کن دگر تاج اشرف حسن

[۲] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے محبوب ہیں کہ ہر سخت مصیبت میں آپ کی شفاعت امید کیجاتی ہے

وسلم ایک جگہ جلوس فرما ہیں۔ لوگ حاضر ہوتے ہیں اور چلے جاتے ہیں خود کو بھی محوِ آمد و رفت پایا۔ لیکن واپسی کے وقت یہ محویت اس درجہ بخودی کو پہونچی کہ سات بار حضور کا طواف کیا۔ تیسری بار کی رویت میں تجلیات رحمت والفت کرم نے نئی سج دھج دکھائی ذوق تکلم اور عزت مخاطبت سے سرافرازی حاصل ہوئی حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی شعر قصیدہ بردہ شریف کا تلاوت فرماتے ہوئے پایا اور بکمال شان کرم ارشاد ہوا کہ قصیدہ بانت سعاد مصنفہ کعب رح کا ایک شعر بھی خوب ہے وہ بھی پڑھنا چاہیئے اور خود حضور اکرم روحی لہ الفدا نے اس پاک شعر کو اپنی زبان مبارک سے ادا فرما کر اوسکے پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ لیکن حضرت اقدس جب بیدار ہوئے یہ شعر ذہن مبارک سے اُتر گیا۔ جی تڑپ کر رہ گیا۔ انقباض روح ہونے لگا کسی طرح کشود کار نہیں ہوئی۔ فوراً عریضہ خدمت شیخ میں یعنی حضرت والد بزرگوار کی جناب میں حاضر کیا۔ اوس شعر کو دریافت کیا قصیدہ بردہ شریف کی خاندانی معمولات کے مطابق اجازت چاہی۔ یہاں آئینہ قلب پر پیشتر ہی سے یہ تمام واقعات عکس افگن ہو ہو کر رونما ہو چکے تھے۔ تقاضائے ہمت عطا پاشی کے لیئے طلب صادق کا منتظر تھا۔ جب یہ عقیدت آفریں طلب نامہ نگاہوں سے گذرا اکرام و انعام کی بچھاور ہوئی سلاسل خمسہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ۔ نقشبندیہ۔ مداریہ کی اجازت معہ تمام معمولات خاندانی و سند خلافت کے دربار شیخ سے مرحمت فرمائی گئی۔ تکمیل مراتب کے بعد مدارج تقرب میں جتنا جتنا علو و اتصال ہوتا جاتا تھا اسی قدر دربار نبوت کی حاضری کا شوق دل کو ابھارتا تھا۔

سفرِ حجاز

۱۲۵۵ھ قدسی میں سالہا سال کی ریاضت شاقہ کے بعد اوسی جذب وبیخودی کے عالم میں آستانہ حضرت قطب صاحب علیہ الرحمۃ نے حج کا احرام باندھ کر پیادہ پا تنہا سفر کر دیا۔ دہلی سے روانہ ہوکر دار الخیر یعنی دربار اجمیر میں حضرت سلطان الہند غریب نواز کی حضوری سے مشرف ہو کر فیوض وبرکات کی بیشمار نعمت بطور زادراہ سلطان غریب نواز کی بارگاہ سے حاصل کی۔ یہاں سے بھی اوسی مستانہ دھن میں احمد آباد گجرات ہوتے ہوئے سورت میں ہمہ تن نور کی صورت داخل ہوئے۔ راستہ بھر خاصان الٰہی کی پاک روحیں اپنے اپنے مقام پر آپ کو برابر نوازتی رہیں۔ ہر جگہہ سے دامن بھر بھر کر باطنی دولت عطا کی گئی۔ دہلی سے صورت تک پیادہ پا سفر کرنا کوئی آسان بات نہ تھا۔ بعد مسافت کا خیال کیجئے۔ راہ کی دشواریوں کو سوچیئے۔ بہت سے دریا۔ پہاڑیاں جنگل وغیرہ کی طرف نظر دوڑائیے تو معلوم ہوتا ہے کہ تن تنہا محض ایک شخص کے لئے کس قدر خطرناک سفر تھا۔ لیکن آپ کو ہر وقت آپ کی ہمت وارادت لاتحزن ان اللہ معنا کی حوصلہ بخش آیت پڑھ کر سنا دیتی نہ کچھ خوف تھا۔ نہ ہراس چھ مہینہ کا سفر باوجودیکہ راہ میں آستانوں پہ قیام۔ اولیاء کرام کی زیارت کا اہتمام ملحوظ نظر تھا۔ پھر بھی صرف سترہ دن میں طے فرمایا۔ سورت میں جس وقت آپ کی اس وضع سے تشریف آوری کی خبر مشہور ہوئی خدائی بھر کی نگاہیں حیرت واستعجاب کے ساتھ آپ پر پڑنا شروع ہوئیں۔ بکثرت لوگ دامن دولت سے وابستہ ہونے لگے۔ چونکہ زمانۂ حج بالکل قریب آگیا تھا۔ اس لئے لوگوں کی مشتاق آرزوئیں آپ کو روکنے میں ناکام رہیں۔

سورت سے بذریعہ جہاز خورد بادبانی آپ نے سفر کیا۔ یہ جہاز بھی خلاف معمول بہت ہی قلیل عرصہ میں منزل مقصود تک پہونچ گیا اور جدہ میں جاکر

لنگر انداز ہوا۔ جدہ سے مکہ معظمہ تک اگرچہ اونٹ کرایہ پر کرلیا گیا تھا۔ لیکن آپ کو پیادہ پا سفر طے کرنے کا ایک دوسرا سامان پیدا ہوگیا۔ ہمیشہ سے ہمّت عالی غربا ومساکین کی امداد واعانت کے لئے وقف تھی۔ یہاں رب کعبہ نے آپ کی مربیّانہ خدمات کو ایک بیوہ عورت و یتیم بچے کی نگہداشت کیلئے مامور کر دیا۔ اس کا قصّہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ آپ حسن اتفاق سے مین پوری تشریف فرما ہوئے وہاں آپ کے شاگرد رشید جناب شیخ جمال صاحب مرحوم نے جو حکومت کے معزز عہدہ پر فائز تھے۔ کمال خلوص اور نیازمندی کے ساتھ اپنے مکان پر قیام کے لیئے اصرار کیا۔ شب کو اپنے ملازمین سے ایک نوجوان شخص کو آپ کی خدمت کے لیئے منتخب کر کے حکم دیا کہ وہ شخص خود معہ دیگر ملازمین کے رات بھر پنکھا کرنے پر مامور رہیں اور یکے بادیگرے نوبت بہ نوبت بدلتے رہیں۔ مگر یہ نوجوان شخص ہی جب سے آپ شیخ صاحب کے مکان پر رونق افروز ہوئے۔ خود بخود محبت وعقیدت کے ساتھ آپ کی خدمت کو کمال سعادت سمجھتا رہا۔ شب کو سب سے اوّل خوشی خوشی حاضر خدمت ہوا اور اس خدمت میں کچھ ایسا مستغرق اور محو ہوگیا کہ بالکل کسی دوسرے ملازم کو پاس نہ آنے دیا۔ یہانتک کہ صبح ہوگئی۔ تہجد کے وقت بھی وضو کے پانی وغیرہ کا انتظام کیا۔ جب نماز فجر کے لیئے اول وقت سے آپ مسجد کو تشریف لیگئے تو یہ شخص ضروریات سے فارغ ہونے کے لیئے مکان کو گیا۔ رات کو مکان نہ آنیکا سبب اوس کی والدہ سے دریافت کیا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ ہمارے شیخ صاحب کے وطن سے ایک بڑے بزرگ عالم حاجی حرمین تشریف لائے ہیں اون کی خدمت میں میرا جی خود بخود ایسا لگا کہ بالکل جدا ہونے کو طبیعت نہ ہوئی۔ رات بھر انھیں بزرگ کی خدمت بسر ہوئی اور ابھی پھر جا رہا ہوں۔ لڑکے کی یہ تقریر سنتے ہی ماں کی حالت بدلی چہرہ پر عقیدت آگیں رنگ دوڑ گیا۔ لڑکے سے نام اور جائے سکونت دریافت کیا۔ نام ونشان معلوم ہوتے ہی بیساختہ جوش رقت

اوس نیک عورت کو طاری ہوا۔ اور لڑکے کے ہمراہ خود بھی شیخ صاحب کے مکان پر حاضر خدمت اقدس ہوئی۔ جبین نیاز قدموں کی جانب جھکاکر عرض کیا کہ حضور نے اس جوان اور مجھ ناتوان کو پہچانا۔ حاضرین نے حضرت اقدس کو خاموش دیکھ کر عورت نے استفسار حال کیا اس وقت اس ضعیفہ نے اپنا واقعہ سنانا شروع کیا کہ یہ بیکس اس لڑکے کے والد کے ہمراہ حج کو گئی تھی۔ جہاز میں شوہر بقضائے الٰہی فوت ہوگیا۔ بچہ شیر خوار تھا۔ جب جدّہ میں جہاز سے مسافر اوتر کر مکہ مکرمہ کو روانہ ہونے لگے۔ میں اس بچہ کو گود میں لیئے ہوئے پیادہ پا اوس مقام پر پہونچی جہاں اونٹ جمع ہوتے ہیں بیکسی کا سفر۔ شوہر کے مرنے کا غم۔ زادراہ کچھ پاس نہ تھا۔ اسی عالم یاس میں یہ سوچ کر کہ قافلے آتے جاتے ہیں۔ شاید کوئی خدا کا نیک بندہ بچہ کے حال پر ترس کھاکر اسکو اوٹھالے۔ اس ضعیفہ نے بچہ کو ایک پتھر پر لٹا دیا اور خود قافلے کے پیچھے ہولی۔ لیکن ماں کی محبت کب پیچھا چھوڑنے والی تھی تھوڑی دور چل کر پھر واپس آئی۔ بچہ کو گود میں اوٹھایا۔ آنکھیں اشکوں سے پرآب ہوگئیں۔ آسمان کی طرف دیکھا اور بیساختہ آہ نکل گئی۔ پھر بچہ کو خدا حافظ کہکر چٹان پر لٹایا اور جی کڑا کرکے مکہ معظمہ کی راہ لی۔ تھوڑی دور پھر چلی اور پھر لوٹ آئی۔ یہی اتفاق کئی بار ہوا۔ اسی اثنا میں حضور اقدس کی نگاہ پڑی بچہ کا پتھر پر بلکنا۔ عورت کا بیقرار ہو ہو کر بار بار آنا جانا دیکھا۔ شان کرم اور جوش شفقت کی لہریں دل میں دوڑگئیں ضعیفہ عورت سے فرمایا کہ مکہ معظمہ تک یہ اونٹ جائیگا تم معہ اپنے بچے کے اونٹ پر آرام و اطمینان سے بیٹھ کر چلو۔ بیوہ عورت اور یتیم بچے کی اس طرح دستگیری فرمائی خود بدولت پیادہ پا روانہ ہوئے مکہ معظمہ پہونچ کر مقصود اصلی یعنی شرف حج سے فارغ ہوکر۔ مدینۃ الرسول کی حاضری کا قصد کیا۔ قافلہ کے ساتھ آپ کا اونٹ بھی روانہ ہوا آبادی سے باہر نکل کر معلوم ہوا کہ ایک شیر خوار بچہ زمین پر پڑا ہوا ہاتھ پیر مار رہا ہے۔

آپ کو فوراً خیال آگیا اونٹ سے اوتر کر بچّہ کے قریب آئے معلوم ہوا کہ وہی بچّہ ہے آپ نے بچّہ کو گود میں اوٹھا لیا اوس کی ماں کو قافلہ میں تلاش کر کے بلوایا اور پھر نہایت محبت و شفقت کے ساتھ اپنا اونٹ عورت کو مرحمت فرمایا اور خود پیادہ روی سے یہ سفر برکت اثر طے کیا۔ راستہ بھر جہاں بچّہ دودھ کیلئے رونا آپ راستہ میں اگر بدوؤں کے آبادی ہوتی مکانوں پر جا جا کر دودھ فراہم کرتے۔ ورنہ قافلہ میں جس طرح ہوسکتا بچّہ کو دودھ پلواتے۔ مکّہ معظمہ میں یہ عورت خود جماعت مساکین میں جا کر شامل ہوگئی تھی۔ لیکن مدینہ منورہ پہونچ کر عورت کو زاد راہ بھی کافی مرحمت فرمایا۔ یہاں تک وہ عورت صحیح و سلامت معہ اوس طفل شیر خوار کے اپنے وطن واپس آگئی اور وہ بچّہ اب جوان ہو کر اس قابل ہوا تھا کہ شیخ صاحب کی یہاں نوکری کی خدمات انجام دیتا تھا۔ حاضرین نے جب یہ واقعہ اور اس درجہ شفقت کا حال سُنا وجد کرنے لگے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہمکو بالکل اس واقعہ کا خیال بھی نہ رہا تھا۔ مدتوں کی بات آج اس نیک بخت نے یاد دلائی۔ غرض یہ پہلا سفر دہلی سے مدینہ طیبہ تک پیادہ پا طے ہوا۔ کعبہ میں تجلیات الٰہی کی جلوہ ریزیاں نور باطن کے فروغ کا سبب ٹھہریں۔ مدینہ میں حضور رحمت عالم روحی لہ الفدا کی خصوصی رحمتوں سے مالا مال کیا۔ دونوں جگہہ علماء و مشائخ کرام کی مجالس میں شرکت فرمائی۔ اکابر حجاز و عرب کی زیارت کی اصحاب عظام کے مزارات سے فیض روحانی حاصل کیا اسناد حدیث دونوں جگھوں کے اجلہ مشائخ سے جو اوس وقت تمام بلاد عرب میں استاذ العلماء اور شیخ وقت مانے جاتے تھے لیکر ہندوستان کو مراجعت فرمائی۔

آپ نے قیام حرمین شریفین میں ایک بزرگ خدا رسیدہ کا جو عامل قصیدہ بردہ شریف تھے آوازہ کمال سنا تھا۔ خاطر اقدس میں تمنائے اجازت قصیدہ بردہ شریف بدرجہ غایت پیدا ہوگئی۔ یہ بزرگ مشائخ و سادات بلاد حضرموت سے تھے۔ اسم شریف سیّد تھا۔ جب جہاز

اجازت
بردہ

بادبانی نواح حضرموت میں ایک شہر کے قریب جو ساحل بحر پر واقع تھا پہونچا معلوم ہوا کہ وہ بلدہ جائے قیام حضرت سیّد صاحب یہی شہر ہے جس کا نام بھی خیر ہے شہر ہے اس وقت آپ کے اشتیاق دلی میں ہزاروں تمناؤں کا ہجوم ہوا ارمان وآرزو نے بے اختیار سیّد صاحب کی زیارت پر آمادہ کیا۔ مگر مجبوری مایوسی کی مختلف صورتیں پیش نظر کر دیتی کبھی یہ خیال کہ شہر بہت چھوٹی سی جگہ ہی جہاز رُکے گا کیوں کبھی یہ خطرہ کہ مکان دور ہوگا جانا دشوار ہے اُمید وبیم کی حالت میں لطف الٰہی اور کرم سرکار رسالت پناہی ڈھارس بندھاتا تھا کہ انشاءاللہ تمنا ضرور پوری ہوگی یہی ہوا کہ جہاز ناموافقت ہوا کے باعث بندرگاہ شہر پر دو روز تک لنگر انداز رہا ستم ظریف مسلمان ناخدائے جہاز نے مسافرین کو جہاز سے اترنے کی ممانعت کر کے ایک اور نئی مصیبت کا سامنا کرایا۔ مگر آپ کے شوق طلب نے آپ کو اجازت طلبی پر مجبور کیا۔ افسر جہاز نے ایک اور شرط کی قید لگائی کہ صرف اُس شخص کو اجازت دیجائے گی جس کی اہم ضرورت ثابت ہوجائے گی اس شرط کے مطابق آپنے بھی اپنی ضرورت پیش کی جواب ملا کہ یہ کوئی ضرورت ایسی نہیں ہے کہ جہاز سے اترنے کی اجازت دیجاوے بذریعہ خلاصیان جہاز یہ ضرورت رفع کر دیجاوے گی جب ہر طرح افسر جہاز کے خشک جوابوں سے مایوسی ہوئی تو آپ نے بھی سکوت فرمایا اور دل پر ہاتھ رکھکر بیٹھ گئے۔ ازخود جانا اس وجہ سے پسند نہ فرمایا کہ نمعلوم کس وقت ہوا موافق ہوجائے اور جہاز بلا انتظار مسافرین چھوڑ دیا جاوے۔ آپ کے جذبات روحانی کو صدمہ پہنچنا قدرت کو منظور نہ ہوا تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ افسر جہاز نے آپ کو آواز دی مگر آپ پہلی آواز پر مخاطب نہ ہوئے دوبارہ اس نے پھر قریب آکر آپ کو بلایا آپ نے فوراً فرما دیا کہ مجھے کوئی ایسی ضرورت نہیں جس کا ثبوت پیش کروں۔ آپ کے جواب پر افسر جہاز نے ہنسکر کہا

که ابھی تک آپ کو مجھسے ضرورت وحاجت تھی اب مجھے آپ کی ضرورت ہے
یہ کہکر آپ کو ہمراہ لیا اور جہاز سے خشکی میں اتار کر سید صاحب کے مکان تک
آپ کی ہمراہی میں آیا۔ آپ جس وقت داخل مکان ہوئے اتفاق سے
ورد کا وقت تھا طریقہ ورد یہ تھا کہ بعد نماز اشراق سید صاحب مسجد میں
پشت بقبلہ ہوکر بیٹھتے تھے جملہ طالبان سامنے صف بناکر بیٹھتے تھے دوسرے
اشخاص صف طالبان کے عقب میں ہوتے تھے سید صاحب خود بنفس نفیس
قصیدہ شروع فرماتے بقیہ اشخاص سنتے رہتے اعتصام واختتام وادعیہ محل اجابت
پر جملہ طالبان اجازت سید صاحب کے ساتھ باواز بلند مجموعی طور پر
پڑھتے دوپہر کے قریب ورد ختم ہوتا۔ اس کے بعد فاتحہ ہوتی۔ لوگ منتشر اور
متفرق ہوجاتے۔ سید صاحب تھوڑی دیر قیلولہ فرماتے پھر اٹھکر نماز ظہر پڑھتے
بعدہٗ جماعتہ حاضرین کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔ کھانا کھاکر جنگل کو تشریف
لیجاتے نماز عصر کے لئے واپس آتے عصر سے مغرب اور مغرب سے دوسری
صبح تک تلاوت قصیدہ شریفہ تک بالکل خاموش رہتے صرف نماز ظہر
سے فراغ طعام تک بات چیت فرماتے چنانچہ اس روز جب تلاوت
ختم ہوچکی اور بعد نماز کھانے کا وقت آیا افسر جہاز نے کھانے سے فارغ ہوکر سید صاحب کو کچھ
نذر پیش کی اور عرض کیا کہ یہ ہندی بزرگ حضور کا ازحد مشتاق تھا اس وجہ سے میں اپنے ہمراہ لیکر آیا ہوں سید صاحب
نے جواب دیا کہ خوب کیا جو لائے اس کے بعد ناخدا نے کچھ حالات اپنے وطن کے عرض کئے ناخدا شہر یمنہ کا رہنے والا
تھا صرف اس قدر گفتگو کے بعد آپ معہ ناخدا رخصت ہوکر جہاز پر آئے دوسرے روز آپ تنہا تشریف لیگئے
اور قبل شروع ورد مسجد میں پہنچگئے حسب معمول سید صاحب اپنی جگہ پر اور طالبان موجودہ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے آپ کو جب
حلقہ میں جگہ نہ ملی تو آپ دست بستہ کھڑے ہوگئے۔ ایک شخص نے آپ سے کہا اے ہندی چہ استادہ بیرون شو سید صاحب نے
اس شخص سے غصہ میں فرمایا بیرون رو وہ شخص پیچ وتاب کھاکر حلقہ سے اٹھ گیا سید صاحب نے آپکو اسکی جگہ
پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ آپ بھی بارشاد سید صاحب شریک ورد ہوئے بعد فراغ جب سید صاحب قیلولہ کیلئے تشریف لے گئے
آپ بھی داخل آرامگاہ ہوئے اور سید صاحب کی مالیدن پا کا قصد کیا سید صاحب نے نہایت شفقت ومحبت سے خلاف عادت سلسلہ تکلم شروع کیا

اور اجازت قصیدہ کی حسرت فرمائی

اس کے بعد سید صاحب محو استراحت ہوئے اور آپ وہیں منتظر تشریف فرما
رہے یہاں تک کہ سید صاحب نے اوٹھ کر نماز ظہر ادا فرمائی اور بروقت طعام آپکو
اپنی برابر بٹھلا کر کھانا کھلایا۔ کھانیسے فارغ ہوتے ہی افسر جہاز کا آدمی پیغام اجل
کی طرح آیا اور کہا کہ جلد چلیئے ورنہ جہاز چھوڑ دیا جائے گا۔ مجبوراً آپ نے اجازت
چاہی دعائے برکت کے ساتھ سید صاحب نے آپ کو رخصت فرمایا۔ اس عجلت
میں ادعیہ واسناد لکھنے کی نوبت نہ آئی دوبارہ حضرت اقدس قدس سرہ المجید
کی ہمرکابی میں جب جہاز پھر اس نواح میں پہونچا آپ نے حضرت اقدس سے عرض
کیا کہ اس طرح اجازت قصیدہ بردہ شریفہ حاصل کی تھی مگر افسوس کہ بعض ادعیہ
فراموش ہو گئیں۔ حضرت اقدس نے مسکرا کر فرمایا کہ تاسف کی اور دوبارہ شہر
میں جانے کی حاجت نہیں ہے۔ ہمیں سب معلوم ہے یہ فرما کر اپنی بیاض جو ہمراہ
تھی آپ کو مطالعہ کے لیئے عطا فرمادی۔ آپ نے بیاض میں تمام اسناد وادعیہ
حرف بحرف جس طرح سید صاحب کی زبان سے سنے تھے مطابق پائے۔
اگرچہ بے انتہا مسرت کے ساتھ کچھ شک باقی نہ رہا۔ لیکن پھر بھی یہ وسوسہ ہوتا تھا
کہ صرف دو مرتبہ قصیدہ شریفہ سننے کی نوبت آئی ہے۔ شاید کوئی دعا زائد از بیاض
عطیۂ پیر و مرشد رہ گئی ہو۔ یہاں تک کہ تیسری مرتبہ عدن میں سید صاحب کے ایک
مرید سے ملاقات ہوئی۔ اون کے پاس سید صاحب کی دستخطی اجازت معہ اسناد
و ترکیب کے لکھی ہوئی موجود تھی۔ آپ نے جب بیاض سے مقابلہ کیا تو بالکل حرف
بحرف مطابق پایا اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ اس قدر اشتیاق و تمنا کے ساتھ
سرزمین حجاز میں اگرچہ خاص بات حاصل کی تھی۔ وہ بھی اپنے گھر میں موجود تھی۔

سید صاحب کا سلسلہ طریقت حضرت صاحب قصیدہ بردہ شریف رضہ سے ملتا ہے
اس قصیدۂ متبرکہ کے فوائد وخواص احاطۂ قیاس سے باہر ہیں چنانچہ خود فرمایا ہے

فوائد این قصیدہ مبارکہ در حصول مطالب ظاہر و باطن بیشمار۔ و بر السنۂ خلق مشہور
و در رسائل و دفاتر مسطور۔ اما عمدہ آنست کہ در ہر عمل از ظاہر و باطن دنیا و آخرت

قطع نظر باید نمود۔ خالصاً بوجہ اللہ مخلصین لہ الدین باید بود بر روئے توجہ نہ تخت و
سلطنت باشد نہ سوئے جنت و ولایت در حدیث آمدہ۔ الدنیا حرامٌ علی اہل الآخرۃ
والآخرۃ حرامٌ علی اہل الدنیا وکلاہما حرامان علی اہل اللہ آوردہ سیوطی
فی الجامع الصغیر

بمبئی جب آپ کے ورود کی خبر ہوئی عمائد شہر نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ آپ کے
کمالات و تصرفات مختلف عنوان سے ظاہر ہونا شروع ہوئے۔ کبھی معالجہ و ادویات
کی صورت میں کبھی تعویذ و عملیات کے پیرایہ میں۔ اس فیض عام کو دیکھ کر نامی گرامی
تاجر معزز و باوقار روسا حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ بانی جامع مسجد بمبئی کے
دونوں فرزند نواب جعفر علی خاں نواب سورت۔ نواب ببایہ چودھری امداد علیخاں
نواب اسمعیل خاں روسا گرامی قدر ضلع پونہ ساکن قصبہ کلیانی وغیرہ سب آپکے
مریدین باخلاص میں تھے۔ ابھی آپ بمبئی ہی رونق افروز تھے کہ مکان سے خبر
آئی کہ حضرت کے والد ماجد حضرت سیدی مولانا شاہ عین الحق قدس سرہ المجید
معہ قافلہ عظیم الشان کے عالم ضعیفی میں بکمال غلبہ عشق بقصد حج و حاضری دربار
رسالت وطن سے روانہ ہوکر ریاست بڑودہ تک تشریف لاچکے ہیں۔ فوراً
بیتابانہ قدمبوسی کے اشتیاق میں بمبئی سے روانہ ہوکر بڑودہ پہونچے۔ شیخ کی جمال حق نما
کی زیارت سے آنکھوں کو پرانوار بنایا۔ قدم پاک پر جبین نیاز رگڑکر نوشتۂ تقدیر
میں اضافہ حسنات کیا اور پھر ہمرکابی شیخ میں قصد حرمین فرمایا۔ اب یہ قادری برات
بن سنور کر نوشاہ حجلۂ توحید حضرت مولانا شاہ عبدالمجید قدس سرہ کو دولہ بنائے
جانب حجاز روانہ ہوئی۔ بمبئی پہونچکر براتیوں میں اور اضافہ ہوا۔ پورے قافلہ میں
تقریباً دو سو اہل دل شامل تھے جسمیں بعض اولیائے کرام بعض علما عظام اور اکثر
صلحاء و متقین تھے۔ اپنے شیخ وقت کو جھرمٹ میں لیئے کعبہ شریف پہونچے۔ سر راستہ
بھر عجیب و غریب فیوض و برکات کا اظہار ہوتا رہا انواع و اقسام کے تصرفات
اور خوارق عادات ظہور پذیر ہوئے۔ آپ نے تمام راہ باوجود کثیر التعداد مریدین کے

حج ثانی

سب سے زیادہ اپنے شیخ کی خدمت کی اور شیخ کی توجہ خاص سے جو اس مستیٔ عشق الٰہی میں خصوصی شان رکھتے تھے فائز المرام ہوئے۔ اگرچہ حالت جذب سبز گنبد کی ایک جھلک نے سلوک سے بدل دی تھی۔ اور طبیعت کو سکون کامل ہو چکا لیکن اب شیخ کی مقدس و نورانی صورتیں شان محبوبیت کی وہ ہوشربا مستی تھی جس کا خمار آپکو بھی مست و بیخود بنا دیتا تھا۔ اور آپ محو شوق ہو ہو کر خدمات انجام دیتے اور سعادت و سیادت کا صلہ پاتے یہانتک کہ اسی سفر میں معین الحق کے لقب سے سرفراز فرمائے گئے ایام حج میں مشائخ حجاز جو پہلی بار آپسے واقف ہو چکے تھے آپ کے ہمراہ آپ کے والد ماجد کی ملاقات کے لئے آتے اور برابر فیوض روحانی حاصل فرماتے جس کا تذکرہ پیشتر آچکا ہے جب مدینۂ طیبہ قافلہ پہونچا اور حریم رسالت یعنی روضۂ اقدس کی حاضری نصیب ہوئی آپنے ایک ہاتھ میں روضہ انور کی جالیاں اور ایک ہاتھ میں دامن شیخ کو مضبوط تھام کر بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ (یا رسول اللہ انظر حالنا۔ یا حبیب اللہ اسمع قالنا) (بہ سلام آمدم جوابم دہ۔ مرہم بردل خرابم نہ) اے رحمت عالم جہاں تیری رحمت نے چند ہفتوں اپنے جوار رحمت میں رکھا ہے وہاں اپنے خادم ورکی یہ آرزو برلا کہ تا زیست یہی بارگاہ ہو اور یہ خادم۔ اسی ولولہ انگیز جوش اشتیاق میں گردن جھکا دی قیام حرم کی تمنا میں طالب اجازت ہوئے حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے علیک بالہند کی پاک اور مبارک ندا گوش حق نیوش میں پہونچی سرکار رسالت کی اس ذرہ نوازی سے بیحد فرحت و مسرت حاصل ہوئی یہ بھی بشارت ملگئی کہ تنبیہ و تادیب گمراہان اشرار کی جو ہندوستان میں اہل نجد کے متبعین ہیں ضروری ہے اس بشارت کبرے کی تعمیل آپنے ہندوستان مع الخیر واپس آکر کی۔ اکثر اہل قافلہ جو بہ نیت ہجرت باجازت اپنے شیخ طریقت حضرت

سیدی علی الحق قدس سرہ کہرون سے روانہ ہوئے تھے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ
میں مقیم ہو گئے باقی تمام حضرات مراجعت فرمائے وطن ہوئے۔ اسی طرح
سنہ ۱۲۷۶ و ۱۲۷۷ھ قدسی میں بہمراہی اعزا و اقارب ظاہری طور پر حج کو تشریف
لے گئے بلدین طیبین کے تمامی اعاظم و اکابر حضرات آپکے کمالات کے معترف
آپکے فضائل و مناقب کے مقر ہوئے۔ یہ وہ سفر ہیں جو بالکل علانیہ طور پر
کئے گئے ورنہ اہل بصیرت کے نزدیک تو پہلے اور دوسرے سفر کے بعد
کوئی سال ایسا نہ ہوگا کہ آپ کے اثر روحانی نے بذریعہ طے الارض آپکو
حرمین شریفین کی حاضری سے باز رکھا ہو۔ اور آپ برکت حج سے فائز المرام
نہوے ہوں سنہ ۱۲۷۸ ہجری میں سفر عراق کا قصد فرمایا جوش عقیدت نے بکمال
تکریم و تعظیم بغداد شریف حاضر کرایا۔ یہ سفر بھی اگرچہ پہلا سفر تھا لیکن دربار
غوثیت مآب میں جو کچھ عزت افزائی اور سرافرازی فرمائی گئی وہ برسوں کے
مشتاقان جمال کو بھی شاید نصیب ہوئی ہوگی اس سفر میں صرف حاضری
آستانہ حضور دستگیر عالم رضی اللہ تعالے عنہ کی نیت کی گئی تھی جس وقت
آپ دربار پر انوار میں حاضر ہوئے آپکی تشریف آوری کی خبر سنکر قطب الافراد
نقیب صاحب بغداد حضرت مولانا سید علی قدس سرہ سجادہ نشین دربار مقدس خود
بنفس نفیس مسند مطہر سے اٹھکر تا در دولت سرا تکلیف فرما ہوئے اور بکمال اعزاز و
اکرام ہاتھ میں ہاتھ ڈالے دولت خانہ فیض کاشانہ میں لیگئے اور اس سجادہ عالی
پر (جسکی حاشیہ نشینی کی آرزو میں نہ صرف مشائخ وقت و اکابر دہر رہتے بلکہ تاج
نگین والے بھی اس سلطان دو عالم کے مسند نشینوں کی نگاہ کرم کے ہمیشہ متمنی رہتے ہیں)
لیجاکر اپنے پہلو میں جگہ دی۔ یہ اعزاز و وقار حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی
نظر رحمت کا پرتو تھا۔ ایکطرف تو یہ عزت دیجاتی ہو کہ اپنی مسند فیض کے حقیقی وارث کی
برابر بٹھایا جاتا ہو دوسری جانب یہ وقار افزائی فرمائی جاتی ہے کہ خود بے حجاب و
بے نقاب اپنے جمال جہاں آرا کی عین بیداری میں خواب کا خواب و خیال اٹھا کر زیارت کرائی جاتی ہے

اور اسی طرح اپنے مشتاق جمال کو لذّت دیدار سے وارفتہ و بیخود بنایا جاتا ہے۔
اسی بے پردہ نظارۂ عارض کا نقشہ حضرت سیدی تاج الفحول قدس سرہ نے ایک شعر میں کھینچا ہے ؎

وہ جن کو عین بیداری میں تھا بغداد میں تم نے
دکھایا چہرۂ گلفام یا محبوب سبحانی

بغداد شریف میں آپ نے عرصہ تک قیام فرمایا۔ حضرت نقیب صاحب نے بکمال کرم حضور پیران پیر رضؓ کے باطنی اشارہ سے مثال خلافت خاندانی عطا فرمائی اور اپنے فرزند اکبر حضرت سیدی سید سلیمان صاحب کو حکم دیا کہ آپ سے تلمذ و اجازت حاصل فرمائیں۔ سرکار غوثیت کی چشم عاشق نواز نے تمام عراق و شام میں آپ کے کمالات کی دھوم مچادی۔ چنانچہ جب سنہ ۱۲۹۱ھ میں حضرت تاج الفحول سیدنا فقیر نواز فقیر قادری رحمۃ اللہ علیہ حاضر بغداد شریف ہوئے حضرت سیدی مولانا سید سلیمان صاحب نے جو اس وقت مسند نشین دربار معلے تھے۔ نگاہ اول ہی میں آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ انت ابن فضل رسول اللہ چنانچہ تحفہ فیض میں خود ارشاد فرماتے ہیں:۔

بعد آستانہ بوسی روضۂ مقدسہ برائے قدمبوسی زیب سجادہ عالیہ غوثیہ زینت دودمان عالیشان قادریہ مخدوم الانام مرجع الخواص والعوام۔ قرۃ العینین حضرات امام حسنین علیہما السلام و نور دیدہ جناب غوث الثقلین رضی اللہ عنہ العزیز العلام جناب کرامت مآب حضرت نقیب صاحب مولانا سید سلیمان ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم ماطلع القمران در مدرسہ شریفہ رسیدہ جمالے دیدم کہ حیران گردیدم و کمالے دیدم کہ در بحر تحیر رسیدم آداب و سلام عرض نمودم میخواستم کہ دوم آستادہ مانم تا نگاہ حضور پرنور نظر انور جانب فقیر برداشتہ ارشاد فرمودند انت ابن فضل رسول اللہ از ہیبت و جلال این کلام قریب بود کہ از خود روم اما خود را جمع ساختہ بمجبوری کار خود را

از اخفا دور دیدہ عرض نمودم نعم کان قدس سرہ ابی فی الفور مشتر طابیدند تقدیم نمودم و بر قدم افتادم بالجملہ بطوریکہ اعزاز و اکرام فقیر فرمودند یارائے شرحش نہ دارم۔ ملخص کلام آنکہ اندران مجلس مبارک تا دیر ذکر جمیل حضور اقدس ابی و ربی شیخی و مرشدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بر زبان کرامت ترجمان از حاضرین بمیان ماند دریں اثنائے بزرگی دیگر ہم کہ حاضر دربار بودند ذکر فضل و کمال حضور اقدس ابی و مرشدی رضی شروع نمودند آمدم حضرت نقیب صاحب ارشاد فرمودند[۱] فان فضل رسول اللہ لیس لہ۔ حد فیعرب عنہ ناطق بفم

اسی طرح جب حضرت شیخی و مرشدی سیدی و مولائی مولانا شاہ غلام مطیع الرسول محمد عبد المقتدر صاحب قبلہ مدظلہ العالی ربیع الثانی شریف ۱۳۳۲ھ ہجری میں حاضر دربار مقدس ہوئے۔ پہلی ملاقات میں کہ اس سے پیشتر حضرت نقیب صاحب قبلہ مولانا سید پیر عبد الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم نے نہ صورت دیکھی تھی نہ نام سے واقف تھے۔ نظر اوّل ہی میں آپ کو دیکھ کر فرمایا۔[۲] ہو اشبہ بجدہ فضل الرسول لکن لحیتہ اطول منہ۔ بساختہ اس وقت مجھے وہ وقت اور وہ جلوہ ریز سماں یاد آ گیا کہ اس واقعہ کو میرے مخدوم زادہ و شہزادہ حضرت مولانا عاشق الرسول محمد عبد القدیر صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالےٰ نے مجلس عرس شریف میں خاص آستانہ قادریہ کے اندر کچھ عجیب تیور کے ساتھ دوران وعظ میں بیان فرمایا تھا۔ حضرت مخدومی و مطاعی مولانا حکیم عبد الماجد صاحب نبیرہ حضرت سیف اللہ المسلول فرماتے ہیں کہ۔

بغداد شریف کی حاضری کی بدولت اپنے حضرت جد امجد کی کمال شان ارفع و اعلیٰ کا پتہ چلا وہ معمر بزرگ جنکی نورانی صورتیں شان تقدس کا آئینہ تھیں یہ سنکر کہ حضرت مولانا فضل رسول کی اولاد حاضر دربار پر انوار ہے۔ ہماری فرودگاہ پر تشریف فرما ہوتے اور دیر تک حضرت جدی قدس سرہ کے مناقب و فضائل بیان

---

[۱] فضل رسول اللہ کی کوئی حد نہیں جس کو کوئی شخص بیان کر سکے۔

[۲] یہ اپنے دادا فضل رسول کے ساتھ بہت مشابہ ہیں۔ لیکن انکے داڑھی کسی قدر ان سے زیادہ ہے۔

فرماتے ایک بزرگ نے بیان کیا کہ پہلی بار جب حضرت سیف اللہ المسلول تشریف لائے اور عرصہ تک قیام فرمایا یہانتک کہ واپسی کا قصد کر دیا تو حضرت نقیب صاحب نے اپنے صاحبزادہ مولانا سید سلیمان صاحب سے فرمایا کہ مولانا کو حضرت امام الائمہ سراج الامتہ امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مزار فائز الانوار کی زیارت تو کرالاؤ اتنا عرصہ ہو گیا ابھی تک آپ اماکن متبرکہ پر حاضر نہیں ہوئے۔ حضرت نقیب صاحب کے اس ارشاد کو سن کر مولانا نے جو جواب دیا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دنیا میں حضور غوثیت مآب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کوئی سچی عقیدت اور زبردست نسبت رکھنے والی ذات اس وقت تھی تو وہ صرف ایک مولانا کی ذات تھی۔ آپ نے جواب میں کہا کہ مجھے طریقہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں گھر سے حضرت غوث اعظم کی آستانہ بوسی کی نیت سے چلوں اور ضمناً حضرت امام اعظم کی زیارت کو حاضر ہوؤں۔ یہ احرام صرف سرکار غوثیت کے لیئے باندھا ہے۔ وکل ذنب سوای الاشراک مغفور ایک جلیل القدر حنفی عالم کی زبان سے جو تمام علماء احناف کا مقتدا ماناجاتا ہو ان کلمات کا نکلنا در اصل ایک راز سربستہ ہے۔ جسکو فقط حقیقی معرفت شناس ہی جانتے ہیں۔ چنانچہ اس سفر میں آپ اسی طرح تشریف لائے۔ اسکے بعد متعدد مرتبہ جب سفر عراق کیا تو تمام اماکن مقدسہ کی زیارت کی دربار حضرت امام اعظم پر جبیں فرسا ہو کر کاظمین شریفین۔ نجف اشرف۔ کربلائے معلیٰ۔ بیت المقدس وغیرہ متبرک مقامات سے فیوض روحانی حاصل فرمائے۔ نواب مولانا شاہ ضیاء الدین عون الحق قادری حیدرآبادی جو حضور اقدس کے نہایت مخلص عقیدت مند اور صاحب ارشاد خلیفہ و مرید ہیں فرماتے ہیں کہ آخر بار جب آپ حاضر بغداد شریف ہوئے اور بمصداق اتممت علیکم نعمتی۔ تکمیل مراتب کے بعد واپسی کا قصد فرمایا۔ دربار غوثیت سے ایک تھیلی جس میں شانہ کنگھی۔ مصالح سر وغیرہ زنانہ سامان تھا مرحمت ہوئی حکم ہوا کہ بندر بمبئی میں ایک عورت ہے اوس کے حوالے کرنا۔ جب آپ بمبئی تشریف لائے اور حسب معمول مکان جناب شیخ حسام الدین صاحب کشمیری کے بالاخانہ پر جو عقب مسجد نواب ایاز واقع ہے مقیم ہوئے۔ آپ کا معمول تھا کہ بعد نماز مغرب بحکم سیر و فی الارض تنہا مشی وگشت فرماتے۔

اس معمول میں اب چونکہ ایک حکم کی تعمیل دوسرے امانت کو حقدار تک پہونچانا مقصود تھا۔ لہذا سخت تلاش اون گمنام اور لاپتہ بی بی کی فرماتے تھے۔ ایک شب ایک عورت شکستہ حال پریشان خاطر اثناء راہ میں آپ سے ملی اور آپ کو دیکھ کر گویا ہوئی کہ مولوی صاحب اگر ہمیں کچھ رشوت یا معاوضہ دو تو ہم اون بیگم صاحبہ سے جن کی امانت تمہارے پاس ہے ملاقات کرا دیں۔ اس رابعہ عصر کے کمال کشف کو دیکھ کر آپ نے فرمایا اچھا جو مانگوگی دیا جاوے گا۔ عورت نے جواب دیا اب موقعہ نہیں ہے۔ کل شب کو اسی وقت اور اسی جگہہ ملنا۔ دوسرے روز وقت مقررہ پر اُسی جگہہ ملاقات ہوئی وہ نیکبخت عورت آپ کو اپنے ہمراہ ایک ویرانہ میں لی گئی۔ آپ نے دیکھا ایک تخت پر بیگم صاحب جلوہ افروز ہیں سر کے بال چھوٹے ہوئے۔ ہر دو چشم کشادہ سرخ رنگ عرفان آلہی کی مستی آنکھوں میں زمین سے آسمان تک تجلیات آلہی کا شامیانہ۔ چھ عورتیں تخت کے اودھر اودھر خدمت میں حاضر۔ ساتویں یہ بی بی صاحبہ بھی جو ہمراہ لیگئی تھیں اُنکے شامل ہوگئیں۔ تخت نشین بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب وہ ہماری بغداد شریف کی امانت کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا حاضر ہے اور تعمیلی پیشکش کی ارشاد ہوا کہ امانت پہونچانے میں بہت دیر کی فرمایا جائے قیام کی عدم وقفیت باعث تاخیر ہوئی۔ بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب اب آپ فوراً حیدرآباد دکن تشریف لیجائیں آپ اوس نواح کے صاحب ولایت اور صاحب خدمت مقرر کیے گئے۔ یہ بیگم صاحبہ بموجب ارشاد اولیائی تخت قبائی لا یعرفہم غیری اوس وقت بین مرتبہ قطبیت ہند پر فائز تھیں اور وہ سات عورات درجہ ابدالیت پر متمکن تھیں رموز باطن کے واقف کاران معاملات کو بخوبی جانتے ہیں کہ جس طرح نظام عالم کی باگ عالم ظاہر میں بتدریج حکام وقت کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اسی طرح حکام باطن باعتبار اپنے مدارج کے باطنی تصرفات سے انتظام عالم کرتے ہیں۔ یہی سبب تھا کہ حضرت سیف اللہ المسلول زیادہ تر حیدرآباد تشریف فرما رہا کرتے تھے۔ آپ کو سفر و سیاحت کرنے کے لیئے آپ کے چاہنے والے رب الارباب نے بہت آسانیاں کر دی تھیں اوّل تو آپ درجہ ابدالیت پر فائز تھے۔ جس کے لیے

قوت طیران مخصوص اور لازمی امر ہے۔ دوسرے حاکم طے الارض ہونے کے باعث طبقۂ ارض پر آپ کے تصرفات حاوی تھے۔ قطع نظر ان متبرک سفروں کے ایام گم شدگی مولانا فیض احمد صاحب علیہ الرحمۃ ہیں آپ کا بلاد اسلامیہ میں بسلسلۂ جستجو مولانا ممدوح سیاحت کرنا۔ عرصہ تک خاص قسطنطنیہ میں سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین خادم حرمین الشریفین حضرت سلطان عبد المجید خاں خلد مکین کے قصر دولت میں بکمال اعزاز و اکرام مہمان رہنا اور بوقت رخصت سلطان المعظم کا بسعی بلیغ آپ کو روکنا مشہور واقعات ہیں۔ جب سے آپ اقلیم حیدر آباد دکن کی خدمت پر خاص طور پر مامور فرما دیئے گئے سیاحت کم کر دی۔ خدائے پاک نے ایک عالم کو سیراب کرنے کے لیے یہ سفر آپ سے کرائے۔ ہر جگہہ ہزاروں بندگان خدا آپ کے فیض ظاہر و باطن سے مستفیض ہوئے۔ کہیں آپ کے چشمۂ علم نے موج خیز ہو ہو کر رشد و ہدایت کی آبشاری فرمائی۔ ہزاروں غیر مذاہب والوں نے دولت ایمان پائی۔ فرق باطلہ نے مذہب حقہ اہلسنت اختیار کیا۔ کہیں دریائے عرفاں نے جوش زن ہو کر تشنگان فیوض روحانی کو سقانی الحب کاسات الوصال کے تیز و تند ساغر پلائے دیار و امصار میں آپ کے معترف اور متوسلین بکثرت پائے جاتے ہیں۔ حضرت تاج الفحول رح نے بعض اشعار میں اس طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ شعر

وہ جن کی ذات اشرف سے ترے باعث ہیں سب واقف
حجاز و مصر و روم و شام یا محبوب سبحانی
شہ فضل رسول پاک جن کے ہاتھ سے پھیلا
جہاں میں تیرا فیض عام یا محبوب سبحانی

کئی سال تک آپ حیدر آباد اس طور پر مقیم رہے کہ کبھی تھوڑے دنوں کے لیئے وطن تشریف لے آتے اوس کے بعد پھر واپس چلے جاتے۔ وہاں جس بیچ و پیچ اور جس آن و بان کے ساتھ آپ اوقات بسر فرماتے تھے۔ وہ انداز بھی اپنی شان میں سب سے انوکھی ہے۔

جناب نواب ضیا الدین صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کے قیام کا یہ انداز
تھا کہ جب آپ کسی جگہ قیام پذیر ہوتے عمائد و روساجنہیں واسطے متروکہ
وجائداد واراضی وغیرہ کے کچھ منافشہ اور جھگڑا بر پا ہوتا حاضر خدمت
ہوتے اور آپ کو تکلیف تصفیہ معاملات ان کی خاطر برداشت کرنا ہوتی
جو آپ فرما دیتے فریقین بلا عذر قبول و منظور کرتے جب ان کے
مزاج مبارک پر برخواستگی وحشت ہوتی تو سب سامان آرام اور
تمام اشیار اسباب وغیرہ وہیں چھوڑ کر صرف ایک عصائے چوبی
شیشم سیاہ رنگ کی دست مبارک میں لیکر جہاں طبیعت چاہتی
وہاں روانہ ہوجاتے اور جب کسی دوسری جگہ آپ پہونچتے جملہ
سامان آسایش فرش و لباس وغیرہ آناً فاناً میں مہیا ہوجاتا
کچھ آپکو کسی سامان کی پروا نہ ہوتی دوسری جگہ بھی جب تک
جی چاہتا رہتے اور جب چاہتے وہی ایک عصا اور چادر لیکر تشریف
لیجاتے۔ نذر وغیرہ جو پیش ہوتی فقرا و مساکین کو تقسیم فرما دیتے ورنہ
وہ بھی خدام و کفش بردار دیگر سامان کی طرح تصرف میں لاتے
دنیا اور اہل دنیا کی صحبت سے اکثر گھبراتے صحرا میں رہکر بنا سینکی
کھانے میں بہت خوش رہتے چنانچہ اسی حالت صحرا نشینی میں فصوص الحکم
کی ضخیم شرح تحریر فرمائی کچھ حصہ جو شرح لکھنے سے باقی رہگیا تھا اسکی
نسبت فرماتے تھے کہ جب صحرا میں تنہا رہنا ہوگا انشا اللہ شرح
کتاب پوری کیجائے گی اس قدر تحریر کے بعد نواب صاحب نے
جن حسرت آمیز الفاظ کے ساتھ اُس پاک صحبت سے اپنی جدائی
پر اظہار تاسف کیا ہے وہ دراصل آپ کے سچے جذبہ کا اظہار
ہے۔ ایک شعر میں اپنے مفہوم کو یوں ادا کر دیا ہے ؎

اوقات ہمیں بود کہ با یار بسر شد ۔ باقی ہمہ بیحاصلی و بے خبری بود

مشائخانہ زندگی

آپ کی زندگی کا ایک حصہ تو وہ تھا کہ سن تمیز کو پہونچتے ہی طلب
علم میں عمر کے پندرہ سال گزار کر ۳ برس تک تحصیل طب میں صرف
کئے۔ یہ زمانہ طالبعلمانہ زندگی کا زمانہ تھا اُس کے بعد منجملہ فیض رسانی
اہل ضلع و وطن تعلقات ظاہری پانچ یا چھ سال تک وابستہ
دامن دولت رہے گویا ستائیس برس کی عمر تک افاضہ و استفاضہ
علم کا سلسلہ تمدن و معیشت کا دور تھا اُس کے بعد کا زمانہ عالم باطن
کی سیاحی گلشن روحانیت کی گلگشت میں بسر ہوا جس قدر مدارج
قرب الہی میں ترقی ہوتی گئی دنیا آپ کی نظر میں ذلیل و خوار
اور آپ دنیا کی نظر میں مقبول ہوتے گئے جس قدر مخلوق الہی کے قلوب
آپ کی طرف متوجہ ہوئے اُس سے زیادہ خلاق حقیقی کا عشق آپ کے
قلب میں موجزن ہوتا گیا۔ سوا خدا کے ماسوا سے بیخودی و بیخبری
نے آپ کی رفعت شان کو خدائی بھر میں اعلیٰ و بالا کر دیا۔ وہ
ایک عالم تھا کہ جب بدایوں میں آپ رونق افروز ہوتے مدرسہ
قادریہ کی مسجد نور کے تڑکے نمازیوں کے نورانی وجود سے بھری
نظر آتی ہر صف میں غربا و امرا کی جماعتیں نیچی گردنیں کئے ہوئے
یاد الہی میں مستغرق دیکھی جاتیں۔ مدرسہ عالیہ کی چوکھٹ سے باہر
جوتیاں اوتار کر بڑے بڑے ثروت و جبروت والے برہنہ پا پنجوں کے
بل چلکر مدرسہ میں داخل ہوتے سنتیں ادا کرکے خاموش اور محو
اوراد و وظائف تمام حضرات منتظر رہتے یہانتک کہ جب حنفیہ کا
خاص وقت آتا دولت خانہ سے سنتیں پڑھکر خود بدولت تشریف لاتے

بکبر تکبیر اقامت کرتا آپ سیدھے محراب امامت تک پہنچکر امامت فرماتے۔ بعد نماز طلوع آفتاب تک خدا طلب ہاتھ دعا کے لئے بارگاہ الٰہی میں پھیلے رہتے۔ ادھر دعا ختم ہوئی ادھر صفوں سے نمازی بیخودانہ اضطراب کے ساتھ مصافحہ کے لئے دوڑتے۔ دست بوسی اور قدمبوسی کا سلسلہ دیر تک قایم رہتا۔ مریض و بیمار۔ غریب و تیماردار۔ کوئی مدرسہ کے اندر کوئی سڑک پر ہجوم کئے ہوتے کسی کے ہاتھ میں پانی کے کٹورے ہوتے کوئی بچوں کو گود میں لئے ہوتا غرض و غائت سبکی یہی ہوتی کہ جس وقت سرکار مسجد سے باہر تشریف لائیں آیاتِ الٰہی دم فرماتے جائیں۔ یہ روح پرور اسلامی منظر اب بھی نظر آجاتا ہے لیکن اگلی سی عقیدت کہاں۔ افسوس کہ سے خاص پاک قلوب اور سیدھے سادے مسلمان سچی محبت رکھنے والے خواب عدم سے ہم آغوش ہو چکے۔ خلوص کی بجائے ہوا و ہوس دلوں میں گھر کر گئی۔ اس کے سوا وہ زمانہ تھا کہ شرفاء بدایوں میں مشکل سے کوئی متنفس ایسا ہوگا جو سلسلۂ تلمذ یا سلسلۂ ارادت میں منسلک نہو۔ اب مریدین و مستفیدین اپنے اپنے تفکرات میں مبتلا ہیں۔ تاہم ادب و احترام کی وہی لہریں اب بھی موج خیز معلوم ہوتی ہیں۔ اس زمانہ میں آپ امام باوا کے لقب سے تمام لوگوں میں یاد کئے جاتے تھے آپ کا احترام طبائع میں اس درجہ جاگزیں تھا اگر آپ مدرسہ کے اندر ہوتے تو آنے جانے والے اس خیال سے کہ پیر کی آہٹ نہ ہو ایڑیوں اور پنجوں کے بل چلتے یہ احترام خواہ اس وجہ سے کیئے کہ آپ میں شان جلال کی جھلک پائی جاتی تھی خواہ اس باعث سے سمجھے کہ آپ کا نورانی چہرہ ہیبت و جبروت الٰہی کا آئینہ تھا۔ خواہ اس عظمت کو خداداد تصور کیجیے

بہرحال کوئی شخص کیسا ہی جری صاحب اثر مقرر دگو یا کیوں نہو آپ کے
چہرہ کو نظر بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا نہ کوئی مقرر آپ کے سامنے بے تکلف گفتگو
کر سکتا تھا۔ ہر وقت کے حاضر باش بھی خلاف مزاج نہ ایک لفظ
زبان سے کہہ سکتے تھے نہ دخل دیسکتے تھے۔ اس حالت میں بھی
وسعت اخلاق کا یہ عالم تھا کہ جو ایک مرتبہ حاضر ہو کر اظہار مدعا
کر لیتا اُس کو یہ دعوی ہوتا کہ میری برابر دوسرے کسی شخص سے
آپ کو اُنس نہ ہوگا۔ دراصل آپ کا یہ خلق سرکار ابد قرار مدنی
تاجدار کے خلق عظیم کا خاص ظل و پرتوہ تھا جو کمال اتباع سنتِ
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث آپ کے عادات واطوار سے
ہر لحظہ آشکار تھا۔ اوقات شبانہ روز میں شب کا کل حصّہ یاد الہی
کے لئے وقف تھا۔ شب بیداری کی عادت طبیعت ثانیہ ہو گئی تھی
فجر کی نماز سے فارغ ہو کر چاشت کے وقت تک درود وظائف
کا معمول تھا۔ ۹ بجے کے بعد مسند درس پر جلوس ہوتا تھا ظہر تک
یہ سلسلہ جاری رہتا تھا۔ درمیان میں تھوڑا وقت قیلولہ کا ہوتا تھا
ظہر کی نماز کے بعد پھر تھوڑی دیر وظائف میں صرف ہوتی باطنی
فیضان کے طالب عصر تک استفاضہ کرتے شہر کے اکابر و
اصاغر حاضر ہو ہو کر اظہار مدعا کرتے عصر و مغرب کا درمیانی وقت
بھی بالکل اشغال و اذکار میں صرف ہوتا۔ نماز مغرب کے بعد نوافل
وغیرہ سے فارغ ہو کر مسائل علمیہ پر گفتگو فرماتے چند طلبہ آپس میں آپکے
سامنے مکالمہ کرتے تحریرات جو بسلسلہ تصانیف قلمبند کیجاتی آپ کو
سنائی جاتیں۔ اس کے بعد نماز عشاء پڑھکر دولتخانہ میں تشریف لیجاتے
آخر عمر میں بالکل مدرسہ ہی میں اقامت اختیار فرمائی تھی۔ نسبت
اویسی روح پر فتوح حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ ہر وقت

غالب تھی. کبھی خواجگان چشت کا عشق ماسوا سے بیخود کر دیتا تھا دربار چشت سے جو فیض عظیم آپ کو حاصل ہوا اُس کا اندازہ احاطہ خیال سے باہر ہے خصوصاً حضرت سلطان الہند غریب نواز و حضرت قطب صاحب و حضرت گنجشکر اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے ساتھ آپ کی نسبت باطنی نہایت زبردست تھی اور یہی چاروں حضرات آپکے قصر کمال کے چار ستون تھے۔ اس زبردست نسبت نے ان چاروں حضرات کی مدح میں آپکی زبان سے جو عقیدت آگین الفاظ نکلوائے ہیں وہ اس نظم سے آشکار ہیں۔

چہار ارکان نور عالم بالائے علیین ۔۔۔ معین الدین قطب الدین فرید الدین نظام الدین

شریعت معرفت میں اور طریقت میں حقیقت ہیں ۔۔۔ عیاں ہیں چار باغ ورد و ریحان سنبل و نسرین

دعا جب مانگئے ان چار مردوں کے توسل سے ۔۔۔ فرشتے چار جو خاص خدا ہیں وہ کہیں آمین

بہار بیخزان جنتِ قربِ الٰہی ہیں ۔۔۔ ہر اک ان چار کا ہے یکہ تازِ عرصہ تمکین

جو مینا ہے سو وہ نا چار ان چاروں کا پیرو ہے ۔۔۔ ہے نور ان کا محیط چار سوئے عالم تکوین

انھیں چاروں کے عکس چہرہ ہائے آفتابی سے ۔۔۔ چہار آئینہ و چار عنصر عرفان کی ہے تزئین

انھیں چاروں کے گلہائے جمال نوبہاری سے ۔۔۔ ہوا ہے چار باغ چار سوئے معرفت رنگین

چہار اطراف عرش قرب پر ہے مستوی ہر اک ۔۔۔ کرامت کرسی عزت کا ان کے پایہ پائین

دل ان کے مصحف اسرار ہیں چاروں کتابوں کے ۔۔۔ رباعی انتخاب فرد ابیات صد یقین

چہار ارکان ہیں یہ چار کرسی عرش وحدت کے ۔۔۔ جو ہو خاک قدم ان کا وہ ہو سرتاج عرشین

یہ ساقی میکدوں پر چار سوے ملک وحدت کے
پلا دیں مست کو بھی جام سیر بر سے نوشین

سرکار غوثیت کے ولولہ عشق نے حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی[۱] اور

[۱] حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی قدس سرہٗ آپ کی مفصل سوانح عمری جنابائی بنوا کے ابی و مربی جناب خالو صاحب قبلہ ادیب ذوالاخر یر مولوی علی احمد خانصاحب اسیر مدظلہ نے نہایت تحقیق کیساتھ (حیات شیخ ۱۳۲۲) میں تحریر فرمائی ہے۔ آپ کا اسم گرامی آفتاب سے زیادہ روشن ہے آپ کو

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمہم اللہ اجمعین کی محبت بھی بدرجہ غایت آپ کے قلب میں جاگزین کردی تھی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات حضور غوث پاک کے فرزندان مجازی میں شمار ہوتے ہیں ارباب کشف جو حضور غوث پاک کو ذوالجناحین کہتے ہیں

[illegible]

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالے عنہ سے زبردست روحی نسبت ہے بلکہ آپ کا وجود با جود حضور ہی کی دعا کی برکت کا اثر ہے مسئلہ وحدت وجود کی تجلیات کا ظہور آپ کے نورانی وجود کے باعث دنیاء اسلام میں ہوا۔ ۵۶۰ھ میں دوشنبہ کی شب سترھویں رمضان المبارک کو بمقام فرنسیہ اندلس میں پیدا ہوئے ۵۸۰ ہجری میں حضرت ابوالحسن علی بن عبداللہ موصلی سے سرکار غوثیت کا عطیہ خرقہ پایا حضرت خضر علیہ السلام سے بھی خرقہ حاصل ہوا۔ آپ نہایت زبردست صاحب تصانیف ہیں حضرت شیخ مجدالدین فیروزآبادی کہتے ہیں کہ میں نے شیخ کا ایک دستخطی اجازت نامہ بچشم خود دیکھا ہے جسمیں اپنی تصانیف کی روایت کی اجازت شاہ حلب کو لکھی تھی اس میں چارسو کتب کے نام درج تھے غرض یہ کہ آپ کے مناقب ظاہری عقل کے احاطہ سے باہر ہیں۔ آپ اوناسی برس چھ یوم زندہ رہکر شب جمعہ ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ بمقام دمشق واصل اللہ ہوئے مزار شریف جبل قاسون کے دامن میں ہے۔[۱]

[۱] حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہٗ۔ آپ حضرت شیخ محمد عبداللہ قرشی سہروردی کے فرزند اور حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقادر سہروردی قدس سرہٗ اپنے عم حقیقی کے صاحب مجاز مسند نشین ہیں آپکے والد محض لاولد تھے والدہ کی بیحد تمناؤں نے دربار غوثیت میں دعاطلبی کیلئے حاضر کیا حضور غوث پاک نے دعا فرمائی مژدہ ولادت فرزند سنایا۔ اسی شب آپکی والدہ حاملہ ہوئیں بعد انقضاے مدت حمل دختر ہوئی اگرچہ والدین نے بھی غنیمت سمجھا لیکن حضور غوث الثقلین کی جناب میں اطلاع دہی کیلئے آپکے والد آپ کو گود میں لیکر حاضر ہوئے حضور نے ارشاد فرمایا دختر نہیں پسر ہے اور خود شہاب الدین نام مقرر فرمایا اور آپ کے مدارج اعلیٰ کی بشارت دی چنانچہ آپکے ہوئے ابر داد داستان دراز تھے انکے حالات و محامد اظہر من الشمس ہیں آپ ۵۴۲ھ میں پیدا ہوئے ۶۳۲ھ میں بغداد شریف میں وصال فرمایا قطعہ سال وصال از خزینۃ الاصفیا

رہبر اکبر شہاب الدین ولی دوجہاں کو مقتداے دین و دنیا شیخ عالم دستگیر ؛؛ کاشف عالم بگو مصباح عرفاں کن رقم ؛؛ تا تراحاصل شود تاریخ آں مہ منیر ؛؛ بہر ترحیلش بخواں سرور شہاب الدین بزرگ ؛؛ ہم بدال افضل و زاہد شہاب الدین میر
۵۴۲ ۶۳۲

وہ اسی باعث سے کہ آپ کے جناح اوّل حضرت شیخ الشیوخ عمر سہروردی اور جناح دوئم حضرت شیخ اکبر ابن عربی ہیں حضرت سہروردی شریعت واتباع سنّت میں وارث علوم غوثیہ ہیں اور حضرت محی الدین ابن العربی علوم حقائق و معارف میں شمع شبستان قادریہ ہیں چنانچہ جب آپ تنہائی اور اعتکاف یا صحرا نشینی کی حالت میں ہوتے حقائق و معارف کا فیضان ابن عربی کی روح پر فتوح سے بیحجابانہ ہوتا شرح فصوص الحکم میں اس فیضان خاص کی جھلک موجود ہے۔ بدایوں میں جب آپ رونق افروز ہوتے تو نسبت سہروردیہ کا رنگ گلگونۂ عارض پر نور بنتا۔ اُس کا اظہار اس طرح ہوتا کہ بعد نماز عشا جب آمد و رفت بند ہو جاتی اور تنہا فقط آپ ہی مسجد مدرسہ میں رہجاتے تو شب بھر آپ آستانہ حضرت[لہ] سلطان العارفین شیخ شاہی روشنضمیر موئے تاب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر رہکر اذکار و اشغال میں

لہ حضرت برہان الکاملین سلطان العارفین شیخ شاہی موئے تاب قدس سرہ۔ اسم شریف خواجہ سید حسن ہے شیخ شاہی روشنضمیر۔ موئے تاب مبارک القاب ہیں سلطانجی صاحب کے پیارے خطاب سے ہر شخص آپ کو یاد کرتا ہے مدینۃ الاولیا بدایوں شریف کو آپ ہی کے دم قدم سے چار چاند لگے ہیں سلطان شمس الدین التمش کے عہد برکت مہد میں آپ کے والد بزرگوار یمن سے تشریف لاکر بدایوں میں اقامت پذیر ہوئے نسبًا حسینی سیّد ہیں۔ آپ کے آئینۂ قلب کی صفائی نے آپ کو روشنضمیر مشہور کیا کسب حلال سے قوت لایموت کے لئے معاش پیدا کرنے کا یہ طریقہ اختیار فرمایا تھا کہ بالوں کی رسیاں بٹکر فروخت فرماتے تھے اسی وجہ سے موئے تاب کہے جاتے تھے یہ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رح کے محبوب و مقبول خلیفہ تھے قاضی صاحب حضرت شہاب الدین شیخ الشیوخ رح کے مخصوص خلفا میں ہیں

مجوز ہئے مدرسہ عالیہ سے شب کو چلکر بارگاہ حضرت شاہ ولایت بدرالدین

ہوئے تاب سہروردی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ میں ہوتے ہوئے حضرت شیخ شاہی رحؒ کے مزار فائز الانوار پر بطور معمول اکثر جاتے - اُس طرف سے بھی حجاب اُٹھا دیئے گئے تھے بے پردہ حضوری ہوتی تھی - متواتر چلے کشی کیجاتی اعمال واوراد کی زکات دیجاتی - رات کو وہیں مقیم رہکر فجر کی نماز مدرسہ آکر ادا فرماتے سرکار روشنضمیر سے طرح طرح کے انعامات واکرامات ہوتے چنانچہ کتاب برکت انتساب احقاق الحق خاص حضرت سلطانجی صاحب کے ارشاد سے تصنیف کی گئی تھی غرض یہ کہ آپ سلاسل خمسہ کے اکابر

مناقب قطب صاحب

حضرت قطب الاقطاب چشتی دہلوی کے مجلس عرفان کے رکن رکین تھے ہندوستان کے مشاہیر اولیا اللہ میں شمار ہوتے ہیں دہلی میں ــــہ میں انتقال فرمایا قطب صاحب کی درگاہ معلّی میں مزار پرانوار ہے زندگی بھر میں صرف تین حضرات کو خلافت عطا فرمائی جنمیں سے حضرت احمد نہروالی اور حضرت شیخ شاہی بدایوں میں استراحت فرما ہیں تیسرے بزرگ خواجہ عین الدین قصّاب لاہور میں آسودہ ہیں - فوائد الفواد میں حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حضرت سلطانجی صاحب کے مناقب بہت کچھ مذکور ہیں چنانچہ حضرت سلطانجی صاحب کا یہ مقولہ بھی مرقوم ہے کہ اگر میری وفات کے بعد کسی شخص کو کوئی مہم پیش آئے تو اُس سے کہدینا چاہیئے کہ وہ میرے مزار پر تین روز آئے اگر تین دن گزر جائیں تو چوتھے روز آئے اگر حاجت برآری نہ ہو تو پانچویں دن میری قبر کی اینٹیں کھود کر پھینک دے ایک خداوالے کی پاک زبان سے یہ مبارک ارشاد کس ناز دلبری کے ساتھ نکلا ہے عبد کا اپنے معبود کی شان بندہ نوازی پر اس درجہ نازاں ہونا کمال عبدیت کی دلیل ہے - آج صدیاں گزر گئیں لیکن ایک جہان ہے کہ آپ کے مزار پاک پر اُمڈا چلا آتا ہے اطراف ہند سے لوگ ہمیشہ بکثرت آتے رہتے ہیں اور لعطاے الٰہی

اورصاحب سلاسل کے منظور نظر تھے ہر بزرگ کی چشم کرم آپ پر تھی اور
ہر جگہ سے بے شمار فیوض و برکات آپ کو حاصل ہوے تھے۔ اپنے
شیخ سلسلہ کی نگاہوں میں بھی آپ کی اس درجہ عظمت وعزت
تھی کہ جس زمانے میں آپنے پیادہ پا سفر حجاز کیا ہے اُن ایام میں
حضرت سیّدی شاہ عین الحق رحمتہ اللہ علیہ نے باوجود نقاہت
کبرسنی چارپائی پہ استراحت ترک فرمادی۔ آپ کی یہ خلش اور
اضطراری حالت ایک راز سربستہ تھی مریدین باختصاص میں
میر خادم علی صاحب قدس سرہٗ ہروقت کے مزاج دان اور ادا
شناس تھے پیرومرشد کو اس طرح مکلف پاکر ایک دن عرض کیا
حضور اس آرام نہ فرمانے کا حال ظاہر نہیں ہوتا کہ اس طرح کیوں تکلیف
برداشت کیجاتی ہے اور چارپائی پہ کیوں آرام نہیں فرمایا جاتا۔
زمین پہ شب کا بسر کرنا غلام و کفش بردار نہیں دیکھ سکتے جواب میں
ارشاد ہوا کہ میر صاحب مجھکو شرم معلوم ہوتی ہے کہ برخوردار

آپ کے وسیلہ سے مرادیں پاتے ہیں۔ آپ کی روش کرامات روزانہ ہزاروں
نگاہیں دیکھتی رہتی ہیں۔ شاہان سلف نے کثیر جائیداد مصارف درگاہ کیلیے
وقف کر کے اپنی الوالعزمانہ عقیدت کا ثبوت دیا ہے۔ ایک گاؤں مسلّم اور تین

تعمیرات و حضرت مخدوم

مواضعات نصف نصف وقف ہیں جن کی کثیر آمدنی خدام کے تصرّف میں صرف
ہوجاتی ہے۔ اکثر کتب سیر آپ کے حالات کی آئینہ ہیں عرس شریف یوم الوصال
۱۴ ۲ رمضان المبارک کو صرف ایک روز ہوتا ہے جس میں شہر کے تمام مسلمان
اور بکثرت اہل ہنود شریک ہوتے ہیں ہر جمعرات کو ایک میلہ لگ جاتا ہے
مزار مبارک سوت ندی کے پار آبادی سے ایک میل کے قریب زیارت گاہ
خلائق ہے ۱۸۹۵ء میں سید فضل علی ڈپٹی کلکٹر نے اہل شہر کے چندہ سے یہ پختہ سڑک

مولوی فضل رسول تو پیادہ پا ہزاروں مصائب و نوائب برداشت کر کے شوق حج میں سفر کریں اور میں چارپائی پہ آرام کروں اسی طرح کبھی کبھی یہ بھی ارشاد ہوتا کہ جس طرح اکثر اولیا اللہ کا ارشاد۔ مثلاً حضرت محبوب الٰہی رح نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر خدا مجھسے پوچھیگا کہ کیا تحفہ لائے ہو تو امیر خسرو کو پیش کر دوں گا۔ اسی طرح اگر میرے رب نے مجھسے سوال کیا تو میں مولوی فضل رسول کو دربار احدیت میں پیش کرونگا۔ یہ وہ خصوصی عزت ہے جو آپ کے مدارج فیعہ کا

تعمیر مکانات خانقاہ

زیارت تک تعمیر کرائی اُس کے بعد تحریک مولوی قاسم علی صاحب وکیل شیبی روسار شیخوپور کی امداد سے ڈاکٹر علاء علی صاحب نے جو اس فقیر کے برادر طریقت اور حضرت مرشدی و مولائی حضور اقدس مولانا عبدالمقتدر تاجدار مسند قادریہ کے خصوصی خادم ہیں حرم مزار کے اندر ایک احاطہ جو مستورات کے لئے مخصوص کر دیا گیا اور ایک دروازہ کلاں جہاں سے ایک دوسری راہ اُس زنانہ احاطہ کے دروازہ تک نکالی گئی ہے تعمیر کرایا جس کی تکمیل ۱۳۳۰ھ میں ہوئی: دروازہ گلشن بہشت ۱۳۳۰ فقیر راقم الحروف نے اس دروازہ کی تاریخ عرض کی تھی۔ اُس کے بعد مہمانوں کے آرام و آسائش کیلیے منشی احمد حسین الہ آبادی تحصیلدار بدایوں نے ۱۳۳۱ھ میں چند حجرہ روسار شہر کو اُبھار کر تعمیر کرائے۔ تاریخ وصال حضرت سلطانجی صاحب رح طبقات الاولیا میں شب بست پنجم ماہ رمضان المبارک ۱۲۳۰ھ ہجری تحریر ہے چنانچہ فرماتے ہیں

در بجا کہ اُمید گاہ انام حسن شیخ شاہی ذوالاحتشام بفردوس در لیل ادینہ رفت

شب بست و پنجم زماہ صیام چو تاریخ جستم زسال رحیل بگفتہ خرد اہل تو شیق عام

عظمت الاولیا میں خواجہ علی صغر مشہور بہ علاء الدین موج دریا ابن حضرت بدرالدین سلیمان رح ابن حضرت فریدالملک والدین شکر گنج رضی اللہ تعالے اعنہ فرماتے ہیں شیخ شاہی جناب پیر کبیر۔ مقتدائے جہاں خدا آگاہ۔ رفت چوں از جہاں بجلد بریں۔ سال وصلش بداں خدا آگاہ ۶۳۲ھ

اظہار کرتی ہے۔ جادہ سلوک کے مسند نشین جو کچھ وقار آپ کا کرتے
تھے وہ ایک حد تک واجبی تھا تعجب تو یہ ہے کہ بادۂ عشق کے
مدہوش و بےخبر مجاذیب کیوں اس قدر ادب و احترام میں سرگرم
نظر آتے ہیں۔ لیکن حب خدا کی دین پر نظر ڈالئے تو کچھ حیرت و استعجاب
باقی نہیں رہتا۔ ضیاء المکتوب میں ہے کہ ایک زمیندار فوری مقدور نے

شیخ شاہی صوفی رح

حضرت شیخ اولیا امام العارفین شاہ ولایت صاحب بدرالدین ہوئے تاب قدس سرہٗ۔ آپ
حضرت قطب الاقطاب دہلوی کے فرمان کے مطابق بدایوں کے صاحب ولایت اور
حضرت سلطانجی صاحب کے برادر اصغر ہیں۔ بعد وصال حضرت سلطانجی صاحب آپکے
اور آپ کے حقیقی بھائی خواجہ محمد عثمان رح کو جانشینی کا خیال پیدا ہوا دونوں صاحب باشارہ
باطنی حضرت سلطانجی صاحب حضرت قطب صاحب کی جناب میں دہلی حاضر ہوئے جس وقت
قطب صاحب کی نظران دونوں حضرات پر پڑی آپنے حضرت خواجہ بدرالدین کو
مخاطب کر کے فرمایا۔ بیا بدرالدین صاحب ولایت بدایوں۔ اور خواجہ محمد عثمان سے
فرمایا تمھارے لئے بڑے بھائی حضرت سلطان العارفین کا قرب کافی ہے چنانچہ
حضرت خواجہ محمد عثمان علیہ الرحمہ قرب مزار حضرت سلطانجی صاحب محو استراحت ہیں
حضرت شاہ ولایت صاحب کو سلسلۂ سہروردیہ میں حضرت سلطانجی صاحب سے
بیعت و خلافت حاصل تھی سلسلہ چشتیہ میں بھی حضرت قطب صاحب کے خلفاء
کرام میں آپ کا نام نامی نظر آتا ہے آپ بھی نہایت جلیل القدر اولیاء اللہ میں ہیں۔
حضور محبوب الہی رضی اللہ عنہ نے فوائد الفواد شریف میں اظہار فرمایا کہ وے در بدایوں
دو برادر بودند یکے شیخ شاہی روشن ضمیر دویمی ابوبکر ہوئے تاب پس ابوبکر موئے تاب
برادر بودہ ام و شیخ شاہی را ندیدہ ام۔ آپ بھی مثل اپنے بھائی کے بالوں کی رسیاں
بٹکر کسب حلال سے گزر فرماتے تھے۔ آپ کا لقب موئے تاب شاہ ولایت اور کنیت
ابوبکر ہے۔ آپ کا مزار اقدس روحانی فیوض کا سرچشمہ ہے بدایوں کے اکابر اولیاء اللہ ہمیشہ

متمول صاحب اسناد جائیداد و اراضی کے ہندوستان میں تھے
اُن کی اراضیات سرکار انگریزی میں ضبط ہوگئی تھیں تمام کوششیں
بے سود اور تمام تدابیر بیکار ہو چکی تھیں۔ حرماں نصیبی نے مایوس محض
کر کے ان کو آستانہ حضرت خواجہ غریب نواز پر پہنچا دیا۔ عرصہ دراز
تک عیش و عشرت میں گزر ہو چکی تھی مزاج نازک اور ہمت مستقل نمی سمجھکر

تقسیم فیض عام

اس وقت تک آپ کے باب فیض سے فیضیاب ہوتے رہتے ہیں نہ صرف
بدایوں بلکہ دور دراز سے مشائخ کرام آپ کے آستانہ پر حصول فیض کے لئے
حاضر ہوئے ہیں صاحب گلزار ابرار سید غوثی حسن قادری نے سید عبداللہ
سفطاری علیہ الرحمۃ کا تذکرہ میں ان کا بدایوں آکر آپ سے فیضیاب ہونا لکھا ہے فقیر
نے ضمناً اس تذکرہ کو اس لئے لکھدیا کہ ابھی تک مورخین بدایوں کی نگاہیں اس واقعہ
تک نہیں پہونچی تھیں۔ اس آستانہ میں بھی روزانہ اہل حاجت کا ہجوم رہتا ہے آستانہ
قادریہ کے روزانہ کے حاضر باش بلاناغہ دربار صاحب ولایت میں حاضر ہوتے ہیں
آپ کے تصرفات و کرامات کا اظہار عالم آشکار ہے حضرت سیدی تاج الفحول علیہ الرحمۃ
جب ایک مقدمہ میں اشرار کی بدولت بلا سبب کچہری میں طلب کے گئے تو ایک
خاص انداز کے ساتھ حاضر ہوئے اور ایک خاص فقرہ کسی قدر بلند آواز سے فرمایا جسکا
اثر یہ ہوا کہ فوراً حکم امتناعی اسی وقت آگیا۔ اور آپ کشمکش سے محفوظ رہے۔ اسیطرح
راقم الحروف کے خالو صاحب جناب اسیر مد ظلہم جو برادران وطن کی سازش سے ایک
مقدمہ میں مبتلا ہو کر سخت پریشان ہو گئے تھے۔ آپ کی گردش چشم کرم کی بدولت نہ صرف
اُس بلا سے محفوظ ہوئے بلکہ جمال باکمال حضور غوثیت مآب سے سرفراز کئے گئے۔ غرض آپکا
فیض عام ہے۔ دو موضع مسلم اور دو نصف آپ کے آستانہ کیلئے بھی وقف ہیں آمدنی
خدام کی ملکیت کہی جاسکتی ہے جواہر فریدی میں ۱۲ رمضان المبارک تاریخ وصال تحریر ہے۔
سن کوئی نہیں ہے لیکن عظمت الاولیا سے ۹۰۰ھ میں آپ کا وصال ہونا پایا جاتا ہے جیسا کہ قطع تاریخ

کہ غریب نوازی کی بندہ نوازی مشہور ہے کوئی محروم جاتا ہی نہیں ہے
مواجۂ مزار شریف میں حاضر ہو کر یہ عہد واثق کر لیا کہ جبتک تمام
اراضیات اور کل جائداد نہ ملجاے گی نہ اس پاک در سے جدا ہونگا
نہ کچھ کھانے پینے سے تعلق رکھونگا۔ یہ کہکر بارگاہ قدس منزل میں مچلگئے
تین روز متواتر بے آب و دانہ باب اجابت پر کھڑے کھڑے گزار دئے
عشاق کے ناز بردار خدام کے حاجت روا سرکار بندہ نواز نے اس
مچلے ہوئے آرزومند کو اپنی دھن کا پکا بات کا پورا پا کر بے نقاب
اپنے جمال کی ایک جھلک دکھادی اور اپنی غریب نوازی سے
دریافت فرمایا کہ کیا چاہتا ہے۔ ان حضرت نے وہی جواب دیا جو
دلکی خواہش تھی عرض کی کہ آراضیات و جائیداد کا خواستگار ہوں۔
ارشاد ہوا جا جو زبان سے کہے گا وہ پورا ہوگا۔ اس بخشش بیکراں نے
ان زمیندار صاحب کو مستجاب الدعوات بنا دیا۔ عالم ملکوت اور
لوح محفوظ کا انکشاف ہوگیا۔ ظرف ان کا اتنا وسیع نہ تھا
کہ اس دولت گراں بار کا متحمل ہو سکتا۔ فوراً مجذوب ہوگئے

تاریخ وصال :

وصال سے ظاہر ہے۔ عظمت الاولیا۔

گرد از دنیا چو بدر الدین سفر | سال وصل او بگو بے قال وقیل
بدر دین مہدی دین بدر کمال | شہر ولایت شاہ بدر الدین جمیل
۹۰۶ | ۶۹۰

طبقات الاولیا۔

شیخ بو بکر ہوے تاب ولی۔ بدر دین صاحب ولایت بود۔ حیف در لسبت و دو زماہ صیام
روز آدینہ انتقال نمود۔ ہاتف غیب سال ترحیلش۔ شہر مسعود بر محل فرمود
مزار مبارک آستانۂ قادریہ سے قریب دو فرلانگ جانب غرب عقب عیدگاہ شمسی ہے راستہ خام
ہے جس کے پختہ ہونے کی تحریک کی جارہی ہے ۱۲

صحرا نوردی اور بادیہ پیمائی اختیار کی ادھر ہمارے سرکار عالم جذب میں وحشت نوردی کو اپنا شعار کئے ہوئے تھے کسی صحرا میں دونوں بزرگ ملاقی ہوئے بقول شخصے خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔ لطف یکجائی و ہم مشربی نے صحبت بے تکلف کر دی یہ زمیندار صاحب جو خواجہ کی چشم کرم سے مالا مال ہو چکے تھے۔ فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کو میں ایک اسم اعظم بتاتا ہوں جو ہمیشہ کشود کار کے لئے اکثیر کا کام دے گا اس کو آپ یاد رکھیں اور جس کو چاہیں اجازت عطا فرمائیں۔ وہ اسم اعظم یہ ہے۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ معین الدین چشتی مشکل کشا۔ اس کے بعد صاحب ضیاء المکتوب نواب مولانا ضیاء الدین خانصاحب فرماتے ہیں کہ اس اسم اعظم کی اجازت حضرت پیرو مرشد نے اکثر اکابر کو عطا فرمائی اور مجھے بھی کرم خاص سے اجازت مرحمت فرمائی گئی۔ اس کے بعد تحریر ہے کہ ان مجذوب صاحب کے دو مرید تھے وہ بھی مجذوب اور صاحب تاثیر تھے جنہیں سے ایک کا حال معلوم نہیں دوسرے مرید جن کا نام سدا شاہ مجذوب تھے ہمیشہ بھیڑی (اسلام آباد) کسی میکدہ یا ویرانہ میں سرتا پا برہنہ پڑے رہتے تھے جس زمانہ میں حضرت اقدس نواب وزیر الملک سپہ سردار عبد الحق صاحب مرحوم کے والد کے یہاں فروکش ہوتے تو یہ مجذوب کسی پارچہ افتادہ سے ستر عورت کر کے بکمال ادب و تعظیم حاضر خدمت ہوتے اور دیر تک دوزانو مودبانہ بیٹھے رہتے بعض وقت کچھ نقدی وغیرہ حضرت اقدس سے طلب فرماتے ارشاد ہوتا ضیاء الدین ان کو کچھ نقد دو۔ نواب صاحب دوانی چونی وغیرہ پیشکش کرتے مجذوب صاحب ان سکوں کو لیکر حضرت مولانا کی نعلین پر نچھاور کرتے اور پھر فرماتے کہ اب اس کی شیرینی لاؤ۔ نواب صاحب

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجذوب صاحب نے حسب معمول شیرینی منگائی
میں شکر پارہ لیکر حاضر خدمت ہوا۔ تین شکر پارہ اپنے ہاتھ سے اٹھاکر
مجھے دئے اور کہا کہ یہ شکر پارہ محی الدولہ محمد یار خاں کو دیکر میری طرف سے
تین سلام کہنا اور ہدایت کی حیدرآباد جاؤ اور خواجہ حافظ کا یہ مصرعہ
پڑھا۔ **مصرعہ** رفت آں صومعہ اے خواجہ کہ بازم بینی
اُس کے بعد تین ٹکڑے برفی کے مجھے عنایت کئے۔ نواب صاحب
لکھتے ہیں کہ ان تین ٹکڑوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری تین شادیاں
ہوئیں۔ اصل غرض اس تحریر سے یہ تھی کہ ایسے صاحب تصرف
مجاذیب کی نگاہ میں حضرت کا کس قدر ادب و احترام تھا۔ درحقیقت
باطن بین نگاہیں آپ کی رفعت شان بخوبی دیکھتی تھیں جس زمانے میں
آپ بمقام حیدرآباد نواب شرف الدین کے مکان کے بالاخانہ پر تشریف
فرما تھے۔ یہ دستور تھا کہ عصر۔ مغرب۔ عشا کے وقت نماز کے لئے مسجد
شرف الدین میں تشریف لاتے اور پھر بالاخانہ پر چلے جاتے درمیان
عصر و مغرب کے کتاب فصوص الحکم کا درس ہوتا۔ نواب ضیاءالدین صاحب
قاری ہوتے اور قریب بیس پچیس دیگر ذِی علم اہل بلدہ صاحب استعداد
و مذاق سلیم والے شریک درس ہوتے۔ اس حلقۂ درس میں اکثر
نواب محی الدولہ محمد یار خاں مرحوم اور نواب وقارالدولہ اوّل
مرحوم بھی بغرض حصول برکت و استفاضہ حاضر ہوتے۔ اُس وقت ایک
خاص حالت حضرت پر طاری ہوتی تھی عجیب لطایف و دقایق اور
مضامین و اسرار اظہار فرماتے سامعین و حاضرین اپنی اپنی
استعداد و ظرف کے مطابق لذت و حظ حاصل کرتے ایک
وجد ہی کیف میں سب سرشار نظر آتے اُس کے بعد خاصہ تناول
فرماتے۔ بعد نماز عشا جب سب مریدین و متوسلین رخصت ہوجاتے تو

آپ گشت کے لئے بلدہ سے باہر نکلتے صرف نواب صاحب تنہا ہمرکاب ہوتے۔ مقام حسین ساغر سے مقام الوال تک تقریباً سات کوس تک یہ گشت روزانہ ہوتا تھا۔ کبھی ایک بجے اور کبھی دو بجے شب کے واپسی ہوتی تھی راہ میں جو عجیب بات قابل دید نظر آتی تھی وہ یہ تھی کہ ایک مقام پر کچھ مرد اور کچھ عورتیں مل مل کر نہایت تمنا و اشتیاق کے ساتھ ملاقات کرتی تھیں۔ جن کی صورتیں کبھی بلدہ یا باہر کسی جگہ نہیں دیکھی جاتی تھیں۔ مرد مصافحہ اور معانقہ کرتے اور مستورات بخوبی والہانہ ذوق و شوق کے ساتھ بلائیں لیتی تھیں۔ نواب صاحب تحریر کرتے ہیں کہ جتنی دیر یہ سلسلۂ ملاقات جاری رہتا تھا مجھ پر جو حالت طاری ہوتی تھی اُس کا لطف ذائقہ تحریر میں نہیں آسکتا۔ تو یہ ہمیشہ گشت جاری رہی روزانہ اس لطف سے نگاہوں کو سرور حاصل رہا یہ سب رجال الغیب صاحب باطن اور حضرت کے رتبہ شناس تھے اسی طرح حیدرآباد میں ایک ضعیفہ مجذوبہ صاحب تصرف و کرامت جو محلہ اندرون گھڑکی بہور دایک چوکھنڈی قبر پر ہمیشہ نظر آتی تھیں یہ قبر ایک بزرگ مجذوب کی ہے اور بکثرت مجاذیب اس قبر پر ہمیشہ حاضر رہتے ہیں منجملہ اُن کے یہ مجذوبہ بھی اکثر وہیں فروکش رہتی تھیں ان کے تصرفات بلدہ میں بہت مشہور ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ سید معین الدین صاحب مرحوم شادی کے بعد عرصہ دراز تک لاولد رہے اور اسی تمنا میں رہے کہ کاش اولاد ہو اتفاق سے ایک دن یہ بیوی صاحبہ مجذوبہ ایک ڈولی میں بیٹھکر سید صاحب کے مکان پر تشریف لائیں اور کچھ گڑیاں پارچہ کی جس سے کمسن لڑکیاں کھیلا کرتی ہیں سید صاحب کی والدہ کو دیں بعنایت الٰہی چند روز میں سید صاحب کی بیوی حاملہ ہوئیں اور خدا نے اولاد عطا فرمائی۔ نواب محی الدولہ بہادر مرحوم نے

ایک دن حضرت اقدس سے عرض کی وہ بیوی صاحبہ مجذوبہ اب بہت
ضعیف ہوگئی ہیں اور ان کا بالکل آخر وقت ہے اگر حضور بطور عیادت
تشریف لیجائیں تو میں بھی ہمراہ چلوں۔ نواب صاحب کے کہنے پر حضرت
اقدس اُن مجذوبہ کی ملاقات وعیادت کو تشریف لے گئے جسوقت
یہ دونوں حضرات مجذوبہ کی گزرگاہ پر پہونچے اور مجذوبہ کی نگاہ حضرت
اقدس کی جانب اوٹھی باوجود ضعف وناتوانی کے اشاروں سے مراسم
تکریم ادا کرنے کے لئے اُٹھنے کا قصد کیا اور اس کے بعد نہایت خاطر و مدارات
کی اور ایک پیالہ پانی کا منگوا کر آپ کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ مولوی صاحب
یہ پیالہ حضرت دستگیر عالم پیران پیر محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے
اس کو پی لیجئے آپ نے بے تکلف پیالہ پی لیا۔ اُس کے بعد اُن مجذوبہ نے
نواب محی الدولہ بہادر کو بھی یہ کہکر بڑے شیخ کا ہمراہی ہے دو ٹکڑے روٹی کے
دئے بعد ازاں اُن کا انتقال ہوگیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) گو یا سرکار غوثیت
کی امانت تھی جو وقت رحلت حضرت اقدس کے سپرد کردی گئی۔ مولوی
سیّد یعقوب صاحب قدس سرہٗ کولسہ باڑی میں سکونت پذیر تھے لیکن
دکن کے مشاہیر سادات کرام میں سمجھے جاتے تھے اگرچہ ان کے بھتیجے نواب
سیّد سعد الدین صاحب معتمد مدار المہام ریاست کے عہدہ پر فائز تھے لیکن
مولوی صاحب مذکور نہایت خدا رسیدہ اور بہت بزرگ تھے ایک دن
نواب نصیر جنگ مہاجر مرحوم نے جو حضرت اقدس کے شاگرد رشید تھے
سیّد صاحب کا تذکرہ کچھ اس عنوان سے کیا کہ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا
ہم بھی بغرض ملاقات سید صاحب جائیں گے۔ نصیر جنگ مرحوم نے
اپنا میانہ فوراً حاضر کیا حضرت فوراً پالکی میں اور نصیر جنگ بہادر اور نواب
ضیا الدین ہاتھی پر سوار ہوکر میانہ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے جس وقت
سیّد صاحب کے دولتکدہ پر پہونچے سیّد صاحب نے بے انتہا تعظیم و

تکریم کی اور آپ نے بھی حسب عادت مراسم اداب و تکریم جو سادات کرام کے ساتھ مخصوص تھے برتنے تھوڑی دیر ادھر ادھر کی عارفانہ گفتگو رہی اُس کے بعد سید صاحب نے فرمایا کہ مولانا حضوری حضور سید عالم رسول الم روحی لہ الفداہ کی گاہے گاہے ہو جاتی ہے۔ ایسا عمل بتائیے کہ جب میں چاہوں زیارت سے مشرف ہوا کروں۔ آپ نے سید صاحب سے صرف نظر ملا کر یہ ارشاد فرمایا کہ ہماری چاہت کو کیا دخل ہے دار و مدار سارا سرکار کی چاہت پر ہے صرف یہ کلمہ آپ کی زبان سے ادا ہوا ہی تھا کہ سید صاحب کی حالت متغیر ہونا شروع ہوئی ایک خاص ذوق و کیف میں تمام بدن کے اندر لغزش پیدا ہوگئی اور دیر تک یہی رنگ رہا حاضرین بھی اس کیف سے لطف بیخودی حاصل کرتے رہے اُس کے بعد حضرت اقدس نے کچھ آہستہ آہستہ سید صاحب سے کہا اور فرودگاہ کو واپس تشریف لائے۔ غرض یہ کہ تمام مشائخ عصر اور علماء وقت اور اکابر عرب و عجم دنیاء اسلام میں آپ کے علوم ظاہری اور فیوض باطنی کی دھوم مچی ہوئی تھی ایک طرف علوم شریعت کے طالب دیار و امصار سے آکر اپنی تمنا کے دامن گلہائے مقصود سے بھرتے دوسری جانب بادۂ عرفاں کے میخوار دور دراز سے ساقی مست کے میخانہ میں آکر شراب معرفت سے مخمور و مدہوش ہو کر جاتے مدرسہ قادریہ میں جہاں قال اللہ اور قال رسول اللہ کے نعروں سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی وہیں اللہ ہو اور لا الہ الا اللہ کے اذکار و اشغال کی دلکش اور روح پرور آوازیں قلوب کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں برقی قوت دکھاتیں۔ خدا والے تزکیۂ نفس کے لئے حاضر خدمت ہوتے مدرسہ عالیہ کے حجروں میں چلہ کشی اور ریاض انفاس میں مشغول ہوتے حصول کمال کے بعد اجازت و خلافت کی نعمت حاصل ہوتی۔ اسی طرح قیام حیدر آباد میں بہت سے مشائخ شرف خلافت سے

فیضیاب ہوئے جن کا تذکرہ خلفاء کے احوال میں مذکور ہوگا۔ یہاں صرف
آپ کی مشائخانہ زندگی کے بعض وقائع کا اظہار منظور ہے۔ ماہ رمضان المبارک
میں اکثر آپ معتکف رہتے اور بالکل تنہائی کو پسند فرماتے تھے ضیاء المکتوب
میں ہے زمانہ قیام ریاست حیدرآباد دکن میں جب نصف
ماہ شعبان گزر گیا۔ ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان شریف کا مہینہ آرہا ہے
اعتکاف کے لئے کوئی مسجد آبادی سے باہر جہاں آمد و رفت نہ ہو تلاش
کیجائے۔ نواب ضیاء الدین صاحب قبلہ دامت برکاتہم نے جو اخص خلفاء میں
ہیں ایک گھوڑا سواری کے لئے جناب محی الدولہ مرحوم کے اصطبل سے لیا اور
حسب الارشاد تمام دن تلاش کر کے موضع ادیل اور حیات نگر کی دو
مسجدیں منتخب کیں اور دونوں کا حال عرض کیا آپ نے فرمایا کہ یہ
دونوں مساجد مناسب حال نہیں ہیں حیات نگر کی مسجد آبادی میں ہے
اور ادیل کی مسجد لب سڑک واقع ہے وہاں آمد و رفت رہتی ہے۔
نواب صاحب متعجبانہ خاموشی کے ساتھ چپ ہو گئے۔ اسی اثنا میں
آپ کا خادم و ملازم خاص محمد جمال نامی عرض پیرا ہوا کہ میرے موضع کے
قریب ایک مسجد آبادی سے دور صحرا میں واقع ہے یہ شخص محمد جمال موضع
انکیر پال کلاں جو بلارہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے رہنے والا تھا ہر وقت
آپ کی خدمت میں رہتا تھا اور دو وقت آپ کے سامنے کا بچا ہوا کھانا
کھا کر اپنی قسمت پر ناز کرتا تھا۔ آپ ملازم کی بات سنکر خاموش ہو گئے
اور بات رفت و گذشت ہو گئی چند دن کے بعد کہ ستائیس تاریخ
ماہ شعبان المعظم کی تھی آپ یکایک بلارہ سے معہ ملازم کے غائب ہو گئے
روزانہ کے حاضر باش اور تمام متوسلین بلا اطلاع آپ کے تشریف لیجانے سے
سخت پریشان ہوئے۔ ہر چند تلاش کیا مگر آپ کا پتہ نہ چلا یہانتک کہ
رمضان المبارک کا کل مہینہ ختم ہونے کو آیا ستائیسویں رمضان شریف کو

یکایک محمد جمال معہ صحیفہ گرامی نواب ضیاالدین صاحب کے مکان پر
پہنچا نواب صاحب اس حسن اتفاق سے بیحد مسرور ہوئے حضرت اقدس
کا پتہ دریافت کیا محمد جمال نے گرامی نامہ حسب بدست دیکر زبانی کہا کہ
حضور اقدس میں بالکل طاقت رفتار باقی نہیں کوئی پالکی وغیرہ آرام دہ
سواری ہمراہ لیچلو نواب صاحب محی الدولہ بہادر کی خدمت میں پہنچے
مژدہ قیام پہونچایا محی الدولہ مرحوم نے اپنی سواری کا ہیانہ معہ میانہ برداروں کے
نواب صاحب کے ہمراہ کیا وہیں سے نواب صاحب نے اپنے لئے
ایک گھوڑا اور دو عرب جوان ہمراہی کو لئے آخر شب بلدہ سے روانہ
ہوکر ۲۰ ماہ مبارک کو قریب عصر حاضر خدمت ہوئے دیکھا کہ حضور اقدس
مسجد کے ریتیلے فرش پر رونق افروز ہیں جسم مبارک ضعف نقاہت
سے نیلہ پڑگیا ہے آنکھوں میں حلقہ پڑے ہوئے ہیں۔ نواب صاحب
پیرومرشد کی یہ حالت دیکھکر گریہ کناں قدموں پر گر پڑے یہاں تک کہ
افطار کا وقت آیا۔ صحن مسجد میں ایک بڑا درخت گولر کا کھڑا ہوا تھا اور
بکثرت گولر لدے ہوئے تھے آپ نے اُن گولروں کا شربت اپنے دست
مبارک سے تیار کیا اور تھوڑا سا گڑ ڈالکر وقت افطار خود بھی نوش فرمایا
اور نواب صاحب کو بھی دیا۔ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ اس
شربت کی حلاوت نے جو لذت بخشی نہ عمر بھر وہ مزہ اور حلاوت حاصل
ہوئی تھی نہ ہوگی اُس کے بعد مجھکو حکم ہوا کہ یہ صحرا ہے تم آبادی موضع
میں جاکر شب بسر کرو بعد نماز صبح یہاں آنا۔ نواب صاحب تعمیل حکم
بجالائے موضع میں جو مسجد سے زائد از ایک میل ہوگا رات کو مقیم
ہوئے دن نکلے حسب الارشاد حاضر ہوئے۔ شان جمال پیرومرشد
میں جلوہ گر دیکھی چشم کرم کو اپنی جانب منعطف پایا عطیات کے امیدوار
ہوئے کھڑاؤں پائے مبارک کی اور ایک کاغذ جس میں نیا نخے اسماء الہی

معہ اعداد و ترکیب کے تحریر تھے عطا ہوئے حکم ہوا کہ تالاب میں غسل کرکے دروازہ مسجد میں بیٹھکر ان اسماء الٰہیہ کی تلاوت کرو نواب صاحب کہتے ہیں کہ تالاب مسجد سے دور ایسے صحرائے لق و دق میں تھا کہ جہاں درندے اور شیر چیتے وغیرہ اکثر پانی پیتے تھے اور یہ صحرا ان حیوانات کا مسکن تھا۔ دن میں وہاں جاتے ہوئے سخت وحشت معلوم ہوتی تھی لیکن پیر و مرشد متواتر شب کو تہجد کے وقت اسی تالاب میں جاکر غسل فرماتے تھے اور تمام درندے اور صحرائی جانور یا سبانی کرتے تھے اُس کے بعد کہتے ہیں کہ میں نے غسل سے فارغ ہوکر حسب الحکم تلاوت اسماء الٰہیہ کی شروع کی عجب کیف و سرور حلاوت و اطمینان قلب کو حاصل ہوا جس کا بیان قوت تحریر سے باہر ہے۔ اسی عالم اعتکاف میں نعت شریف کا یہ مقبول قصیدہ جس کا اندراج ذیل میں ہے آپ نے تصنیف فرمایا تھا۔ اُسی تاریخ ہلال طالع ہوا اعتکاف سے باہر تشریف لائے سواری حاضر تھی شب کو چلکر تا صبح بلدہ واپس تشریف لائے تمام اہل بلدہ نماز عید میں حضور کی زیارت سے مشرف ہوئے اور عید میں دوسری عید آپ کی دید ہوئی۔

قصیدہ

نعت میں حضرت کے فکرِ شعر حالی کا خیال
وہم باطل ہے کہ ہے نقش محالی کا خیال

ہے خدا مداح اُن کا اور نہیں بندہ خدا
تا کرے مثل خدا مضمون عالی کا خیال

بندہ کی تخئیل و حس کی بس یہی معراج ہے
ذکر اشواق و مضامین خیالی کا خیال

نے سبل نے جوش خوں ہے بلکہ ہے یہ جمگیا
آنکھ کے پردہ میں اُس مہ کی لالی کا خیال

کیا حلاوت ہے مدینہ کے سفر کے قصد میں
بحر مالح پر بھی ہے اک نہر حالی کا خیال

عالم بالا تہ و بالا ہے کیوں کیا آگیا
دیکھ لینے کا مدینہ کی حوالی کا خیال

آمد و رفت نفس کی ہوگئی مسدود راہ	آیا جب مسدودیٔ بابِ جالی کا خیال
تجربہ ہی خضر ہو جاوے جماوی دلمیں جو	قبۂ خضرا کی اُس سرسبز جالی کا خیال
سینہ چھلنی ہو گیا آنکھوں میں جالے پڑ گئے	بند ہو گیا جب شبکۂ عالی کی جالی کا خیال
نور حق آنکھوں کے آگے بس چمکتا ہی صاف	آئے ہیں جس وقت اُس الماس عالی کا خیال

ساقیٔ کوثر نے اطہر پلا دیں اے خدا
راست آجائے یہ مست لاابالی کا خیال

مشائخ کرام کی روحانی زندگی اور اُن کا روزمرّہ جن واقعات سے لبریز ہوتا ہے حضرت اقدس کے شبانہ روز میں ہر لحہ اور ہر ساعت اُسی نوع اُسی حیثیت پر بسر ہوتا ہے۔ صوفیاء کرام کی زندگی میں جو محبوب و مقبول شئی قابل دید ہوتی ہے وہ اتباع سنت نبوی اور شریعت مصطفوی ہے کیونکہ اہل شریعت کا فتوے ہے ؎

باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار

الحمد للہ کہ بدرجہ غایت وبکمال علو یہ حقیقی اتبّاع آپ کی زندگی کا جزو اعظم تھا۔

تصرّفات وخوارقِ عادات

آجکل کے زمانہ میں خصوصاً نئی روشنی کے پروانے اکابر کے حالات
میں جن واقعات سے چونکتے ہیں وہ بزرگوں کے تصرفات ہیں مسلمانوں میں
دو گروہ اس وقت موجود ہیں جو کرامات اولیا اللہ کے قائل نہیں ہیں
پہلا گروہ تو یہی نئی روشنی کا دلدادہ فلسفہ جدیدہ کا متوالا گروہ ہے ان کے
نزدیک کیمسٹری اور مسمریزم کے ذریعہ سے خواہ کیسی ہی عجیب باتیں ظہور پذیر
ہوں بعید از عقل و قیاس نہیں ہیں لیکن جہاں یہ کہدیا کہ ایک خدا والے کی
قوت روحانی حقایق اشیاء کے لئے مثل آئینہ ہے یا اس کے تصرفات
دیگر طاقتوں کو مغلوب کر سکتے ہیں تو خدا معلوم ان کے قیاس کی تنگ
کوٹھریاں کیوں بند ہو جاتی ہیں۔ کہ یہ باتیں ان کی عقلوں میں سماتی ہی نہیں
دوسرا گروہ پُرانے خیالات والوں کا ہے۔ یہ گروہ معتزلہ کا کاسہ لیس
ہندوستان کے غیر مقلد وہابیہ کا فرقہ ہے تعجب تو ان لوگوں سے ہے کہ
مقتدای فرقہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی رائے بریلی کے ایک سیدھے
سادھے بے پڑھے لکھے سپاہی پیشہ سید کو مجسم کرامت اور سراپا کمال
بناکر نعوذ باللہ حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کا ہمرتبہ بنا دکھانے کی
کوشش کریں اُس کی جہالت کو توبہ توبہ نبی اُمّی روحی لہ الفداہ کی شان
اُمیّت کے ساتھ مشابہت دیں۔ اُس کے گھوڑے کی عنان فرشتوں کو ہاتھ میں
دینے سے باک نہ کریں غیب سے من و سلوٰی اُتروائیں عجیب و غریب تراش
خراش سے پیران مٹی پرندہ مریدان می پرانند کا زور دکھائیں۔ لیکن صاحبان
خدا اور مقبولان بارگاہ الہ جو برسوں مجاہدات شاقہ اور ریاضات
سخت میں گزار کر کمال تزکیہ نفس کی بدولت مرتبۂ قرب نوافل سے

فرمائیں جنکی نسبت خود حدیث قدسی میں ارشاد ہو۔ لایزال عبدا یتقرب الی بالنوافل فاکون سمعہ وبصرہ الحدیث جن کی مدح سرائی قرآن عظیم ان مبارک الفاظ میں اداکرے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولاھم یحزنون۔ یہ برگزیدہ حضرات ان ستم ظریف نافہموں کے نزدیک کچھ بھی نہیں خیر ہمیں کیا یہ جانیں اور ان کی قوت ایمان۔ آخر مرنا ہے خدائے جلیل و جبار کی جناب میں سب کو جانا ہے ؎

حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے
منکر آج اُن سے التجا نہ کرے

اصل یہ ہے کہ بمصداق حدیث بالا ان مقدس بندوں کا چاہنے والا رب ان کو وہ زبردست قوتیں عطا فرماتا ہے کہ یہ دلق پوش حضرات تاجداروں کے افسر و دیہیم کو ٹھکراتے چلتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں کرتے کراتے ہیں جو کہتے ہیں کر دکھاتے ہیں عطار الٰہی ان کی جنبش لب کا صدقہ۔ رحمت باری ان کی دعاؤں کو ثمرہ ہوتا ہے۔ تصرف و کرامات ان کی ادائے جلال وجمال کا نام ہے ورنہ ان مقدس نفوس کے نزدیک تو دنیا کے اہم ترین امور معمولی سے معمولی بات ہیں۔ اولیا اللہ کی زندگی کے آثار مقدسہ میں خوارق عادات شائبہ زندگانی ہیں اس لئے ہم بھی بعض اون واقعات کا تذکرہ عقیدتاً کرنے کے لئے مجبور ہیں جن کو ہم یقیناً اپنے حضرت کے تصرفات یا کرامات سمجھے ہوئے ہیں۔ اور جن کی تصدیق و توثیق خبر رساں اصحاب کی ثقاہت اور پاک نفسی نے ہمارے عقیدت آگین دلکو پورے طور پر کرادی ہے یا بعض واقعات کا ماخذ بعض مطبوعہ مشہورہ اور بعض غیر مطبوعہ تحریریں ہیں۔

جناب استاد مولانا میر رضا علی صاحب استاد سرسالار جنگ مختار الملک اوّل مدار المہام ریاست حیدر آباد دکن نہ صرف دکن بلکہ ہندوستان کے

مشاہیر اکابر سے ہیں حضرت اقدس کے مخصوص تلامذہ میں ہیں آپکے
خسر مرزا ہاشم بیگ صاحب تعلقہ دار مدگل معہ اپنی اہلیہ و تمام
متعلقین کے حضرت اقدس سے بیعت رکھتے تھے میر صاحب موصوف
بکمال ادب حضرت سے اپنی دلی تمنا کا اظہار کرنے میں شرماتے تھے
ایک مرتبہ جب حضرت اقدس میر صاحب کے خسر مرزا ہاشم بیگ
صاحب کے یہاں مقیم تھے میر صاحب نے اپنے خسر کی تحریک سے
عرض کیا کہ حضور ہم دونوں میاں بیوی بالکل ضعیف ہو چکے دنیا میں
چند دن کے مہمان اور ہیں صرف اولاد کی حسرت ظاہر اقبر تک
ساتھ جائے گی۔ خدائے پاک کے مخصوص بندے اگر دعا فرماتے ہیں
تو باب اجابت سے قبولیت کا سہرا اُن کی دعاؤں کے ماتھے سجایا جاتا ہی
میر صاحب نے کچھ اس انداز سے عرض حال کی کہ حضرت اقدس کا قلب
بھی بےچین ہو کر تڑپ گیا۔ فرمایا میر صاحب دعا تو ہم کرتے ہیں لیکن فرزند
ہو یا دختر یہ مرضی الٰہی پر منحصر ہے۔ چنانچہ جبتک آپ مرزا صاحب کے
یہاں مقیم رہے روزانہ عود اور لوبان اور شیرینی اور پانی پر کلمات
طیبات اور آیات الٰہیہ دم فرما کر میر صاحب کو مرحمت فرماتے رہے
یہانتک کہ زوجۂ میر صاحب حاملہ ہوئیں۔ بعد ایام حمل لڑکی تولد ہوئی
جو جوان ہو کر حسین یار خاں برادر زادہ نواب محی الدولہ بہادر کے عقد
میں آئی۔ (منقول از ضیاء المکتوب)

بدایوں کے ایک معزز رئیس جو شہر کے رکن رکین تصور کیے جاتے
تھے بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک معاملہ میں جو اُن کے نہی اعمام کیساتھ
تھا حضور اقدس سے اس درجہ منحرف ہوئے کہ آپ کے دشمنوں کی
جان کے خواہاں ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ حضرت اقدس بعد نماز
عشا درگاہِ معلّٰی اور آستانہ حضرت شاہ ولایت رح میں حاضر ہوتے ہوئے

براہ حضرت مولانا حاجی جمال ملتانی روزانہ سلطانجی صاحب میں شب باش ہو کر چلہ کشی فرماتے ہیں۔ مدرسہ عالیہ سے تن تنہا بلا کسی خادم و خدمتگار کے جاتے ہیں۔ یہ صاحب دل میں بہت خوش تھے کہ جس دن موقعہ پاؤں گا خدانخواستہ کام تمام کر دوں گا ایک دن اسی خام خیالی نے ان کو آمادہ کشت و خون کیا تلوار باندھکر پیشتر سے بن میں ایسی جگہ جا بیٹھے جہاں سے حضرت اقدس گذرا کرتے تھے یہ اسی انتظار میں تھے کہ وقت مقررہ پر انوار الٰہی کی بجلی چمکی زمین سے آسمان تک تجلیات کی ایک ہلکی لہر دوڑ گئی دیکھا حضرت مولانا تنہا اُس نور میں خراماں خراماں چلے آتے تھے انھوں نے تلوار سنبھالی جی کڑا کیا سپاہیانہ جوش نے بہت کچھ ابھارا۔ مگر ہیبت حق نے حوصلے پست کر دئے دل بیٹھ گیا۔ ہاتھ پاؤں میں لرزہ آیا کچھ نہ کر سکے اور وہ نور کی تصویر سامنے سے نکلی چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حواس درست ہوئے اپنی اس بزدلانہ حرکت پر نفریں کی نامردی پر دانت پیسے اور یہ ارادہ کیا کہ خیر اب واپسی کے وقت دیکھا جائے گا اسی دُھن میں رات جنگل ہی میں گزاری صبح سویرے نور کے تڑکے جب قبل از نماز حضرت اقدس پھر واپس ہوئے ان پر وہی مصیبت پھر طاری ہوئی دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور وہ مسکراتے ہوئے پاس سے گزرے ارادہ کے پورے بات کے پکے تھے پشیمان نہ ہوئے پھر بھی اکڑے رہے اور ایک ہفتہ تک اسی حماقت میں گرفتار رہے۔ آخر جب تمام آرزوؤں پر پانی پھر گیا سارے منصوبے خاک میں مل گئے تو سخت ندامت کے ساتھ توبہ کی نیازمندانہ عقیدت کے ساتھ خدام میں شامل ہو گئے۔

نگاہت دشمناں را دوست کردہ ۞ اثر ہا در رگ و در پوست کردہ (از طوالع)

حاجی قاضی عرفان علی صاحب مرحوم جو رفتگان بدایوں میں ایک ممتاز شان رکھنے والوں میں سے تھے دو مرتبہ حضوری حرمین شریفین سے مشرف ہو کر المدینہ طیبہ دارالسلام بغداد شریف نجف اشرف کربلا معلی کاظمین معظمین کے پاک آستانوں میں جبہ سائی کی دولت پائی تھی۔ ایک مرتبہ سخت بلائے ناگہانی میں مبتلا ہو کر عیش و آرام کی زندگی سے محروم ہو چکے تھے۔ دشمنوں کے اغوائے سے حاکم وقت درپے آزار و ایذا رسانی تھا۔ سنگین جرم میں ماخوذ ہو کر سیشن کے اجلاس تک مقدمہ کی نوبت پہونچ چکی تھی دنیاوی پیروی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا۔ لیکن حرماں نصیبی گلے کا ہار بنی ہوئی تھی مایوسی نے زندگی تلخ کر دی تھی۔ تمام تدابیر بے سود و بیکار ہو چکی تھیں۔ اسی ہراسیمگی اور کمال یاس کے عالم میں ایک دن تنہائی میں حضرت اقدس کے قدموں پر خود کو ڈالکر ساری سرگزشت غم عرض کی۔ ابن غنی کی بارگاہ سے محروم لوٹنا تو سنا ہی نہیں تسلی و تشفی سے فوراً طمانینت قلب کر دیگئی۔ دعا کے لئے ہاتھ اوٹھائے قاضی صاحب نے گریہ خود رفتگی میں دیکھا کہ حضرت اقدس کے دہن انور سے ایک بقعۂ نور برآمد ہوا اور اس کئے اس مجسمۂ پریشانی کے سارے جسم کو گھیر لیا۔ اور لپٹنے روح پر ور جلووں سے دل و دماغ پر محیط ہو کر تمام اضطراب و آلام تفکرات و مصائب کو یکلخت زائل کر دیا۔ قاضی مرحوم بالکل مطمئن اور دلشاد ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے زبان مبارک سے مقدمہ کا حکم آخر سنا دیا۔ یہ بہر رگ خوش و خرم گھر کو واپس آے جب مقدمہ کی پیشی کا روز آیا کچہری میں حاضر ہوے مجوز نے بلفظہ وہی حکم سنایا جس کا وقوع زبان اقدس سے پیشتر ہی ہو چکا تھا۔

بدایوں کے معزز ہنود کے ایک رکن منشی بہادر سنگھ نامی قوم
کے کایستہ کسی مرض میں مبتلا تھے طبیب حقیقی کی ہدایت سے معالج
روحانی کی جناب میں حاضر ہونے کے قصد سے مدرسہ قادریہ میں پہنچے
معلوم ہوا جمعہ کا دن ہے حسب معمول حضرت اقدس آستانہ مجیدیہ
میں ختم کلام الٰہی کے لئے معہ طلبا و خدام تشریف لے گئے ہیں۔ یہ بھی
وہیں پہونچے۔ اس وقت قرآن شریف کا دور ہو رہا تھا۔ درگاہ معلی
کے ایک گوشہ میں مودبانہ خاموش بیٹھ گئے۔ جس وقت قرآن شریف
ختم ہوا معمول کے مطابق بعد فاتحہ شیرینی تقسیم ہوئی۔ قاسم تبرک
نے جب ان کا نمبر آیا قصداً غیر مذہب سمجھکر ان کو چھوڑ دیا۔ اور آگے
بڑھنا چاہا۔ حضرت اقدس نے وہیں سے جہاں آپ تشریف فرما تھے
اشارہ کیا کہ آستانہ کے تبرک سے کوئی محروم نہ رہنا چاہیئے۔ چنانچہ
فوراً منشی بہادر سنگھ کو شیرینی دی گئی۔ اس عطیہ کو منشی صاحب نے
بے اختیار کھالیا۔ فوراً حالت متغیر ہوئی ظاہری علاج یاد سے اُتر گیا
باطنی علاج کا ولولہ دل میں پیدا ہوا جگہ سے بیتابانہ اُٹھے رقت کے
جوش میں قدموں پر جا پڑے قبول اسلام کی تمنا ظاہر کی حضرت
اقدس نے خود کلمہ طیبہ تلقین فرمایا جس وقت اُنھوں نے کلمہ شریف پڑھا
حجابات اُٹھ گئے حقانیت اسلام کی تجلی برق ظلمت سوز بنکر دل میں
پیوست ہوگئی مستغرق محض ہوگئے ہاتھوں ہاتھ بدقت تمام مدرسہ شریفہ
میں لائے گئے تین روز تک کمال محویت اور انتہائی استغراق کیساتھ
یاد الٰہی میں زندہ رہے دوشنبہ کے روز اسی عالم میں انتقال فرمایا۔
سارے شہر میں شہرت ہوگئی ہجوم کثیر کے ساتھ نماز جنازہ ادا ہوئی
بے تعداد ہندو و مسلمان جنازہ میں شریک ہوئے جوار روضۂ مقدسہ
میں شرف دفن پایا (از طوالع الانوار) اخوند حاجی محمد ضمیر صاحب ولایتی

جو حضرت مولانا سیدی شاہ عین الحق قدس سرہٗ المجید کے مریدان باختصاص میں سے تھے اور اُس زمانہ میں اپنے پیر و مرشد کے آستانہ میں چلّہ کش تھے بیان کرتے ہیں کہ شب کو رفع حاجت کے لئے الفاقیہ آستانہ سے میں باہر آیا عقب آستانہ شریفہ اُس طرف سے ہوکر گزرا جہاں یہ بزرگ نومسلم شیخ عبدالرحیم نامی دن میں دفن کئے گئے تھے یکایک پھولوں کی تیز خوشبو کی مہک نے دماغ معطر کر دیا ولایتی صاحب قبر کے قریب پہنچے دیکھا کہ قبر کثرت بارش کے سبب سے شق ہوگئی اندر سے اس درجہ روح افزا اور مست کن خوشبو آرہی ہے جس کے سامنے دنیا کی کوئی خوشبو نظر میں نہیں جمتی۔ اُنھوں نے جھک کر لغور قبر کے اندر دیکھا معلوم ہوا کہ میّت گلہائے تر کے ہاروں سے بالکل ڈھکی ہوئی ہے پھولوں کی رنگت اور خوشبو ایسی فرحت خیز ہے کہ کسی پھول اور خوشبو سے کوئی مناسبت اور مشابہت ہی نہیں۔ ولایتی صاحب اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوکر اس خیال سے کہ درگاہ کے اور شب باش لوگوں کو اس واقعۂ عجیبہ کی زیارت کراوں اپنے ہمراہ لوگوں کو قبر پر لے گئے لیکن بمصداق مصرعہ این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ کسی دوسرے کو کچھ معلوم نہ ہوا۔ منشی بہادر سنگھ بدایوں کے کایستوں کے مشہور طبقے میں سے تھے نہایت ذی استعداد اور قابل شخص تھے فارسی میں دستگاہ کامل رکھتے تھے عربی صرف و نحو سے بھی واقف تھے اپنی قوم میں معزز و ممتاز سمجھے جاتے تھے اسلامی نام عبدالرحیم رکھا گیا تھا۔

(از بیاض قادری)

ایک شخص مسلمان حسن و عشق کے کرشموں میں مبتلا ہوکر مجازی راستہ سے حقیقی منزل تک اس طرح پہونچے کہ محلہ ٹکسیٹ گنج بدایوں کے ایک ہندو حسین لڑکے مسمی پیارے لال کی نظر فریب صورت پر مائل ہوکر وارفتہ و

بخود ہوگئے گھر بار خویش و اقربا کو خیرباد کہکر در دلدار کے طواف میں اوقات بسری کرنا شروع کی ہر وقت پیارے پیارے کی رٹ لگی ہوئی تھی زبان سے جو بات نکلتی تھی وہ پیارے کی پیاری صورت کا خیر مقدم کرتی ہوئی نکلتی۔ کوئی لمحہ کوئی ساعت مکان سے جدائی گوارا نہ تھی لڑکے ہر طرف سے انگشت نمائی کرنے لگے رفتہ رفتہ سارے شہر میں خبر مشتہر ہوگئی غول کے غول ان نو گرفتار عشق کی زیارت کو آنا شروع ہوئے اودھر لڑکے کے والدین ہرچند کوشش کرتے ہیں کہ یہ مائل شوریدہ کسی حکمت سے مکان سے جدا ہو مگر ممکن نہیں ہوتا شرم سے گردن اوپر نہیں اُٹھتی آخر پیارے لال کے والد معہ اپنے خاص احباب کے حضرت اقدس کی جناب میں حاضر آئے آپ کی ذات سراپا کمالات تو ہر فرقہ و ہر مذہب کے لئے قبلہ حاجات تھی آپنے ان کے معروضہ کو شرف سماعت بخشا ان کو اور جرات ہوئی قدموں پر سر رکھدیا عرض کیا حضور میری بڑی ذلت ہوتی ہے شرم کی وجہ سے گھر سے باہر نہیں نکل سکتا۔ حضور کرم فرما کر تھوڑی سی تکلیف گوارا فرمائیں اور اُس جنون گرفتہ بندۂ عشق کی رہبری فرمائیں۔ چونکہ ایک شخص کو اس بہانہ سے جادہ حقیقت تک پہونچانا مقصود تھا آپ پالکی میں دولتخانہ سے تشریف لے گئے دیکھا دروازہ پر وہ از خود رفتہ موجود ہے۔ آپنے نگاہ بھر کر اوّل اُس شخص کو دیکھا اُس کے بعد قریب طلب فرما کر خدا معلوم کان میں کیا آہستہ سے کہدیا کہ اُن بزرگ کو دوسرے رنگ میں رنگ دیا پالکی جس وقت اس مکان سے مدرسہ عالیہ کو روانہ ہوئی۔ اب یہ بزرگ پالکی کے ساتھ ساتھ۔ ع

رشتہ در گردنم افگندہ دوست

کہتے ہوئے چلے آرہے تھے یہانتک کہ مدرسہ میں پہونچے۔ فیض باطنی سے

مستفیض ہو کر شام تک مدرسہ عالیہ میں نظر آئے دوسرے دن کچھ
ایسے غائب ہوئے کہ پھر کسی کو نظر نہ آئے۔ اس واقعہ کے دیکھنے والے
ابھی بدایوں میں موجود ہیں۔

بریلی میں بالکل اسی واقعہ کے مطابق جناب میاں شہیدی علیہ الرحمہ
کا واقعہ ہے یہ بھی اسی طرح کسی ہندو کے لڑکے پر ابتداً فریفتہ ہو کر بیخود
محض ہو گئے تھے حضرت اقدس کی جو حسن اتفاق سے بریلی رونق افروز
تھے ایک دن سواری جا رہی تھی راستہ میں شہیدی حسن مجازی کا شکار بنے ہوئے
نظر آئے خدام ہمرکاب نے عرض کی شہیدی بھی بزرگ ہیں حضرت نے چشم
خدا بیں کی ایک گردش اُن کی طرف بھی کر دی صبغۃ اللہ کے رنگ میں
رنگ گئے ساتھ ہوئے۔ فرودگاہ پر آئے تو محبوب حقیقی کے روضۂ مقدسہ کی حاضری
کی ہدایت ہوئی دوسرے روز قصیدہ نعتیہ جو سلطان عرب کی بارگاہ میں شرف
قبولیت پا چکا ہے لکھ کر لائے۔ جب یہ شعر سنایا کہ ؎
تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھے قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا
حضرت اقدس نے زبان اقدس سے آمین کہہ کر فرمایا کہ انشاء اللہ تمنا پوری ہوگی۔
چنانچہ یہی ہوا کہ جب آپ اُسی سال حج سے فارغ ہو کر مدینۃ الرسول کی زیارت
کو چلے یہ عالم تھا کہ کبھی مستانہ دُھن کے ساتھ پیادہ پا چلتے کبھی ناقہ پر سوار ہو جاتے
تھوڑی ہی دیر نہ گزرتی کہ پھر ولولۂ عشق نیچے اوتار دیتا یہاں تک کہ طیبہ مطیبہ
کے قریب قافلہ پہونچا۔ سبز کھجوروں کے جھرمٹ میں فضائے قدس
کے جلوے روضۂ اقدس کے سبز گنبد کو اپنے آغوش میں لئے نظر آئے
شہید عشق حضرت شہیدی کی نگاہیں ایک طرف لپک کر
قبہ سبز کے طواف میں مشغول ہوئیں دوسری طرف ہجوم آرزو
نے یہ مصرعہ زبان سے نکلوایا۔
تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھے

عروس اجابت نے شہیدی کے طائر روح کو فوراً اپنے دامن میں لیکر اشجار حرم پر ابد تک آشیانہ بناکر رہنے کی اجازت دی صرف یہ معلوم ہوا کہ لاشہ تڑپ کر شغدف پر سے گرا اور روح پرواز کر گئی۔ شہیدی کا مصنف شجرہ راقم الحروف نے پڑھا ہے عجیب سوز و گداز کا منظوم مرقعہ ہے ایکمرتبہ کا ہی پیر و مرشد آپ دہلی میں مقیم تھے انہیں ایام میں دہلی کا مشہور میلہ پھول والوں کی سیر جو حضرت قطب صاحب میں ہمیشہ نہایت آب و تاب کیساتھ ہوتا ہے۔ ہو رہا تھا ایک دن آپ مسجد میں رونق افروز تھے دالان کے اندر آپ کے پیر و مرشد قدس سرہ المجید اوراد میں مشغول تھے اتنے میں چند اشخاص مسجد میں آئے اور آپ سے میلہ میں چلنے کو کہا مگر آپ نے یہ کہکر کہ وہاں آج ہجوم بہت ہوگا رقص و سرود کی مجلسیں ہوں گی ہمارا آج جانا ٹھیک نہیں ہے آستانہ کی حاضری تنہائی میں کیف انگیز ہوتی ہے۔ دوبارہ آپ کے اور احباب آئے اُن سے بھی آپ نے یہی کہدیا تیسری بار کچھ اور لوگ آئے انھوں نے بھی اصرار کیا کہ ضرور چلئے۔ آپ انکار کرنا چاہتے تھے کہ اندر سے پیر و مرشد کا اشارہ گویا حاضری دربار کا حکم ہوا۔ چلنے کو تیار ہو گئے جب قطب صاحب میں پہونچے صدر دروازہ پر بہ کثرت ہجوم تھا اس طرف سے گزرنا محال سمجھکر کھڑکی کی جانب سے اندر جانے کا قصد کیا۔ وہاں ایک نوعمر رقاصہ جو باعتبار حسن و جمال کے فرو تھی مجرے میں مشغول تھی۔ آپنے نیچی نگاہیں کئے نہایت تیزی سے اندر جانیکا قصد کیا اور چاہتے تھے کہ اندر داخل ہو جاؤں مگر اندر سے آدمیوں کا ایک غول دھکے دیتا ہوا اس انداز سے برامد ہوا کہ آپ اس کشمش میں بجائے اس کے کہ اندر پہونچ جاتے عین حلقے میں گھر گئے ہر چند کوشش کی کہ کسی طرح نکلجائیں مگر ممکن نہ ہوا مجبوراً اسی طرح تھوڑی دیر رکنا پڑا۔

اسی اثنا میں بھیڑ کم ہوئی اور آپ فوراً مزار پر نور تک پہونچ گئے فاتحہ پڑھی مراقبہ کیا۔ تکایک مراقبہ کی حالت ہی میں اُٹھکر پھر وہیں پہنچے اور اُس طوائف سے دریافت فرمایا کہ نیکبخت تونے کس قدر نوافل پڑھے ہیں کتنی بار حج کیا ہے کتنی عبادت کی ہے۔ عورت جس کے کان ان باتوں سے آشنا نہ تھے کیا جواب دیتی عرض کیا حضور میں ایک بازاری عورت نماز روزہ سے بیے تعلق حج وزکات سے نابلد محض ہوں۔ ریاضت وعبادت کی بجائے اسی رقص و سرود کو ریاض سمجھتی ہوں۔ البتہ خداوند کریم نے دامن عفت کو داغ معاصی سے ابتک محفوظ رکھا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اچھا آج جو انعام واکرام حضرت قطب صاحب کے دربار سے تمھیں اوس خلوص کے صلہ میں جو تبرکِ درگاہ کی تعظیم میں تمنے حسن عقیدت ظاہر کیا تھا ملا ہے اس کا تبادلہ ہماری عبادات وہمارے حج وزکواۃ سے کرنا چاہتی ہو رقاصہ نے عرض کیا نہایت خوشی سے منظور ہے۔ آپنے فرمایا عہد واثق کرتی ہو اس نے کہا کہ ہاں۔ اس کے بعد آپ نے اُس سے نظر ملائی اور فوراً یہ کہکر کہ سپردم بتو مایۂ خویش را فرودگاہ کو تشریف لے آئے وہاں اُس حسین سراپا جمال رقاصہ کی یہ حالت ہوئی کہ فوراً کپڑے چاک کر ڈالے۔ جذب کی کیفیت طاری ہو گئی۔ ایک مستانہ انداز کے ساتھ روضۂ اقدس کا طواف کرنا شروع کر دیا۔ اب جو شخص بدنظری سے اُس کی برہنگی پر نظر ڈالتا ہے بصارت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ ایک ہفتہ تک یہی عالم رہا تمام میں ایک ہو مچگئی آستانہ شریف کے خدّام کرام یہ رنگ دیکھکر آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور ان واقعات کی اطلاع کرکے کہا کہ حضرت بندگان الٰہی پر رحم فرمائیے بہت سے لوگ نابینا ہو چکے ہیں۔ رقاصہ کا ظرف اس بار عظیم کا

متحمل نہیں ہو سکتا آستانہ چلکر اُس کی حالت ملاحظہ فرمائیے۔ آپ دوبارہ پھر حاضر دربار ہوئے حسن کی اُس چلتی پھرتی تصویر کو اس رنگ میں دیکھکر دوش مبارک سے اپنی چادر اوتاری اور اس کو مرحمت فرمائی۔ عورت عرض پیرا ہوئی ؎

ایں خرقہ ہستی را در ہیکل وحدت
صد بار گرو کردم عریاں خراباتم

حضور نے خرقہ وجود کی پردہ داری کے لئے جو خرقہ عطا فرمایا خوب کیا لیکن اتنو اُس بیخبری میں ہی کچھ لطف تھا۔ آپ نے نہایت تسکین و تشفی فرمائی اپنے ہمراہ شہر میں لاکر ایک شخص کے ساتھ نکاح کر دیا اور حکم دیا کہ یہ نکاح صرف محرم بنانے کے واسطے کیا گیا ہے یہ شرط ہے کہ اس عورت کو مدینہ منوّرہ تک پہونچا دو۔ اور دونوں زوج اور زوجہ کا زادراہ اپنے پاس سے عنایت فرمایا۔ آپکی بدولت دونوں کو حج کی نعمت بھی بہم پہونچی عورت جس وقت روضۂ مقدسہ نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم کے قریب پہونچی بلند آواز سے السلام علیک یارسول اللہ کہکر بے اختیار رخندہ زنان ایک چیخ ماری اور فوراً جان دیدی۔

ایّام غدر میں جب کہ ہر طرف ایک ہنگامہ اور طوفان بے تمیزی برپا تھا۔ ہر شخص مطلق العنان ہو کر جو چاہتا کرتا تھا۔ روزمرہ لوٹ کھسوٹ کے نت نرالے واقعات ظہور پذیر ہوتے تھے۔ ضلع بدایوں میں اگرچہ ہر طرف آتش فساد شعلہ زن تھی لیکن شہر میں حضور کی توجہ قلبی امن و امان کی ضامن تھی۔ تحصیل داتا گنج کے جھنگارے ٹھاکر موقع کو غنیمت سمجھکر آمادہ غدّاری ہوگئے۔ موضع بکسینہ کے ٹھاکر بلی سنگھ تمام ٹھکرات میں سربرآوردہ اور باثر سمجھے جاتے تھے اُن کو ٹھاکروں نے

اپنا سرگروہ بنایا تھا۔ اور ایک جماعت کثیر بطور فوج کے ترتیب دی تھی لمبی لمبی لاٹھیوں میں لوہے کی گنڈاسیاں جڑ واکر اسلحہ نبرد آزمائی کی ایجاد کو ختم فرمایا تھا۔ اُلٹے گنڈاسا۔ چلے گنڈاسا فوجی قواعد کے جنگی استعارات تراشے گئے تھے۔ سنگھ اس سجعہ سے مسجع کیا گیا تھا ؎

نیچے دھرتی اوپر رام
کرے کچہری دھابو دھام

غرض یہ کہ ان دہاتیوں نے اپنی فہم و فراست کے مطابق اپنے دھن میں ایک جاہلانہ حکومت کی بنیاد ڈالکر بدایوں پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ ایک چارپائی متعدد بانسوں پر باندھکر تخت رواں کے مشابہ بنائی گئی اُس پر ہل سنگھ ٹھاکر جلوس کناں ہوئے جیتے جی اس ارتھی کو چند دہقانوں نے کاندھے پر اٹھایا ڈھول اور نقارے بجاتے ہوئے اس گروہ ناشکوہ کے گنوار گاؤں میں لوٹ کھسوٹ کرتے آگ دیتے ہوئے موضع شتاب نگر تک جو بدایوں سے چند میل پر ہے آ گئے۔ اہل شہر کو وقتاً فوقتاً ٹھاکروں کی جاہلانہ حرکات اور اُن کی جماعت کی نقل و حرکت کی خبریں پہونچتی رہتی تھیں۔ اور سراسیمگی کے آثار نمایاں ہوتے جاتے تھے جب اس قدر نزدیک ان کے پہونچ جانے کا حال معلوم ہوا تو بعض شرفا و عمائد شہر سخت پریشان ہوکر مدرسہ عالیہ میں حاضر ہوئے اور حضرت اقدس سے تمام واقعات عرض کئے آپ نے کلمات تسکین ارشاد فرمائے اور کہا کہ انشاء اللہ تعالےٰ بدایوں تک یہ اشرار نہیں آئیں گے مگر لوگوں کی پریشانی کم نہ ہوئی یہانتک کہ کھیڑہ نوادہ تک ان لوگوں کے آنے کی خبر شہر میں گونج گئی۔ اس وقت معتقدین نہایت اصرار کے ساتھ طالب اعانت ہوئے آپ نے فرمایا اچھا ہم خود چلکر یہ تماشہ دیکھیں گے۔ اہالی شہر جن میں ہر فرقہ و ہر مذہب کے

لوگ شامل تھے بہ کثرت حضور کے ہمراہ ہوئے آپ مدرسہ قادریہ سے مزار فائض الانوار حضرت میراں ملہم شہید[۱] رحمۃ اللہ علیہ تک تشریف لیگئے بعد فراغ فاتحہ کوٹ سے نیچے اوتر کر کچھ دیر توقف فرمایا اور تین بار زمین سے خاک اُٹھا کر شاہت الوجوہ کہکر جانب شمال جدھر سے لشکر نکلے

---

[۱] حضرت میراں ملہم شہید رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے وجود باجود کی برکت نے سن ہجری کی پانچویں صدی میں بدایوں کو اسلامی برکتوں کا مخزن بنایا۔ آپ سیادت ولایت علوم شریعت۔ شہادت کے عطر مجموعہ ہیں۔ مدینۃ الاولیا بدایوں شریف کی مجلس اولیاءاللہ میں نوشاہی و سرداری کا سہرا آپ کی نورآسا جبین پر عروس قدرت نے سجایا ہے۔ تمام اولیا بدایوں اپنے اپنے وقت میں آپ کے آستانہ فیض سے مستفیض ہوئے ہیں حضرت سیدنا شاہ ولایت بدرالدین ہوے تاب بکمال تکریم برہنہ پا آپ کی درگاہ میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ حضرت سید سالار مسعود غازی سلطان الشہدائے ہند اپنی والدہ کو بحکم محمود غزنوی غزنی سے لیکر اجمیر میں تشریف لائے تھے ۴۰۵ھ ہجری میں جب محمود غزنوی کے وجود محمود کی بدولت ہندوستان میں رایات اسلام کے پرچم نورافروز ہوئے۔ جوار قنوج میں بدایوں بھی راجگان ہند کی چھوٹی سی حکومت کا دارالامارت تھا اسی زمانہ میں مسلمانوں کی آمد ادھر بھی ہونا شروع ہوگئی تھی۔ اکثر شہداے بدایوں نے اسی زمانے میں اپنے مقدس خون کو بدایوں کی روئے زمین کا گلگونہ بنایا ہے سلطان الشہدا کی ولادت ۴۰۵ھ اور شہادت ۴۲۴ھ ہجری قدسی میں ہوئی ہے سولہ برس کی عمر میں آپ امیر لشکر اسلام ہوچکے تھے۔ اور ہندوستان میں حقانیت اسلام کی شعاعیں آپکی جبین مبین سے طالع ہوہوکر دور دور تک پہونچ چکی تھیں حضرت میر ملہم شہید اجمیر شریف میں رد ک لئے گئے۔ حضرت مسعود غازی پیدا بھی ہوئے اور قرآن شریف بھی آپ سے پڑھا۔ محمود غزنوی کی نواح قنوج میں تشریف آوری

آنے کی خبر تھی دست خدا پرست سے ہوا میں پھینکی اہل عقیدت عرض پیرا ہوئے اب حضور کی زیادہ تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہماری تسکین بخوبی ہوگئی حضور واپس تشریف لیجائیں بہت لوگ اس خیال میں کہ کس طرح گنواروں کی اُمیدیں خاک میں ملتی ہیں شتاقانہ

تعمیر جدید مقبرہ:

نور باطن سے آپ کو معلوم ہوئی فوراً اجمیر شریف سے چلکر تھوڑی سی فوج کے ہمراہ بدایوں تک تشریف لائے راجہ بدایوں کی کثیر فوج سے لڑکر شہید ہوئے اصل نام آپ کا سید عبداللہ ہے آپ میرانجی صاحب کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ کے حریم مزار میں بہت سے شہدا اکرام محو استراحت ہیں پیشتر احاطہ درگاہ پرانے زمانے کا تھا جس کی خستہ و شکستہ حالت زبان حال سے زائرین کو اپنی طرف متوجہ کرکے اپنی درستی کی خواہاں تھی۔ اس پاک خدمت کو ڈاکٹر عطا علی قادری محب رسولی نے نہایت سرگرمی سے اپنے ذمہ لیا۔ اور اپنے آپ کو ہمہ تن وقف کردیا چنانچہ اب نہایت شاندار۔ خوشنما۔ دلکش عمارت تیار ہوگئی ہے قاضی شمس الدین قادری نے جو آستانہ قادریہ کے مخصوص ارادتمندوں میں ہیں اور جن کا دماغ مادہ ہائے تاریخ کا بحر بیکراں ہے اس جدید روضہ کی لاجواب تاریخ تکمیل تعمیر کے لحاظ سے (روضۂ شہید) ۱۳۳۰ نکالی ہے۔

حاجی افتخارالدین قادری محب رسولی نے نئی بات یہ کی ہے کہ مزار اقدس کے اُن آثار قدیمہ کو جو متقدمین و متاخرین اولیا و مشائخ بدایوں کی پاک نگاہوں کا بوسہ گاہ ہے ایک جدید قبہ سے ڈھانک دیا ہے۔

طبقات الاولیا میں تاریخ احمدی مولفۂ علامہ حمیدی نیشاپوری سے آپ کی تاریخ وصال نقل کی گئی ہے جو بجنسہ درج ہے:

ندا از آسمان آمد بہ پیہم ... درینغا شہسوار ذی مکرم
ز تیغ کافران شد مرد و ظلم ... شہادت شد لبیب میر ملہم

تماشا دیکھنے کے لئے آگے کو روانہ ہوئے دور سے دیکھا کہ گنواروں میں ہلڑ مچا ہوا ہے ہر شخص خائف و ترساں اُلٹے پاؤں بھاگا جا رہا ہے سارا گروہ تتر بتر ہو کر جدھر سے آیا تھا اودھر ہی کو لوٹا جا رہا ہے۔ اس واقعہ کی چشم دید شہادت چند ثقہ اکابر نے بیان کی بدایوں میں ابھی بہت سے لوگ ایسے موجود ہیں جو روزانہ کے اپنی آنکھوں دیکھے ہوئے واقعے بیان کرتے ہیں۔
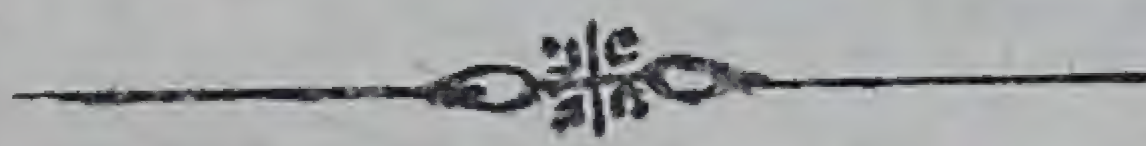
تذکرۂ خلفاء مجاز و صاحب ارشاد مرید اصحاب خاص

[1] کاشف اسرار حقیقت واقف امور طریقت حضرت مولانا حکیم عبدالعزیز مکی قدس سرہٗ۔ آپ خاص مکہ معظمہ میں کوہ صفا کے عقب میں سکونت رکھتے تھے جملہ علوم و فنون کے عالم تھے عرب شریف میں طبی شہرت تقوی و تورع کے دوش بدوش تھی۔ حج کے زمانہ میں حرم محترم کے اندر مقام حطیم میں شرف بیعت سے مشرف ہوئے کمال تزکیہ نفس کی بدولت مثال خلافت سے سرفراز ہوئے۔ کعبہ مقدسہ کی تجلیات قدسیہ نے آپ کے کمال نورانیت اور علو روحانیت کو زمین حجاز پر خوب چمکایا۔ آپ کے خاندان کے باوجاہت و باوقار لوگ حضرت اقدس کے سلسلہ بیعت میں داخل تھے۔ بعد وصال پیر و مرشد مکہ معظمہ سے بدایوں آئے۔ آپ میں یہ شان تواضع و انکسار جو خدا والوں کی خصوصی شناخت ہے عجیب تجمل کے ساتھ جلوہ گر تھی عرس شریف میں شریک ہوکر واپس وطن ہوئے۔ آپ کی توجہ قلب جہاں روحانی مریضوں کی معالج تھی وہاں آپ کا دست شفا جسمانی بیماروں کے لئے طبیب حاذق تھا مکہ محترمہ میں آپ کا وصال ہوا تاریخ وصال معلوم نہ ہو سکی۔ حضرت اقدس نے جب تیسری بار ۱۲۷۷ھ میں سفر حج کیا اُس وقت آپ بیعت ہوئے ہیں اور رسالہ طریقت صرف آپ کی ہی خاطر حضرت اقدس نے تصنیف فرمایا تھا۔

---

[1] آپ کے دوسرے بھائی حکیم عبدالصمد صاحب بھی مشاہیر عرب سے ہوئے آپ کے تیسرے بھائی عبدالشکور صاحب نے علوم زبان ترکی حاصل کیے حکومت ترکی کے معزز عہدے پائے اور لقب

سلالہ خاندان غوثیہ حضرت مولانا سید شاہ آل نبی حسنی حسینی شاہجہانپوری قدس سرہ۔ آپ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اولاد امجاد سے ہیں قصبہ کانٹھ ضلع شاہجہان پور میں سکونت پذیر تھے ابتداءً مولانا نذیر احمد صاحب مرحوم عثمانی بدایوں سے تعلیم پائی بعدہٗ مدرسۂ قادریہ میں آکر حضرت اقدس سے تکمیل فرمائی۔ زمانہ طالبعلمی ہی سے اہل فضل وکمال کی طلب تھی۔ بعد فراغ علوم لذت بادۂ عرفاں نے مدہوش کیا ادھر حضور دستگیر عالم کی جناب سے اپنے نور نظر کی تکمیل

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۵

شکری آفندی کا حاصل کیا حکیم عبدالصمد صاحب کے صاحبزادوں میں ایک عبدالوہاب تھے جن کی دوکان عین باب الصفا پر تھی۔ عرصہ دو تین سال کا ہوا کہ آپ کا انتقال ہو گیا دوسرے صاحبزادے حاجی حکیم مولوی عبد الرزاق صاحب تھے جو ۱۲۹۵ھ میں حضرت اقدس تاج الفحول کے ہمراہ بدایوں تشریف لائے اور مدرسہ عالیہ قادریہ میں تکمیل علوم کی اور سند اجازت باوجودیکہ اپنے چچا مولانا عبدالعزیز صاحب رکھتے تھے حضرت تاج الفحول سے بھی حاصل کی۔ حیدر آباد میں محلہ مغل پورہ کے ایک شریف خاندان میں شادی کی جس سے ایک لڑکا عبد الخالق نامی اپنی یادگار چھوڑا ہے جو مدرسۂ قادریہ زیر تعلیم ہے چھوٹی سی عمر میں شعر خوب کہتا ہے جو محض مخدومی حضرت مولانا حکیم عبدالماجد صاحب قادری مہتمم مدرسہ شمس العلوم کی خاص توجہ کا اثر ہے اللہ تعالےٰ اس کو بزرگان دین کا سچا جانشین بنادے۔ حاجی عبدالرزاق صاحب مرحوم نے فتاوے حرمین کی تکمیل میں جو ردّ خیالات ندوۃ العلما میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کی طرف سے شائع ہوا ہے خاص کوشش فرمائی ہے۔ عرب شریف میں انتقال فرمایا تاریخ وفات صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکی۔

تیسرے صاحبزادے حاجی عبد الفتاح صاحب ہیں جو جدہ میں پیشہ خیاطی سے بسر اوقات فرماتے ہیں جوان صالح متشرع ومتقی ہیں اپنے چچا حکیم عبدالصمد صاحب سے مشرف بعیت ہیں زیادہ حال آپکی اولاد کا معلوم نہیں ۱۲

مراتب کے باطنی اشارات شروع ہوئے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہو کر عرصہ تک شیخ کے پیش نظر رہکر ریاضت شاقہ اور مشاغل و اذکار میں مصروف رہے۔ مدارج عالیہ روزانہ مائل بہ ترقی تھے یہانتک کہ خرقہ خلافت و سند اجازت سلاسل اربعہ کی دربار شیخ سے حاصل ہوئی۔ ہزاروں بندگان خدا اپسے مستفیض ہوئے۔ باطنی کمال کی شہرت دور دور پہونچی۔ سفر پنجاب میں آپ مشغول تھے کہ مژدہ وصال حقیقی پہونچا مقام بٹالہ ضلع گورداس پور میں ۱۲۷۹ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

سید السادات منبع السعادات حضرت مولانا سید نورالحسن حسنی حسینی حیدرآبادی قدس سرہٗ۔ آپ نواح دکن میں نہایت تقدس و احترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے دربار ریاست میں آپ کا وقار مسلم تھا۔ قادرالدولہ بہادر کے لقب سے ملقب تھے سلسلہ نسب کے اعتبار سے حضور غوث اعظم رضؓ کی پاک اولاد ہونے کا فخر آپ کو حاصل تھا۔ آپ کی نورانی شکل آپ کو اسم بامسمیٰ بنائے ہوے تھی اپنے خاندان میں آپ کو پیشتر سے بیعت و اجازت حاصل تھی اور نسبت قوی و کامل تھی لیکن باشارہ باطنی ترقی مدارج و زیادت کمال کے لئے حضرت اقدس سے طالب بیعت و تجدید ہوئے۔ آپ کے اصرار بیجد سے بیعت مصافحہ سے آپ کو سرافراز کیا گیا علاوہ عقیدت و ارادت کے علم تصوّف کو بکمال ذوق حضرت اقدس سے آپنے اخذ کیا تھا آپ کا چشمۂ فیض دکن میں ہزارہا تشنگان معرفت کو سیراب کرتا رہا۔

سید الاتقیا سند الاذکیا حضرت مولانا سید شمس الضحےٰ بخاری قدس سرہٗ۔ آپ سادات بخاری سے ہیں۔ حیدرآباد میں آپ کے اجداد نے اقامت اختیار فرمائی تھی۔ اہل دکن آپ کے خاندانکی

بہت کچھ عظمت کرتے ہیں۔ آپ کی علمی قابلیت آپ کے مصنفہ رسائل تصوّف وغیرہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ آپ بھی سلسلہ چشتیہ میں پیشتر سے بیعت رکھتے تھے۔ لیکن حضرت اقدس کے کمالات کے گرویدہ ہو کر سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اذکار و اوراد کی اجازت لیکر عرصہ تک ریاضات میں مشغول رہے۔ کمال تزکیۂ نفس کے بعد اجرائے سلسلہ کی اجازت حاصل کی حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے مریدوں کا سلسلہ نواح دکن میں احاطہ شمار سے باہر ہے۔

مسند نشین شرع مبین حضرت مولانا حاجی حمید الدین قدس سرہٗ۔ آپ پچھلی شہر کے سرمایۂ عزّت و تمکین شرفا میں سے تھے محکمہ قضا کی مسند خاندانی میراث تھی حیدرآباد کی علم پرور سلطنت نے آپ کی خداداد قابلیت کی قدر افزائی عدالت افتا کی کرسی آپ کو سپرد کر کے بخوبی فرمائی۔ آپ علوم معقول و منقول کے جیّد عالم تھے خصوصاً فقہ میں تبحر کامل حاصل تھا۔

حضرت اقدس جب سفر عروس البلاد حضرت بغداد سے واپس آکر حیدرآباد تشریف فرما ہوئے ہیں اُس وقت آپ بیعت سے مشرف ہوئے ۱۲۸۴ھ میں نعمت حج اور حضوری دربار رسالت کا شرف حاصل کیا۔ آپ نہایت مرتاض بزرگ تھے۔ ریاضت و مجاہدہ آپ کا روزانہ کا شغل تھا جسکے باعث روحانی قوت نے اس درجہ ترقی کی کہ آپ بھی صاحب ارشاد ہو کر رہے۔

دویم ماہ جمادی الاخرہ ۱۲۹۵ھ میں بمقام حیدرآباد متاع جان کو جان آفرین کے سپرد فرمایا۔ آپ کے صاحبزادے قاضی رشید الدین صاحب بھی اپنے بزرگ باپ کے فضل و کمال کی زندہ تصویر تھے اور عرصہ تک حیدرآباد میں منسلک رہے فارسی میں ذوق سخن رکھتے تھے

غزل

اے سرگروہ انبیا لعل تو تاج صفیا	از خاک اقدس زینت فزا گردید عرش کبریا

نعلین موسے شد جدا بالائے طور از حکم حق
نعلین تو بر عرش ہم ہرگز نشد از پا جدا

نعلین پائے خود اگر بخشی مرا از مکرمت
بر سر نہم تاجش کنم ایں فخر باشد بس مرا

خاک نعالِ پائے تو بارے نصیب من شود
با عین شوق آنرا کشم در چشم دل صبح و مسا

چوں خاک پائے تو نشد در چشم ما کحل البصر
تمثالِ نعلین تو بس از بہر حرز جان ما

تمثال نعلین تو گر لوح مزارِ من بود
گردد منور قبر من از نورِ نعلِ پر ضیا

ظلّ لوا؛ الحمد را جویند جملہ اہل حشر
من ظل نعلین ترا جویا شوم روزِ جزا

آنجا بدستم گر بود تمثال نعل پاک تو
باشد خط آزادیم از بند اندوہ و بلا

چوں نامۂ اعمال خود ہر کس بہ محشر آورد
حاضر شید آندم شود با نقش نعل مصطفا

یہ پاک غزل آپ کے دلی جذبات کی شاہد ہے۔

عارف حق آگاہ مقبول بارگاہِ الٰہ حضرت مولانا شیخ عطا اللہ قدس سرہٗ
آپ حضرت ذو النورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی انجمن اخلاف کے روشن چراغ اور حضرت مخدوم اولیا قاضی ضیا الدین رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ قاضی جیاؔ کے دولتخانہ نور کاشانہ کے سراج منیر تھے۔ پیرزادگان نیوتنی شریف میں آپ صاحبِ علم و فضل اور وارث سجّادۂ طریقت تھے جس طرح آپ کے نانا حضرت مولانا شیخ اسد اللہ علیہ الرحمۃ نے حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہٗ سے انتساب بیعت کرکے اجرائے سلسلہ کی اجازت حاصل فرمائی اسی طرح آپ بھی باوجود پیرزادگی بکمال ذوق و شوق نیوتنی شریف سے چلکر بدایوں تشریف لائے اور حضرت اقدس سے مشرف بیعت ہوکر مثال خلافت حاصل کی۔ گھر کی دی ہوئی دولت اس طرح پر گھر میں واپس لی۔ عرصہ تک توجہ شیخ سے اذکار و اشغال میں مصروف رہکر مرتبہ کمال حاصل فرمایا اور فائز المرام ہوکر مسند آبائی پر فیوض عرفاں کی جلوہ ریزی فرمائی۔

مخزن علوم مجمع کمالات حقایق آگاہ مولانا محمد عبید اللہ قدس سرہٗ

آپ حضرت مولانا عبد اللہ مکی قادری کے صاحبزادے حضرت مولانا شیخ عبد الکریم قدس سرہٗ کے پوتے تھے جمیع علوم فقہ وحدیث تفسیر کامل تحقیق کے ساتھ حرمین طیبین کے مشایخ اجل سے حاصل کئے معقول کی تکمیل۔ تصوف کی تحقیق حضرت اقدس سے فرمائی اپنے زمانہ میں استاد الاساتذہ تھے۔ علم نواز روسا بمبئی کے اصرار سے ہندوستان تشریف لاکر مسجد جامع بمبئی میں مدت العمر خدمت درس انجام دی صاحب زہد وتقوے اور مہر وفتوے تھے نواح سورت وکاٹھیاوار میں ہزاروں آپ کے ارادتمند ہیں باوجود کثرت مشاغل واذکار آپ کا قلم فرق باطلہ خصوصاً طائفہ وہابیہ کے حق میں صولت ذوالفقار رکھتا تھا۔ آپ کی تصانیف سے رسالہ سیف المسلول عن علم غیب الرسول کے مطالعہ سے راقم الحروف کو بھی شرف حاصل ہے یہ رسالہ مطبع گلزار حسینی بمبئی میں چھپوا کر ایک سنی سورتی سیٹھ نے وقف کر دیا تھا غیر مقلدین نے سیکڑوں رسالے مفت منگا منگا کر بدعقیدگی وگمراہی کی جان کو اس چمکتی ہوئی تلوار کی آنچ سے اپنی چلتی بہت کچھ بچایا۔ لیکن لکھنے والا جو لکھ گیا اُس کا جواب نہ ہوا نہ آئندہ ہو سکے گا۔ آپ کی نسبت اپنے شیخ سے اس درجہ قوی تھی کہ خود کو بھی ہمیشہ بدایونی لکھا کرتے تھے۔ ہر سال بمبئی سے ایام حج میں کعبہ کے طواف کا شوق آپکو حرمین طیبین پہونچاتا تھا۔ آپ باوجود صاحب ارشاد ہونیکے بہت کم مرید فرماتے تھے تاہم آپ کا سلسلہ اب تک جاری ہے اور ایک بزرگ مولانا سید شاہ غلام حسین صاحب مد فیضہٗ جن کو آپ سے تلمذ وبیعت وخلافت کا شرف حاصل ہے آپ کے سلسلہ میں مرید کرتے ہیں۔

سید صاحب جامع علوم عقلیہ ونقلیہ ہیں۔ آپ ریاست جوناگڈھ کے

مشاہیر اکابر سے ہیں بندر ویراول ہیں بمقام اگول سکونت پذیر ہیں
آپ سادات کرام ترمذی سے ہیں نواح کاٹھیاوار میں آپ کا فیض
ظاہری و باطنی جاری و ساری ہے آپ ۱۳۳۱ھ میں بغرض حاضری
عرس شریف حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ بدایوں تشریف لائے۔ مگر
عرس شریف ایک ہفتہ پیشتر ختم ہوچکا تھا آپ نے کلکتہ سے جہاں آپ کے
مریدین کی کافی تعداد موجود ہے بدایوں کا قصد کیا تھا۔ آپ واعظ بھی ہیں
میں نے آپ کو اپنے پیر و مرشد حضرت اقدس مولانا شاہ مطیع الرسول
محبوب حق محمد عبد المقتدر صاحب قبلہ مدظلہم العالی کی جناب میں جس قدر
مودب پایا باوجود کفش بردار ہونے کے کبھی دوسروں کو کیا کھول
خود کو بھی اتنا مودب نہ دیکھا۔ یا یہ کہئے کہ اداب شیخ ہم غلامان بارگاہ نے
سمجھا ہی نہیں۔ سید صاحب کے صاحبزادہ مولوی سید غلام عباس
صاحب تقریباً ڈیڑھ دو سال تک مدرسہ قادریہ میں حاضر رہے اور
قبل تکمیل والدین کی محبت اور وطن کی کشش نے ان کو اپنی جانب کھینچ لیا
حضرت مولانا قدس سرہٗ کے ارشد تلامذہ میں سے جناب مولانا الحاج حافظ
عبد الغفور صاحب مرحوم ہندوستان کے مشاہیر علما میں سے تھے بمبئی
میں ۱۳۲۸ھ میں وصال ہوا راقم الحروف نے تاریخ وصال ہو الغفور ۱۳۲۸ سے اخذ
کی تھی۔ آپ زنگاری محلہ بمبئی کی مسجد کے پیش امام تھے۔ علاوہ ان کے
جناب مولانا سکندر خاں صاحب امام مسجد مریم لین بمبئی۔ مولوی محمد حسین صاحب
مولوی حکیم مرزا صاحب وغیرہ ہیں جناب مولانا عمر الدین صاحب فاضل
ہزاروی بھی جو آجکل علماء اہلسنت میں ایک ممتاز علمی وقار رکھتے ہیں
حضرت مولانا قدس سرہٗ کے ارشد تلامذہ اور حضرت اقدس تاج الفحول
کے مخصوص مریدین میں سے ہیں۔

حقایق پناہ معارف دستگاہ مولانا الحاج محمد اکبر شاہ ولایتی قدس سرہٗ۔

صاحب تذکرہ علماء ہند نے آپ کو کشمیری لکھا ہے لیکن درحقیقت آپ علاقہ ہوتی مردان مضافات ولایت پشتو یعنی سرحد کی طرف کے رہنے والے تھے۔ اپنے زمانہ کے اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ طلب علم کا شوق آپ کو وطن سے بدایوں تک لایا جمیع علوم کی تحصیل وتکمیل آستانۂ شیخ پر رہ کر فرمائی مسائل فقہیہ میں امام وقت تھے۔ زہد واتقا میں بالکل متقدمین اولیاء کرام کا نمونہ تھے شبانہ روز عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ صائم الدہر قائم اللیل تھے شیخ کے خلفاء خاص ومقربان با اختصاص میں تھے دربار رسالت میں نسبت اویسیہ کا خصوصی شرف حاصل تھا اکثر رویت جمال کی دولت عالم منام میں حاصل ہوتی رہتی تھی بارہا لذت سماع کلام حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ ایک مرتبہ دولت حضوری اس شان سے نصیب ہوئی کہ حضور رسالت مآب علیہ التحیہ والصلاۃ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ تشریف فرما ہیں حضور نے حضرت فاروق اعظم سے خطاب فرمایا یا عمر انت حی لحیاتی مولانا نے بکمال تعظیم عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس زمانہ میں بعض اشخاص حضور کے حیات النبی ہونے کے منکر ہیں ارشاد ہوا کہ ان کی جانب التفات نہ کرنا چاہیئے۔ آپ نے عرصہ دراز تک بمبئی میں مسند درس پر جلوہ افروز رہکر افاضۂ علمیہ کا اجراء فرمایا۔ مولوی مفتی عبد اللطیف مولوی سید عماد الدین رفاعی۔ مولانا سید عبد الفتاح گلشن آبادی وغیرہم علماء کرام کو آپ سے تلمذ حاصل تھا آخر عمر میں نواح سرحد پر آپ کا فیض باطنی مدت العمر جاری رہا۔

سالک ذیجاہ عارف حق آگاہ مولانا الحاج شاہ محمد قدرت اللہ کشمیری قدس سرہٗ۔ آپ کشمیر کے مشہور بزرگ ہیں سیاحی کا شوق تھا۔ اکثر تذکرہ

حرمین شریفین - بغداد و سید البلاد بیت المقدس نجف اشرف کربلائے معلی کاظمین معظمین وغیرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے - بعض مقامات پر مجاہدہ اور چلہ کشی کرکے مدارج عالیہ حاصل کئے - حضرت اقدس سے بیعت واجازت حاصل کرکے عالم اسلام کی سیاحی شروع فرمائی حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ حاضری بغداد شریف کے بعد جب آستانہ حضور غریب نواز سلطان الہند اجمیری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حضوری سے مشرف ہوئے تو حضرت شاہ صاحب بھی وہاں موجود تھے - نہایت ادب و احترام سے پیش آئے اور اپنے شیخ کے فیوض باطنی کا تذکرہ اور اپنی سیاحت کا حال سنایا -

سر دفتر مشائخ کبار مولانا شیخ عبدالہادی الملقب بہ شاہ سالار سوختہ قدس سرہٗ - آپ لکھنؤ کے کایستہ روسا میں سے تھے آپ کے آبا و اجداد دربار اودھ میں ہمیشہ معزز عہدوں پر فائز رہے اور شہرت کامل حاصل کی - آپ کو ابتدائے جوانی میں اختلاج قلب کا سخت مرض لاحق ہوگیا تھا اور حالت خفقان ہر وقت طاری رہتی تھی آپ کے مرض نے آپ کے والدین کو سخت پریشان کر رکھا تھا ہر چند علاج کرتے تھے لیکن افاقہ نہ ہوتا تھا - حسن اتفاق سے حضرت اقدس لکھنؤ تشریف لے گئے - آپ کی شان کمال زمانہ طالب علمی سے مسلم تھی - تشریف آوری کی شہرت ہوتے ہی لکھنؤ کے حاجتمند آنا شروع ہوگئے شاہ صاحب موصوف کے والد بھی حاضر خدمت ہوئے اور آپ کو پیش کرکے آپ کے امراض سخت کی کیفیت بیان کی - نبض پر ہاتھ رکھتے ہی مرض تشخیص ہوگیا - فرمایا روحانی مریض کو جسمانی علاج سے کیا علاقہ - البتہ ان کی روح کا علاج ابھی ہوا جاتا ہے - یہ فرماکر توجہ باطنی کی ایک جھلک شاہ صاحب کے سینہ پر ڈالدی پھر فرمایا کہ کیا حال ہے مریض نے

اپنے والد کے سامنے عرض کیا ؎

فرقتِ یار میں ہاں جان مجھے بھاری ہے
یہ سمجھتے ہیں کہ مجھکو کوئی بیماری ہے

اور فوراً ہی یکبال رغبت اسلام قبول کیا۔ شاہ صاحب کے والد نے جو ایک معزز اور باوقار شخص تھے یہ حالت دیکھکر غیض آمیز نگاہوں سے لڑکے کو دیکھا اور ہاتھ پکڑ کر لیگئے۔ اہل برادری نے مقفل مکان میں بند رکھنے کی صلاح دی۔ آپ مجبور ہو کر مقید ہوگئے لیکن اسی وقت سے والدین کے ہاتھ کا کھانا مطلق نہ کھایا۔ دن بھر سخت بے چینی اور اضطراب میں گزری شب کے وقت شورش باطنی اور زیادہ ہوئی۔ رہائی سے مایوس ہو کر خودکشی کا خیال پیدا ہوا۔ اسی دھن میں چاہتے تھے کہ دیوار سے سر پھوڑ کر اپنا کام تمام کریں یکایک غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اور ان کی دستگیری کر کے مقید مکان سے باہر نکال دیا اب جو نگاہ اٹھائی اپنے آپ کو ایک جنگل میں موجود پایا۔ چاروں طرف نظریں ڈالیں کچھ نہ دیکھا بیخودی میں ادھر ادھر قدم مارے ایک درخت کے قریب ایک مشعل نور چمکتی معلوم ہوئی قریب جاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت ہیں قدموں پر گر پڑے حضرت اقدس نے کلمہ تلقین کیا بیعت سے مشرف ہوئے عرصہ دراز تک ہمرکابی شیخ میں صحرانوردی اور مجاہدات میں مشغول رہے جب آتش حقیقی نے زنگ کفر و معاصی کو جلا کر دل کو مجلّٰی کر دیا آپ کا لقب سالار سوختہ قرار دیا گیا۔ اسی وقت سے آپ چشم مردم سے چھپکر بادیہ پیمائی میں مصروف رہنے لگے۔

حضرت سید کاظم علی شاہ صاحب قدس سرہٗ سجادہ نشین کالپی شریف کا بیان ہے کہ آپ کو ابتدائے جوانی میں بسبب صحبت و قرابت

اکثر مولوی اولاد حسن قنوجی سے مکالمہ کرنے کا موقعہ ہوتا رہتا تھا اور مولوی اولاد حسن بہ تقلید مولوی اسمٰعیل دہلوی مسائل وہابیہ کی تائید اور اہل تصوّف کی تردید کیا کرتے تھے۔ بعض بعض اعتراض کبھی کبھی قوی معلوم ہونے لگتے تھے۔ اور دل میں شکوک اور شبہات پیدا ہوتے تھے۔ آخرالامر حضرات کالپی شریف کی ارواح طیّبات سے رجوع کی ایک شب خواب میں معلوم ہوا کہ اطمینان تمھارا اور جملہ اشکال کا حل شاہ سالار سوختہ سے ہوگا۔ سیّد صاحب فرماتے ہیں کہ میں متحیّر تھا کہ یہ سالار سوختہ کون بزرگ ہیں عرصہ تک ان کا منتظر رہا۔ اسی اشتیاق میں چورہ سے عیدالفطر کے روز حسب معمول کالپی شریف کی زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ بعد مغرب ایک بزرگ دلق پوش سے ملاقات ہوئی خواب میں جو آثار دیکھے تھے ان کی شباہت سے بالکل ملتے جلتے نظر آئے۔ مزید اطمینان کے لئے نام دریافت کیا معلوم ہوا کہ شاہ سالار سوختہ یہی بزرگ ہیں اور ہمارے ہی گھر کے فیض یافتہ ہیں شاہ صاحب نے اپنا تمام قصّہ بیان کیا اور حضرت مولانا کے ساتھ عرصہ دراز تک سیاحت و صحرانوردی کا حال سنایا اس کے بعد فرمایا کہ حضور شیخ سے اب یہ ارشاد ہوا ہے کہ اپنی زوجہ کو جس کے ساتھ حالت کفر میں شادی ہوئی ہے لکھنو جاکر ہدایت کروں اور براہ کالپی جاؤں کیونکہ حضرت پیر و مرشد نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارے مخدوم زادہ کو فلاں فلاں شکوک ہیں ان کو فلاں فلاں اسرار سمجھاتے جانا۔ اُس کے بعد حضرت سیّد صاحب فرماتے ہیں کہ شاہ سالار سوختہ نے اوّل وہ تمام شکوک جو دلمیں پیدا ہوگئے تھے بیان کئے اُس کے بعد باطنی توجہ کے ساتھ سب شکوک مدلّل طریقہ سے رفع کردئے۔

عالم باعمل مفتی بے بدل زبدۃ الصالحین حضرت مولانا نواب

ضیا الدین صاحب واہت برکاتہم۔ حضرت اقدس کے خلفاء میں صرف آپ کی ذات بابرکات اس وقت تک نگارخانہ ہستی میں زیب و زینت وجود کا باعث ہے آپ مدتوں ریاست حیدرآباد میں مفتی دویم رہے۔ اس وقت حضور نظام کے جاگیرداروں میں سے ہیں آپ کے والد ماجد نواب محی الدین خاں صاحب مرحوم باوجود خاندانی ریاست و امارت کے خدا شناس دل اپنے پہلو میں رکھتے تھے اور اس زمانہ کے صاحب باطن اور اہل اللہ میں شمار کئے جاتے تھے۔ ابتداً اثر جذب آپ کی طبیعت میں ساری تھا۔ جس کو ناواقف جنون سمجھتے تھے۔ لیکن بعد کو جب ذوق طبیعت کا انکشاف ہوا تو اس خیال خام سے لوگ باز آئے۔ آپ کی جود وسخا کا شہرہ تھا روپیہ کی قدر خاک سے بھی کم آپ کی نظر میں تھی۔ نواب صاحب قبلہ ابتدائے عمر سے زہد واتقا سے آراستہ تھے زمانہ طالب علمی میں قرآن شریف حفظ کیا بعد فراغ تعلیم لذت فقر سے طبیعت آشنا ہوئی شیخ طریقت کی تلاش میں نگاہیں جستجو کناں ہر طرف دوڑائیں آخر حضرت اقدس کی جناب میں باریابی ہوئی۔ حیدرآباد سے بمبئی پہونچے بغداد شریف سے حضرت اقدس بمبئی آکر مقیم ہوئے تھے۔ نواب صاحب کی عقیدت مند طبیعت ریاست و امارت کو خیرباد کہکر فقر کی طرف مائل ہوئی شرف بیعت حاصل کرکے عرصہ تک ہمرکابی شیخ میں تزکیۂ نفس کرتے رہے خدمات جلیلہ کے صلہ میں پیر کی نگاہ کرم کو اپنی جانب منعطف کرلیا۔ حیدرآباد اپنے ہمراہ بکمال عقیدت وشوق شیخ کو ہمراہ لائے۔ عرصہ تک حضوری میں رہکر منازل تقرب کو طے کیا یہانتک کہ خرقۂ خلافت اور سند اجازت حاصل ہوئی عون الحق کے خطاب سے سرفراز کئے گئے۔ اس وقت آپ کی ذات بابرکات

منبع کمال مرجع اہل حاجات ہے دربار غوثیہ میں نسبت قوی حاصل
ہے پیرومرشد کا عشق پیرزادوں کے سچے احترام سے ظاہر ہی باوجود
کبرسنی وشیقہ ریاست جو حضرت سیدی مولانا شاہ مطیع الرسول صاحب
قبلہ مدظلہم الاقدس کے نام ماہانہ آتا ہے اس کے متعلق وصول ترسیل کا
کل انتظام آپ ہی فرماتے ہیں۔ آپ نے اپنی بزرگانہ شفقت سے
اس نیازمند راقم الحروف کی عرضداشت کو شرف قبولیت بخشا اور
اپنا مرتبہ رسالہ ضیاء المکتوب جس کا اقتباس جابجا ناظرین کے ملاحظہ سے گزرا
مرحمت فرمایا۔ ایک مرتبہ آپ بغرض شرکت و حاضری عرس شریف
حیدرآباد سے معہ جناب محترم نواب خواجہ حفیظ اللہ خاں صاحب وہمت
بہرکا تہم بدایوں بھی تشریف لائے تھے۔ اگرچہ راقم الحروف ضیاء لے رہا
زیارت سے محروم ہے لیکن دلمیں دونوں حضرات کی عقیدت کی
جھلک پاتا ہے۔ اور خدا سے دعا کرتا ہے کہ خداوند عالم دونوں بزرگونکا
سایہ تادیر عزت واقبال کے ساتھ قایم رکھے۔ آمین۔

زبدۂ ارباب کمال عمدۂ انتخاب جود وافضال عالیجناب معلی القاب
مولنا محمد یارخاں صاحب المخاطب بہ محی الدولہ بہادر۔ آپ ریاست
دکن کے سب سے اعلی عہدہ احتساب پر فائز تھے محتسب عام اور
صدر الصدور سلطنت کہے جاتے تھے۔ نسباً آپ صدیقی تھے بیعت
آپ کو سلسلہ چشتیہ اہل بہشت میں زبدۃ العارفین قدوۃ الکاملین حضرت
مولانا حافظ محمد علی صاحب چشتی خیرآبادی قدس سرہ سے تھی جس وقت
حضرت اقدس بغداد شریف سے معاودت فرماکر وارد بمبئی ہوئے جناب
ممدوح کے غایت اصرار واشتیاق سے جس کا اظہار بوسیلہ حضرت
شاہ عون الحق نواب ضیاء الدین صاحب وقتاً فوقتاً ہوتا رہا حضرت
مولانا تشریف فرمائے دکن ہوئے۔ تمام اہل دکن میں ایک دھوم مچگئی

ہزار ہا بندگان خدا نعمت بیعت سے مشرف ہوئے تمام شرفا با وجاہت غربا باعقیدت داخل سلسلہ ہوئے۔ نواب صاحب بھی حضرت اقدس کے فیوض و برکات سے فیضیاب ہوئے آجتک آپ کا نام تمام ریاست دکن فیضرسانی خلق کے لئے مشہور ہے۔ ماہ محرم الحرام ۱۲۸۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آیہ کریمہ (الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون) سے آپ کا مادّہ تاریخ رحلت برآمد ہوتا ہے۔ چونکہ نواب صاحب کو روح پر فتوح حضرت مولٰنا فخر الملتہ والدین قدس سرہٗ سے خاص علاقہ تھا لہذا اس نسبت قویہ نے یہ رنگ دکھایا کہ تاریخ وصال بھی اوسی آیہ شریفہ سے برامد ہوئی جس سے حضرت فخر صاحب کی تاریخ کا استخراج ہوتا ہے۔ حضرت فخر صاحب کی تاریخ اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون سے نکلتی ہے۔ ان دونوں تاریخوں میں باعتبار شمار عدد ہمزہ کا نہیں لیا گیا ایسی تاریخوں کی مفصّل ومبسوط بحث شرح رسالہ فخر الحسن۔ کتاب بہجۃ المرجان۔ اور شرح قصیدہ ملا نقشبند میں موجود ہے۔

حضرت اقدس کے خلفا میں بدقّت تمام جن حضرات کے حالات دستیاب ہوسکے قلمبند کردئے گئے۔ سند اجازت صرف اون باکمال حضرات کو دی گئی جو علم وفضل میں یگانۂ آفاق ہونے کے علاوہ مدارج باطنی کی تکمیل سے مستحق اجازت ہوچکے تھے یہاں بعض مخصوص مریدین کا تذکرہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا منجملہ مریدین کے۔ جناب نواب ریاست علی خاں صاحب حیدرآبادی ہیں۔ آپ ریاست دکن کے رکن اعظم تھے آپ کا خطاب رفیق یاور الدولہ بہادر تھا۔ ابتدائے عمر سے آپ کو عقیدت وارادت مشائخ کے ساتھ تھی۔ اور مرشد کامل کی جستجو میں پیک خیال کو ادھر اودھر دوڑایا۔ آخر مقتضائے من

جد وجد جب حضرت اقدس حیدرآباد میں رونق افروز تھے آپ کے شوق طلب نے آپ کو حاضر دربار کرایا ہم آغوش تمنّا ہوئے شرف بیعت حاصل ہوا ہمیشہ ظاہر و غایب کمال محبّت و خلوص کے ساتھ عمر بسر کی آپ کا بذل و ایثار مشہور تھا۔ اہل کمال کی قدردانی اہل حاجت کی حاجت برآری آپ کا خاصّہ طبیعت تھا۔ تمام عمر فیض رسانی خلق میں مصروف رہے۔ آپ کے تمام اعزّا و احباب اور اہل قرابت بھی سلسلہ بیعت میں داخل تھے۔

مظہر فیض و سخا جناب شیخ چاند محمد صاحب متوطن بمبئی علیہ الرحمہ۔ آپ بمبئی کے مشہور سیٹھ اور صاحب ثروت بزرگ تھے۔ اصل وطن آپ کا سورت تھا عقیدت کامل حضرت مولانا ابراہیم[۵] باعکظہ قدس سرہٗ سے رکھتے تھے اور حسب ارشاد مولانا ممدوح جب حضرت اقدس رونق افروز

---

[۵] حضرت مولانا سیّد ابراہیم قدس سرہٗ۔ آپ اجلّۂ مشائخ عرب سے ہیں نسباً سیّد مذہباً شافعی ہیں۔ بانی مسجد جامع بمبئی سیٹھ محمد علی ناخدا عرب شریف سے باصرار تمام آپکو مسجد جامع کی امامت کے لئے بمبئی ہمراہ لائے تھے۔ ہندوستان میں آپ کے فضل و کمال کی شہرت علمی طبقہ کے ہر گوشہ میں مسلّم ہے۔ بمبئی میں آپ شیخ المشائخ اور قطب وقت سمجھے جاتے تھے آپ کے حلقہ درس میں جلیل القدر علماء استفاضۂ علمیہ کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ چنانچہ مفتی عبداللطیف۔ سیّد عماد الدین رفاعی۔ مولوی عبدالفتاح گلشن آبادی وغیرہ نے آپ سے ہی اکتساب علم کیا ہے حضرت اقدس سے مراسم خلوص و اتحاد بدرجۂ کامل مضبوط تھے۔ باوجود اس کے کہ آپ صاحب ارشاد مشائخ میں تھے۔ لیکن زمانہ قیام بمبئی میں اپنے متوسلین کو ہدایت کر کے حضرت اقدس کے سلسلۂ بیعت میں داخل کراتے تھے۔ شیخ چاند اور سیٹھ محمد علی ناخدا کے دونوں لڑکوں کو نیز بہت سے اہل عقیدت باوجاہت تجار کو حضرت اقدس سے

بمبئی ہوئے تو شیخ صاحب داخل سلسلہ ہوئے۔ روزمرّہ عقیدت جوش
خلوص کے ساتھ ترقی کرتی گئی یہاں تک مرتبہ فنا فی الشیخ کہ اصل اصول
طریقہ وصول الی اللہ کا ہے خصوصی امتیاز کے ساتھ حاصل کیا ہر سال
متعدد اشخاص کو آپ اپنے صرف سے حج بیت اللہ شریف کو
بھیجا کرتے تھے بروقت واپسی حجاج ناداروں کی امداد کرنا قلت
زادراہ کے باعث جو لوگ بے وطنی کے عالم میں پریشان ہوتے

قصہ ناخدا ۱۲۸

بیعت کرایا جس زمانہ میں مولوی اسمٰعیل دہلوی وارد بمبئی ہوئے۔ ناخدا مذکور
جو ایک علم دوست قلب اپنے پہلو میں رکھتے تھے مولوی اسمٰعیل صاحب کو
اپنے مکان پر بطور مہمان لے آئے جمعہ کے دن جامع مسجد میں نماز کے لئے
مولوی صاحب بھی پہونچے۔ جس وقت موذن نے اذان خطبہ میں
اشہد ان محمد الرسول اللہ کہا معلم صاحب نے حسب معمول حضور کے اسم شریف پر
اپنی اونگلیاں بعد مس لب آنکھوں پر ملیں جیسا کہ اہلسنّت کا شعار ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب
عاشقان رسول کی اس محبت بھری ادا کو بھلا ٹھنڈے دل سے کب دیکھ سکتے
تھے۔ نماز تو پڑھی لیکن مسجد سے واپس آکر ناخدا سے شکایت کی کہ مسجد میں
جو یہ فعل ہوتا ہے قطعاً شرک ہے خطیب کو اس سے ممانعت کر دینا چاہئے ناخدا
نے کہا کہ میری کیا مجال ہے کہ میں حضرت خطیب صاحب کو منع کروں۔ البتہ اگر آپ
بروقت ملاقات مکالمہ اور مناظرہ کر کے معلم صاحب کو عاجز کر دیں گے۔ اس کے بعد
میں ممانعت کرنے کی جرات کرسکونگا مولوی اسمٰعیل صاحب بظاہر راضی ہوگئے۔
دوسرے روز معلم صاحب برائے ملاقات مولوی صاحب ناخدا کے مکان پر آئے
ناخدا نے سلسلہ کلام شروع کیا۔ عرض کیا حضور یہ فعل جو بروقت اذان دیکھنے میں
آتا ہے شرک وبدعت ہے یا مستحب ومستحسن۔ اگر جائز ہے تو کیا دلیل ہے خطیب صاحب
نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے لئے صرف یہی دلیل کافی ہے کہ صدہا علما واولیا دیار روا بسیار

اُن کو زاد راہ دیگر وطن پہونچانا آپ کا معمول تھا صدہا بندگان خدا کو آپ نے حرمین طیبین کی زیارت سے مشرف کرایا خود بھی متعدد بار حج کئے۔ مدینہ الرسول کی حاضری سے مشرف ہوئے غربا و مساکین کی اعانت کرنا روزانہ کا معمول تھا۔ غرض آپ کی ذات ستودہ صفات ملاذ غربا اور محب الفقر الفخری۔ شب و روز یاد الٰہی میں مصروف رہنا تصور شیخ میں مستغرق رہنا آپ کا کام تھا۔ فنائیت شیخ اس درجہ کامل تھی کہ جس روز شیخ کے وصال کی خبر اور مرض کی کیفیت بمبئی میں آپ کو معلوم ہوئی اُسی ہفتہ میں اسی مرض سے جو پیر و مرشد کو لاحق تھا آپ بھی جان بحق ہو گئے۔ رسالہ عبرت نامہ میں جو نظم میں مطبوع ہو چکا ہے آپ کے انتقال کی مفصل کیفیت درج ہے۔

سرچشمۂ جود و احسان نواب سید خواجہ حفیظ اللہ خاں صاحب قادری قبلہ دامت برکاتہم۔ آپ کے محاسن جلیلہ اور محامد حمیدہ کا قلمبند کرنا دریا کو کوزہ میں لینا ہے آپ حضرت اقدس کے مخصوص و

نصیحۃ الناصحین صفحہ ۴۰

عرب و عجم اس مستحب و مستحسن فعل کو کرتے ہیں اگر کوئی ذی علم تمہارے پردے میں تمہیں وسیلہ و واسطہ بنا کر دلیل چاہتا ہے تو بہتر یہ ہو کہ وہ بے واسطہ سامنے آ کر شرک و ضلالت ہونا اس پاک طریقہ کا ثابت کرے۔ میں استحباب و استحسان ثابت کرتا ہوں اور ابھی ابھی اہل علم پر امر صواب واضح ہوا جاتا ہے۔ ناخدا نے بار بار مولوی اسمٰعیل کی طرف دیکھا بھی اور اشارتاً کنایتاً جواب کے لئے بھی کہا لیکن وہاں انی بچائے ٹیڑا پار۔ صدائے برنخاست پر اکتفا کیا گیا۔ ناخدا کی نگاہوں سے گر کر مولوی صاحب تو فوراً چلتے بنے لیکن معلم صاحب کی نفس قدسی صفات کی عام شہرت ہو گئی۔

معلم صاحب کا وصال ۲۷ رجب ۱۲۸۲ھ کو ہوا بمقام بندر سورت مدفون ہوئے۔

محبوب مریدین سے ہیں۔ حیدرآباد دکن کے باوقار جاگیرداروں میں ہیں۔ پیر کی نظر کرامت اثر نے حضور غوثیت مآب کی محبت رگ و پے میں جذب کر دی ہے۔ ہر ماہ میں گیارھویں شریف جس دھوم دھام سے ہوتی ہے۔ اُس کے علاوہ آخر ماہ شعبان المعظم میں جشن ولادت حضور دستگیر عالم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نہایت عظیم پیمانہ پر آپ منعقد کرتے ہیں۔ یہ جشن مبارک غرّہ ماہ رمضان المبارک تک کہ خاص یوم ولادت غوث اعظم رضؓ ہے قریب ایک ہفتہ جاری رہتا ہے تمام قرب و جوار میں اس کی سج دھج مشہور ہے اس دوران میں بلدۂ حیدرآباد میں جنقدر علماؤ مشائخ موجود ہوتے ہیں سب مدعوکئے جاتے ہیں لنگر عام جاری رہتا ہے مشائخ کو علاوہ خاطر و مدارات کے نذور بھی پیش کی جاتی ہیں۔ آپ کے مصارف کا ایک معمولی اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے۔

اس جشن مبارک کے لنگر کے لئے چاول کثیر مقدار میں بدایوں بریلی وغیرہ سے خرید کئے جاتے ہیں جس کے کرایہ میں رقم کثیر صرف میں آتی ہے۔

اسی طرح ماہ جمادی الثانی میں اپنے پیرو مرشد کے یوم وصال کی تاریخ نہایت اعلیٰ پیمانہ پر عرس کرتے ہیں سلسلۂ قادریہ کے حلقہ بگوش حسن عقیدت کے ساتھ شریک ہوکر برکات عرفان حاصل کرتے ہیں اور ہم خرما و ہم ثواب ہوتے ہیں۔ غرض یہ کہ آپ کے مصارف خیر شبانہ روز جاری ہیں۔ فنا فی الغوث ہیں حضور غوث پاک رضؓ کے نام پر بذل و سخا کی عجیب و غریب شانیں آپ سے ظہور میں آتی رہتی ہیں۔ ضیا رہے ریا آپ کی عنایات کا جس قدر شکریہ ادا کرے کم ہے۔ آپ نے یہ سُنکر کہ قادری آستانہ کے ایک خادم نے

آپ کے پیر و مرشد کے واقعات زندگی کو اپنی بساط کے موافق ترتیب دیا ہے اپنی عالی ہمتی سے مصارف طبع کا تمام بار اپنے ذمہ لیا ہے۔ محنت کا ثمرہ ملتے نظر آیا۔ ہمت و شوق نے الوالعزمی کے ساتھ تکمیل پر مائل کیا۔ صرف خبر سُنی تھی طبیعت مطمئن نہ ہوئی۔ عریضہ لکھکر استصواب کیا۔ آپ نے نہ صرف جواب سے عزت افزائی فرمائی بلکہ دو سو روپیہ بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمادیا۔ الحمد للہ کہ تمنّاؤں میں جان پڑ گئی آرزوئیں شگفتہ ہوگئیں۔ یہ کتاب محض آپ کی عالی ہمتی کے باعث زیور طبع سے آراستہ ہوتی ہے ورنہ کہاں ناچیز و ناکارہ ضیا۔ کہاں حیدرآباد کا ایک نواب باجود و سخا۔ نہ دید نہ شنید ہاں اتنا رشتہ ضرور مضبوط کہ جس سرکار کا میں خادم و کفش بردار اُسی تاجدار کا وہ بزرگ مخلص و جاں نثار۔ اس قرب نے دوری کو حضوری سے بدلکر نیا رنگ دکھایا خدا سے دعا ہے کہ عین حق کے صدقہ میں اُس عین کرم اور اِس گنہگار کی مشکلیں آسان ہوں۔

آمین

ذکر وصال

حضرت اقدس کی عمر شریف کے چھیتر سال ختم ہونے کے بعد ستترواں سال گویا وصال باری کا سال تھا۔ ماہ مبارک ربیع الاوّل سنہ ۱۲۸۹ ہجری میں دونوں شانوں کے درمیان میں پشت مبارک پر زخم ننبور جس کو (اُدبیٹ) کہتے ہیں نمودار ہوا۔ اس سے پیشتر قوت روحانی کے باعث اعضا میں کوئی خاص علامت انحطاط کی معلوم نہیں ہوتی تھی آخر عمر میں ظاہر بیں نگاہوں سے حضور کی قوّت نظر اوجھل ہو گئی تھی۔ زخم کے اظہار کے ساتھ ہی عقیدتمندوں کا ماتھا ٹھنکا۔ خدام وکفش بردار جو ہمیشہ نظارہ جمال سے حضوری دربار رسالت کی لذّت حاصل کرتے تھے۔ آئندہ اس دولت سے محروم ہونے کے خیال میں کلیجہ مسوس کر رہ گئے۔ صبح وشام کے حاضر باش جو دو ایک بار کی قدمبوسی سے اپنی تمناؤں میں خدا طلبی کی جھلک پاتے تھے ہجوم اضطراب کے ساتھ کئی کئی بار مدرسۂ شریفہ میں حاضر ہوتے اور عارض خدا نما کے دیدار سے اپنی پژمردہ آرزوؤں کو شگفتہ کرنے کی کوشش کرتے جتنی جتنی مرض میں شدّت و زیادتی ہوتی گئی اسی قدر تمام شہر میں بےچینی اور اضطراب میں ترقی ہونا شروع ہو گئی۔ بدایوں اور بیرونجات کے نامی گرامی اطبّا جو حضرت اقدس کے ہی تربیت یافتہ اور مستفیضین میں سے تھے۔ دور ودراز سے آنا شروع ہوئے۔ علماء کرام جن کو علالت کی حالت سے اطلاع ہوئی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ ہر طرح کے علاج ہر قسم کی ادویات کا استعمال ہوا

مگر افاقہ نہ ہوا۔ اور جس طرح خاصان خدا کو دربار قدس سے آزمایش میں ڈالا جاتا ہے۔ جسمانی تکلیف۔ روحانی ترقیوں کا ذریعہ بنائی جاتی ہے۔ اسی طرح آپ کو بھی قریب تین ماہ تک اس ابتلا و امتحان میں میدان صبر و رضا سر کرنا پڑا۔ مریدین کا یقین روز بروز اس سبب سے اور بھی ترقی کرتا جاتا تھا کہ ماہ محرم الحرام میں ایام عرس شریف حضرت سیدی مولانا شاہ عین الحق قدس سرہٗ المجید کے موقع پر خود زبان مبارک سے خبر رحلت کا اظہار فرما دیا تھا یہانتک کہ خود ہی قبر شریف کے لئے جگہ بھی مخصوص کر دی تھی۔ ربیع الثانی اور جمادی الاوّل علالت و مرض کی ہی حالت میں بسر ہوئے تمام متوسلین ماہ جمادی الاوّل کے آخر ہفتہ سے اپنے گھر بار کو چھوڑ کر مدرسہ عالیہ میں آپڑے تھے حضور کا خلق عمیم جو اپنے خدام کے ساتھ تھا اس آخر وقت میں ایک لمحہ کو حضور سے غلاموں کو جدا نہ ہونے دیتا تھا۔

ایک دن جناب قاضی مولوی شمس الاسلام صاحب عباسی مرحوم جو آپ کے والد اقدس کے مخصوص مریدوں میں تھے عیادت کے لئے حاضر تھے حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا۔ کہ قاضی صاحب بمقتضائے (واما بنعمت ربك فحدث) آج آپ سے کہتا ہوں کہ دربار نبوت سے استیصال فرقہ وہابیہ نجدیہ کے لئے مامور کیا گیا تھا الحمد للہ کہ بتائید ایزدی اس فرقۂ باطلہ اور اس کی ذریات اسمعیلیہ وہابیہ کا رد پوری طور پر ہو چکا دربار نبوت میں یہ سعی قبول ہو چکی اور میرے دل میں بھی اب کوئی آرزو باقی نہ رہی عنقریب میں اس جہان فانی سے جانے والا ہوں اسی طرح ایام مرض میں اشارتًا کنایتًا وقت وصال کی اطلاع خود زبان مبارک سے فرماتے رہے یہانتک

دوسری تاریخ ماہ مبارک جمادی الثانی پنجشنبہ کے دن اپنے صاحبزادہ شیخ الاسلام فی الہند تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محب رسول قدس سرہ کو طلب فرماکر نماز جنازہ کی وصیت فرمائی وقت کا تعیّن کہ بعد ظہر اس ہستی ناپائیدار کو ترک فرمایا جائے گا بتاکر اور تمام اسرار عرفانی اور انوار رحمانی نظرہی نظر میں سپرد فرماکر اندرون دولت خانہ لیجانے کا حکم دیا۔ خدّام میں کہرام مچگیا۔ رقیق القلب مریدین ضبط گریہ نکر سکے چارپائی مکان کے اندر پہونچادی گئی۔

حکیم سراج الحق صاحب قدس سرہٗ۔ اور مولانا مرید جیلانی صاحب و مولانا انوار الحق صاحب جو سب سے زیادہ عزیز اور مخصوص تھے خدمت کے لئے مامور ہوئے۔ حضرت تاج الفحول و دیگر مخصوص حضرات وقتاً فوقتاً زیارت کے لئے جاتے اور بادیدۂ نم واپس آتے اسی عالم میں ظہر کا وقت آیا۔ اشارہ سے فریضۂ الٰہی ادا فرماکر ذکر خفی میں مستغرق ہوگئے۔ کئی ساعت اسی طرح گزرچکیں تو مولانا سراج الحق صاحب نے عرض کیا کہ حضور غلاموں سے آخروقت میں کچھ تو ارشاد فرمایئے۔ اس کے جواب میں آپ نے جہر کے ساتھ نہایت بلند آواز سے دو بار اللہ اللہ ارشاد فرمایا جس کو تمام خدّام نے جو دولت سرا کے باہر پریشان تھے بخوبی سُنا۔ ادھر اسم ذات زبان سے برآمد ہوا اودھر روح مبارک خانۂ تن سے برامد ہوکر تشریف فرمائے خلد بریں ہوئی۔ ایک نور ساد ہن مبارک سے چمکا اور بلند ہوکر غائب ہوگیا۔ سارے شہر میں تاریکی چھاگئی آفتاب فضل وکمال غروب ہوا۔ بھیانک و بدرونقی تمام گلی کوچوں میں عیاں ہونے لگی دیکھنے والے اس حالت کے ہزاروں موجود ہیں۔ حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ حضرت مولانا سراج الحق قدس سرہٗ نے بہ شرکت دیگر علمائے کرام بدایوں غسل دیا

بعد نماز عصر غسل مبارک سے فارغ ہو کر جنازہ شریفہ عیدگاہ شمسی کو جو آثار قدیمہ بدایوں میں یادگار سلطان دین پناہ حضرت سلطان شمس الدین التمش علیہ الرحمۃ ہے روانہ ہوا۔ ہزارہا بندگان خدا جن کا اندازہ و شمار دشوار تھا جنازہ میں شریک تھے۔ باوجودیکہ باران رحمت الٰہی راستہ بھر ترشح ریز تھا لیکن چاروں طرف سے مسلمان غول کے غول بیتابانہ افتاں خیزاں چلے آتے تھے دوسری قوم کے سیکڑوں عقیدتمند بھی بادیدہ اشکبار معیّت میں تھے۔ غرض بعد نماز مغرب حضرت قبلتہ الاولیا تاج الفحول قدس سرہٗ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

مولوی محمد اسحاق صاحب مرحوم صدیقی رئیس و ساکن محلہ سوتھہ بدایوں کا قول ہے کہ میں بعد نماز مغرب بارادہ شرکت نماز جنازہ شریفہ بعجلت تمام گھر سے روانہ ہوا یہ صحیح معلوم نہ تھا کہ نماز جنازہ عیدگاہ میں ہوگی یا کہیں اور صرف اس خیال سے کہ بجز عیدگاہ کے اور دوسری جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں ہزارہا آدمی نماز پڑھ سکیں عیدگاہ کی طرف روانہ ہوا جس وقت سوتھہ کی چوکی سے نیچے قبرستان کے قریب پہونچا یکایک قبور کے درمیان سے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کا غلغلہ کانوں میں پہونچا جس کی ہیبت سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے لیکن یہ یقین واثق ہو گیا کہ جنازہ مبارک ضرور اس طرف سے روانہ ہوا ہے اسی طرح بہت سے واقعات اکثر صلحا و ابرار بدایوں کو آپ کے وصال کے بعد پیش آئے۔ جو بوجہ طوالت نظر انداز کئے جاتے ہیں نماز کے بعد جنازہ آستانہ عالیہ قادریہ مجیدیہ کو روانہ ہوا۔ اور اوّل وقت نماز عشا شب جمعہ میں کہ دویم و سویم جمادی الثانی کی درمیانی شب تھی جسد اطہر کو حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ اور مولانا مرید جیلانی صاحب و مولانا حکیم سراج الحق صاحب و مولانا انوار الحق صاحب نے

مرقد منور کے اندر رکھ دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم بارک علی جسدہ المنور وروحہ المطہر وقبرہ المعطر وبارک ببرکتہ علینا ماطلع الشمس والقمر۔ اس شب جمعہ مبارک کی فضیلت عالم آشکار ہے سب سے افضل تر برکت یہ ہے کہ یہ شب منور شب علوق حمل انور حضور خیر البشر سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسی باعث حضرت سیدنا امام احمد حنبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس شب مبارک کو شب قدر سے افضل قرار دیتے ہیں۔ اسی بابرکت رات کو حضرت اقدس کی روح طیب وطاہر نے خلوت وصال الٰہی کے لئے منتخب فرمایا۔ بعد وصال مبارک ایک ہفتہ تک متواتر شبانہ روز تلاوت کلام مجید و دلائل خیرات شریف و کثرت درود شریف کا دور جاری رہا۔ قبر شریف پائیں مزار اقدس حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہٗ حسب الارشاد حضرت اقدس بنائی گئی۔ تعویذ بالکل سنگ مرمر کا ہے۔ اب آستانہ قادریہ دو حصوں میں منقسم ہے بڑی درگاہ معلیٰ میں مزار منور حضرت مولانا شاہ عین الحق قدس سرہٗ کا ہے اور دوسرا حصہ جو درگاہ خورد کہا جاتا ہے اُس میں حضرت اقدس کا مزار شریف ہے۔ عرس شریف تیس سال تک نہایت عظیم پیمانہ پر ایک ہفتہ شبانہ روز ہوتا رہا بعد وصال حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ صرف تین دن ہوتا ہے۔ یکم سے تیسری جمادی الثانی تک قرآن خوانی اور محافل میلاد شریف ہوتی ہیں۔

تصانیف

علمارِ مصنفین کی تصانیف اُن کے دلی خیالات اور روحانی جذبات
کا آئینہ ہوتی ہیں۔ اسی بنا پر ہر مصنّف کی تصنیف کا رنگ نرالا اور دوسرے
سے جدا ہوتا ہے۔ ہر انسان پر اوس کی عمر میں مختلف جذبات طاری
ہوتے ہیں ایک ہی عالِم کی مختلف اوقات کی تصانیف مختلف جلوے
دکھاتی ہیں۔ ہمارے حضرت اقدس قدس سرہٗ کے حالات صِغر سنی
اور شباب اور زمانۂ تحصیل علم پھر زمانۂ درس و تدریس پھر زمانۂ ترک و
تجرید پھر زمانۂ استغراق توحید پھر زمانۂ ہدایت وارشاد ورّدِ فرق باطلہ
حسب الحکم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم والہٖ الامجاد جن کا مختصر تذکرہ
ہدیۂ ناظرین ہو چکا جس قدر انقلابی پہلو لئے ہوئے ہیں۔ وہ عقل ظاہر
کو خیرہ کیے ہوئے ہیں۔ پھر حضرت کی تصانیف پر نظر کرنا ہم جیسے ظاہر بیں
آدمیوں کا کام نہیں۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ بعض علمار کو اپنی تصانیف
کی جمع و تدوین و اشاعت و تعداد نمبر شماری کا شوق ہوتا ہے۔
یہاں ہمیشہ سے اپنے حالات وکمالات ظاہری و باطنی کا اخفا فرمایا گیا
ہے۔ پھر تصانیف کا صحیح اندازہ کیونکہ ہو سکتا ہے مگر کتب حالات حضرت
اقدس سے بطور انتخاب چند کتابوں کے نام اور ان کے مضامین ہدیۂ
ناظرین کئے جاتے ہیں۔

حضور پر نور کو تصنیف کا شوق زمانہ طالب علمی سے تھا اکثر کتب درسیہ
پر ہنگام قرارت ہے حواشی تحریر فرمائے تھے۔ بعد فراغت بوقت درس
تو اس مبارک کام کے واسطے کافی وقت ملا۔ اکثر علوم وفنون میں
کتب و رسائل تصنیف فرمائے۔ عالم شباب میں خصوصیت کے ساتھ

توجہ سامی ہیئت و ہندسہ منطق و فلسفہ پر مبذول رہی۔ لیکن ان علوم ظاہر میں بھی تحقیق باطن کا رنگ غالب تھا۔ اختلافی مسائل میں اکثر طبع والا کا رجحان اشراقین کے اقوال کی جانب رہا۔ لیکن نہ صرف تقلید۔ بلکہ ہر معرکہ کا فیصلہ و تصفیہ اشراق انوار باطنیہ سے فرمایا گویا طاق افسانہ میں شمع حقیقت کا نور پھیلایا اس کے بعد دینیات میں قلم اوٹھایا۔ تفسیر و حدیث۔ فقہ۔ اصول۔ کلام میں تصنیفیں ہوئیں پھر رنگ تصوف طبع مقدس پر غالب آیا آخر عمر میں جب ہند میں فتنہ نجد کی بنا قائم ہوئی اور گروہ اہل بدعت برعکس نہند نام زنگی کافور بہ اہل حدیث و توحید مشہور مذہب حنفیہ سنیہ سنیہ کا مد مقابل بنا تو خامۂ سحر بار خدا کے غضب کی تلوار بنکر اُن سے دوچار ہوا۔ اور دم واپسیں تک اسمیں مشغولی رہی۔ حقانیت و خلوص کا پتہ (جو اس تصانیف کا حقیقی منشا تھی) اس واقعہ سے بھی چلتا ہے کہ جب قریب وفات حالت سکرات تھی اور زبان مبارک پہ کلمۂ طیبہ جاری تھا حاضرین سے فرمایا کہ حضرت تاج الفحول کو بلاؤ اور دریافت کرو کہ اعداے دین کا کوئی رسالہ ایسا تو باقی نہیں جس کا جواب ہم نے نہ لکھا ہو اور ہمارے بعد عوام اہل اسلام کو باعث تشویش ہو۔ جواب میں جب حسب منشا نفی سُنی روئے منور دمکنے لگا اور بہ آواز نعرۂ تکبیر بلند فرمایا۔ اور حقیقتاً انھیں پاک تصانیف اور سچے خلوص کا اثر ہے جو ہندوستان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس فرقۂ مخذولہ کے قدم متزلزل ہوگئے۔ سُنیوں کو ہر مباحثہ مکالمہ کے لئے قبل از وقت بیش از بیش جواب ہاتھ آگئے اس سرمایہ سے نہ صرف عوام فائدہ مند ہوئے بلکہ اکثر آجکل تصانیف علما و مصنفین مابعد فقط اسی ذخیرہ کا ایک علمی نتیجہ تفصیل ہیں۔ مگر افسوس کہ ابتدائی تصنیفات کا اکثر حصہ زمانہ غدر میں تلف ہو گیا۔ اور بہت کم کتابیں باقی رہیں۔

منجملہ تصانیف علم معقول حاشیہ میرزاہد رسالہ ہے شناوران بحر زخار علوم معقول میرزاہد رسالہ کے تحقیقات و تدقیقات اور اس کے حواشی کے دقائق و نکات سے واقف ہیں متاخرین میں کم کوئی معقولی گذرا ہوگا جسنے میرزاہد رسالہ کے حاشیہ میں زور طبع نہ دکھایا ہو۔ مگر حضرت اقدس کے حاشیہ کی شان سب سے انوکھی و نرالی ہے۔ اس کے معرکتہ الآرا مباحث کا ذکر ہماری اس مختصر سوانح کو معقولی دقیق رسالہ بنا دیگا۔ صرف میرزاہد کے ایک قول وتحقیق کل مرو مبہ بعد تحقیق الموصوف جو حضرت نے بسط کر لکھی ہے ایک مستقل رسالہ کا حکم رکھتی ہے بعدیتہ ذاتیہ و زمانیہ کے اختلاف میں محشیین کے اقوال اور اُن پر جرح و قدح آخر میں تحقیق بعدیتہ زمانیہ کا اثبات قابل ملاحظہ اہل تحقیق ہے۔

شرح فصوص الحکم زمانۂ قیام حیدرآباد میں جب وہاں کے اکابر علما و اعاظم مشایخ آپ کے حلقۂ استفاضہ و درس میں شامل ہوئے تو اکثر اوقات مثنوی شریف مولانا روم اور فصوص الحکم کے مطالب زبانی بیان ہوتے تھے پھر اُن کے اصرار سے بطور درس سلسلہ جاری ہوا۔ اغلب کہ اسی زمانہ میں یا اس سے قبل نوبت تصنیف شرح فصوص کی آئی۔

فن تصوف تو گویا حضرت اقدس کا خاص جولانگاہ ہے۔ پھر اس میں حضرت کے جو کچھ نکات و حقائق کا اظہار کیا ہی اسکی نسبت ہمارا کچھ لکھنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے اور مشکل یہ ہے کہ اب اس کے مسودے بھی نہیں ملتے حتیٰ کہ مدرسہ عالیہ قادریہ کے کتب خانہ میں بھی بجز چند اوراق کے پتہ نہیں۔

شرح مسلم امام نووی۔ اس کے بھی اب صرف چند اجزا بطور تبرک باقی ہیں اکثر حصہ مفقود ہے افسوس کے سوا کیا چارہ ہے

معتقد المنتقد علم کلام کی وہ کتاب ہے اور ایسی تصنیف ہے جس نے بڑی بڑی کتابوں کی ضرورت و احتیاج سے مستغنی کر دیا ہے یہ ہی بسطوت

تصنیف ہی علم کلام و عقائد میں ایک محقق کامل اور متبحر وسیع الفیض عالم
بنی ہوئی ہے۔ فرق باطلہ مستحدثہ زمانہ موجود کا رد جا بجا شامل کیا گیا ہے گویا
رد فلسفہ حدیث کے ابتدا قائم فرمائی تھی حضرت اقدس کے اکابر معاصرین
نے جو اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور اس تحریر کی عظمت و جلالت
کو سراہا ہے وہ ان تقریظوں سے ملاحظہ کیجیے

صورۃ ماحررہ الامام الفاضل النحریر الکامل علم الھدی سند الوریٰ
مستند الوقت رحمۃ العصر الاستاذ المطلق المولوی فضل حق الخیر
ابادی صانہ اللہ عن شر الاعادی مقرظا علی ھذا الکتاب المستطاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اثنی علی ربی الحمید واحمد۔ واصلی
علی من سائر حمادیہ احمد۔ وخُلقہ
لخلقہ من خلائق الخلائق احمد و
ھمہ فالمسمّٰی محمد۔ علیہ وعلی آلہ
وصحبہ الصلوۃ الدائمۃ والسلام
السرمد۔ وبعدُ فقد طالعتُ الرسالۃ
التی ضفّہا و رصفّہا مولانا السمیدع
الاروع الاورع البارع المتبرع
الضارع المتفرع الشارع المتضرع
ذو المناقب الثواقب الجلیلہ والانظار
الثواقب الدقیقہ الجامع بین العلوم
العقلیۃ والنقلیۃ ومعارف الشریعۃ
والحقیقۃ۔ طلاع الثنایا والنجاد
ذائع الصیت فی انجاد الحق وفلّ

میں اپنے رب حمید کی حمد و ثنا کرتا ہوں
اور اس پر جو خدا کی سب حامدوں میں
احمد ہے اور خلق عظیم اس کا مثل اسکی
خلقت جمیل کے تمام خلائق کے خلاف
سے احمد ہے اور اسم شریف اس کا
مثل اس کے محمد و احمد ہے درود
پڑھتا ہوں انپر اور انکی آل و اصحاب پر
ایسا درود کہ دائم و سرمدی اما بعد
میں نے وہ رسالہ دیکھا جسکو تصنیف کیا مولانا
نے جو بڑے رتبہ والے بڑے عالم
بڑے متقی بڑے فائق بڑے متقی
بڑے متشرع صاحب مناقب ثواقب
جلیلہ و انظار ثواقب دقیقہ جامع
علوم عقلیہ و نقلیہ و معارف شرعیہ

قرن طلع من النجد فی الاغوار والانجاد۔ العریف الغطریف الصفی الحفی الحصی الحفی مولانا المولی فضل الرسول القادری الحنفی متع الله المومنین بطول بقائه وصانه فی حرزه ووقائه۔ وجعل خیر ایامه یوم لقائه۔ فاذا هی مع وجازتها جامعة لحقائق العقائد۔ دافعة لمکائد اهل الحقائد کلها تبیان وصراح للحق الصراح وتبیین لاوضاع الهدی والضح طلوع مطالع عبارتها الفصح لصبح الحق الصابح اصباح وافصاح ولظلام ظلم المبطل کشف وفضاح۔ وتلاوم الکلم التی سرحت فیها بالاقتراح الام للقرائح بالهام الحق القراح۔ وکلم وجرح لمن اجترح الافساد والاجتراح یهتدی بها الضلیل الی سنن اهل السنة السنیه۔ ویروی به الغلیل من شریعة الشریعة البیضاء النهیه۔ فقد فضح بها فرق الفرق بین العقائد لخفة الدینیة

حقیقت میں علوم کے بلند نہاروں کے چڑھنے والے حق کے شہروں اور راستوں میں مشہور آوازہ والے جنہوں نے اُس سنگ کو جو نجد سے نکلا چورا چورا کر ڈالا بڑی معرفت والی بڑے مرتبہ کے علم دوست خالص مہربان اکرم مولانا مولوی فضل رسول صاحب قادری حنفی اللہ مومنین کو اون کے طول لقا سے نفع کرے اور اُن کو اپنے حرز و امان میں رکھے اِس رسالہ کو جو میں نے غور سے دیکھا تو وہ باوجود اختصار کے حقائق عقائد کا جامع ہے مکائد اہل حقائد کا دافع ہے سرتاپا حق صریح بیان صریح ہے اور اوضاع وہدایت کی تبیین و توضیح ہے ظلم اہل باطل کے ظلمتوں کے کشف و تفضیح ہے اُس فرقۂ باطلہ کے لئے جسے فساد و بدعت پھیلانا چاہا تھا خنجر و تلوار ہے اس کے ذریعہ سے گمراہ طریقہ اہلسنت سنیہ پانی میں پیاسے اسکے باعث ورہا ہے شریعت بیضا سے سیراب ہوتے ہیں اس سے عقائد حقہ دینیہ اور مکائد فرق باطلہ

وبين اباطيل الفرق الدنية. وافتضح بها عوار الرعاء و الروية من المعتزلة والنجدية فاذقد نجد بها الحق نجودا- تراه كل نجدى منكو دا منجودا فقط محمد فضل حق فاروقی خیر آبادی	دنیا کا فرق ظاہر ہوا اور معتزلہ و نجدیہ کے تمام عیوب و فسادات کے تفضیح ہوئے فقط محمد فضل حق فاروقی خیرآبادی

جناب مولانا مولوی حیدر علی صاحب مصنف منتہی الکلام اور جناب مولانا مولوی مفتی صدر الدین خانصاحب وغیرہ اعاظم علمائے زمان نے بھی اس کتاب کے متعلق اپنی رائیں ظاہر کیں اُن سے اس کی جلالت شان اور عموم فیضان کا اندازہ ہوسکتا ہے ناظرین کی دلچسپی کے لحاظ سے مختصر اًدرج ذیل ہیں۔

خلاصہ تقریظ مولوی مفتی صدر الدین خانصاحب دہلوی

میں نے اُس رسالہ کاملہ اور عجالہ نافعہ کو دیکھا جس کو دانشمند مدقق عالم ماہر محقق فاضل کامل و عالم ممتاز بلند رتبہ دریائے بے پایاں روشن طبع جناب مولانا مولوی فضل رسول بدایونی قریشی قادری نے تحقیق عقائد یعنی اصول ملت تاباں میں تالیف کیا ہے۔ اس رسالہ کو میں نے لفظا و معنی بہتر و خوب پایا اور نظم و حکم کلام کے اعتبار سے چمکتا مہکتا دیکھا بلند مرتبہ اور مرتفع قدر ہے۔ کوئی کتاب اور کوئی رسالہ علم کلام کا اس کا مقابل نہیں خوری ہے اُس کو جو اس سے حصہ پائے اور اس کو پڑھے یہ رسالہ سراپا نور اور سراسر سرور ہے ترجمہ شعر عربی میں اس رسالہ کی تعریف کر رہا ہوں اور تعجب کر رہا ہوں کہ یہ رسالہ کیسا ہے جو نگاہوں کے سامنے پیش ہوا ہے اور دنیا کی تعریفوں سے برتر ہے۔ ایسے نور سے چمکتا ہے کہ کوئی ستارہ اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور کیونکر نہ ہو اگر آفتاب اُس کے مقابل آئے ذلیل و شرمندہ ہو۔

حررہ العبد المسکین مفتی محمد صدر الدین غفرلہ

ترجمہ

خلاصہ تقریظ جناب مولانا شیخ احمد سعید صاحب حلقہ سلسلہ مجددیہ دہلی

بعد حمد و صلوٰۃ کہتا ہے بندہ محتاج طرف خدائے مہربان کی احمد سعید نقشبندی مجددی حنفی ۔ میں نے معتقد المنتقد (مصنفہ فاضل کامل عالم عامل بزرگ رتبہ جامع معقول و منقول و معانی بیان سمیٹنے والے علوم ادیان کے مولانا و بالفضل اولانا مولوی فضل رسول القادری سلمہ المنان کو دیکھا اُس کو نہایت صاف بیان سے عقائد اہلسنت پر شامل پایا ایسی فصلوں کے ساتھ جو قواعد دین اور اصول شریعت میں اہل بدعت و گمراہی اہل ہوی گروہ شیطان کے لئے سر توڑنے والی ہیں خدا اُن کو سب مسلمانوں کی طرف سے بہتر جزا دے۔

ترجمہ

خلاصہ تقریظ مولانا حیدر علی صاحب مصنف منتہی الکلام

مجھے متن متین اور کتاب معتقدات سلف صالحین کے مطالع کا شرف حاصل ہوا ۔ یہ ایسی کتاب ہے جو راہ راست کا پتہ دیتی ہے اور طریقہ قوی ودرست پر رہنمائی کرتی ہے جس پر چلنے والا راہ نجات پاتا ہے اور تاریکیوں سے بچتا ہے یہ ایسی علامہ کی تصنیف ہے جس کا تمام عالم میں نظیر نہیں وہ عارفین کا امام ہے اور عابدین کا مدار کار اوصاف بیان کرنے اور اظہار سے مستغنی ہے جامع معقول و منقول ہے اور ہمارا پیشوا بزرگ مانا ہوا ہے اور ایسا وہ کیونکر نہ ہو حالانکہ وہ فضل رسول ہے تائید کرے اللہ مسلمانوں کی اُس کی درازی عمر سے اور شہرت افادات سے اور گمراہوں کی پیٹھ توڑنے سے اُس کی تصانیف سے میں نے اس کتاب کو عقائد اہل سنت پر مشتمل پایا اور معتزلہ اور اُن کی متبعین ضالین اور وہ جو

جماعت اہل حق ویقین سے نکل گئے ہیں اُن کی خرافات کے ابطال پر
شامل دیکھا یہ کتاب اس لائق ہے کہ فضلا اپنے مدارس میں اس کو
پڑھائیں۔ فقط

اُس زمانہ کے علمائے کاملین محققین نے اس متن متین کا داخل درس
طلبہ علوم اہلسنّت ہونے کا مشورہ دیا اُس کے مطابق بفضلہ تعالےٰ بہت
مدارس میں وقتاً فوقتاً اس کا درس ہوتا رہا۔ اوّل مرتبہ بمبئی میں طبع ہوئی
مگر بسبب نہ موجود ہونے حضرت مصنّف رحمۃ اللہ علیہ یا کسی دوسرے مصحح کے
اُس میں بہت غلطیاں رہگئیں۔ آخر میں بڑا غلطنامہ لگانا پڑا بعض نسخوں میں
وہ بھی نہ لگ پایا۔ اس شکایت کے رفع کے لئے دوبارہ مطبع اہلسنّت
پٹنہ میں حامیٔ سنّت ماحیٔ بدعت مولانا قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم
نے اپنے اہتمام سے باجازت حضرت قبلہ مولانا شاہ محمد مطیع الرسول
عبدالمقتدر صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشین مسند مجیدیہ و وارث علم و
فضل حضرت سیف المسلول طبع کیا۔ پہلے اس متن مبارک کی شرح کا فخر
حضرت جناب مولانا حکیم محمد سراج الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت
علامہ مولانا مولوی فیض احمد صاحب مصنّف ہدیہ قادریہ وغیرہ برادرزادہ
حضرت مصنّف رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حاصل ہوا۔ مگر افسوس کہ وہ اب
دستیاب نہیں اور ہمارے ہاتوں میں نہیں رہی۔ طبع ثانی میں
جبکہ قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم کا اہتمام تھا تو جناب عالم اہلسنت
ماحیٔ بدعت مولانا مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی سے انھوں نے
فرمائش کرکے اُس کا تحشیہ کرایا۔ مولانا نے ابتدا میں مختصراً بطور حواشی
کلام کیا بعد کو بمشورہ مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی بعض مقامات
پر بسط و تفصیل سے بھی لکھا چنانچہ مقدمہ میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ
یہ ہے۔

خلاصۂ ترجمہ

خطبہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی

تعریف اُس خدا کو جس نے انوار دین کے مینار کو جمال فضل رسول مبین سے منوّر فرمایا جس سے طلب رہنمائی کرنے والوں کی بہبودی ظاہر ہو گئی۔ اور بلند کیا اُسی خدا نے نشانوں راہ یقین کو جلال نقی علی مکین سے جس سے بند ہو گیا فساد مفسدین کا۔ برکت نازل فرمائے رب تعالیٰ حضور سرور عالم پر اور اُن کی آل و اصحاب اور اُن کے فرزند اور اون کے گروہ پر اما بعد کتاب معتقد المنتقد (خاتم المحققین عمدۃ المدققین سیف الاسلام شیر سنت دور کرنے والے تاریکی کے بند کرنے والے فتنہ کے مولانا الاجل الابجل سیف المسلول معین الحق فضل الرسول السنّی الحنفی القادری البرکاتی العثمانی البدایونی بلند فرمائے حق تعالےٰ اُن کے مقام کو اعلیٰ علیین میں اور اُن کو بہتر سے بہتر اسلام و تمام مسلمانوں کی طرف سے جزا عطا فرمائے) اپنے باب و نصاب میں یکتا و کامل تھی اوس کی طبع کی طرف وہ متوجہ ہوا جسکو خداوند تعالےٰ تاج خیرات اوڑھا چکا ہے اور اُس کو توفیق والا ملکہ وقف موقف نیکیوں پر بنا چکا ہے یعنی حامی سُنّت مولانا قاضی عبد الوحید صاحب حنفی فردوسی۔ اونھوں نے اس کی تصحیح میرے متعلق کی مجھکو قاضی موصوف کی دینی جانفشانی دیکھکر امتثال امر کرنا پڑا۔ اس کے لئے مجھے جو نسخہ معتقد کا ملا وہ بمبئی کا مطبوعہ تھا جس کو کاتب نے نسخ و تحریف و تبدیل کر ڈالا تھا جسکی تصحیح میں میں نے کمال جدّ و جہد کیا اور مختصر مختصر حلّ مشکلات و کشف معضلات و لغات بھی کرتا گیا جب کچھ اجزائے کتاب طبع ہو گئے تو مجھے میرے دوست خالص حامی دین مولانا وصی احمد صاحب سنّی حنفی محدث سورتی کا اشارہ ہوا کہ میں بجائے اختصار بسط و تشریح و توضیح کروں پس میں نے جو کچھ لکھا وہ یہ موجود ہے اس کا نام میں نے المستند المعتمد بناء نجاۃ ابد تاریخی رکھا فقط

اس کتاب مبارک معتقد منتقد میں باوجود اختصار کے تمام معرکۃ الآرا مسائل کا فیصلہ کردیا گیا ہے بالخصوص بحث صفات باری اور اسی ضمن میں امکان کذب باری کی تردید اور باب دویم میں بحث نبوت اور مسئلہ امتناع نظیر حضور نبی اکرم بشیر و نذیر صلی اللہ علیہ وسلم کی بحث شفاعت کی تقریر بسیط وغیرہ وغیرہ قابل حظ علما و لطف یابی فضلا ہیں خطبہ کتاب ہی میں گویا تمام مضامین کا لب لباب موجود ہے۔

ترجمہ

کتاب معتقد

سب تعریف ہے اُس ذات کو جس پر ہر وہ صفت محال ہے جسمیں نہ نقصان ہے نہ کمال پھر کیونکر اُن کی تجویز ہو سکتی ہے جو سراسر نقصان ہیں جیسے جہل۔ کذب۔ عجز۔ برتر ہے ذات اُس کی اُس سے جو اہل ضلال عیب لگاتے ہیں وہ معاف فرمانے والا اور بخشنے والا ہے تمام بڑے چھوٹے گناہوں کا سوا کفر کے جس کے لئے چاہے اگرچہ وہ کبائر پر اصرار کرتا ہو امراہق اُس پر ثواب و عذاب واجب و لازم نہیں اور اُس کے افعال معلل بالاغراض و اسباب نہیں اور درود و سلام اُس کے انبیا پر جو خاص کر لئے گئے ہیں عصمت و وحی شریعت کے ساتھ اور انواع فضیلت کیساتھ۔ کوئی غیر نبی اُن کا مساوی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اُن سے بڑھ سکیں غیر نبی کو ان سے افضل کہنا شریعت محمدیہ میں کفر ہے۔ خصوصاً صلوٰۃ و سلام نبیوں کے ختم کرنیوالے پر جن کے بعد کسی نبی کی تجویز کرنا کفر ہے اور دین سے خروج ہے۔ ایسے خصائص والے ہیں جو ان سے قبل کسی مخلوق میں جمع نہ ہوئے اور اون کے بعد ان کے مثل کا محال ہونا یقینی۔ وہ یقینا گناہگاروں کے بخشوانیوالے ہیں اگرچہ گناہگار بڑے بڑے گناہوں پر اصرار کرتے ہوں۔ وہ ہمارے

سردار اور آقا محمد ہیں اور درود وسلام آپ کے آل و اصحاب سب پر۔
ایک مقام پر حضرت اقدس قدس سرہ نے ردّ ندوہ کی طرف اشارہ فرمایا
جس کو کرامت یا الہام یا پیشینگوئی کہنا چاہیے چنانچہ جناب مولانا فاضل بریلوی
صاحب اپنی شرح المعتمد المستند میں لکھتے ہیں صفحہ ۱۹۵ حاشیہ وہذا ردمنہ الخ
ترجمہ۔ یہ ردّ ہی ندوہ مخذولہ کا حضرت قدس سرہٗ کی طرف سے جو ان کی
وفات مقدس کے بہت بعد پیدا ہوا۔ اہل ندوہ یہ گمان کرتے ہیں کہ
تمام اہل ہوا و بدع سے محبت فرض ہے جو ایسا نہ کرے اوس کی نماز روزہ
بلکہ ایمان بھی مقبول نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں بدعتین کا ردّ قتل نفس کی برابر
ہے اور کسی کی کسی امر میں برائی نہ کرنا چاہیے اُس ندوہ مخذولہ کے ناظم
محمد علی نے تمام اہل ضلالت وہابیہ نیچریہ وغیرہ کو اکابر دین سے شمار
کیا اور اُن کا ردّ حرام کیا اور اُن کا اختلاف مثل خلاف آئمہ اربعہ ٹھیرایا اور
سب کو حق پر بتایا۔ علمائے اہلسنت ہند نے اون کا ردّ مندوب سمجھا اور ہم
سب کے پیشوا ابن مصنف علام حضرت محب رسول تاج الفحول خاتمۃ المحققین
مولانا شاہ عبدالقادر القادری البدایونی قدس سرہٗ تھے اور اس عبد ضعیف نے
بھی اُن کے ردّ میں کتابیں لکھی ہیں جسمیں وہ فتوٰی ہے جس پر علماء حرمین
نے تقریظیں لکھی ہیں۔

تنبیت القدمین فی تحقیق رفع الیدین۔ یہ فن حدیث کی کتاب ہے جس میں
معرکۃ الآرا اصولی بحثیں ہیں اور تمام صحاح بالخصوص بخاری سے تمام احادیث
رفع یدین نقل کر کے سب پر تفصیلی تنقید فرمائی ہے اور احادیث بخاری
کا دیگر کتب کی احادیث سے راجح ہونے کا خیال ضعیف و غلط ٹھیرا کر ضعف
رواۃ بخاری و مسلم پر مفصل بحث کی گئی ہے غرضکہ یہ کتاب اپنی شان
تحقیق میں ایک یادگار فن کتاب ہے اور خیالات باطلہ مخالفین مذہب
حنفیہ کے ابطال میں بے مثل و بے نظیر ہے۔

رسالہ سلوک۔ باصرار جناب شیخ حکیم عبدالعزیز صاحب مکی مکۂ معظمہ میں تصنیف فرمایا گیا ہے جس میں طریق سلوک و معارف طریقت بیان کئے گئے ہیں دوسرا رسالہ سلوک نواب ضیاالدین خانصاحب کے واسطے فوری لکھدیا تھا ہمارے پیش نظر ہے چونکہ وہ مختصر اور نافع ہے مثل مرکاتیب ملفوظات اولیا اس لئے ہم اس کو بجنسہٖ درج کریں گے۔

رسالہ وحدۃ الوجود۔ اس رسالہ میں وحدۃ وجود و وحدۃ شہود کے مبحث عظیم کی نہایت محققانہ بحث فرمائی ہے اور دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے۔

رسالہ نغمہ موسیقی۔ رسالہ نبض اور دو رسالے طب کے وہ جو عربی زبان میں بفرمائش جناب حکیم ہاشم علی خاں صاحب نبیرہ حکیم سید ببر علیخانصاحب مرحوم اوستاذ حضور تصنیف ہوئے تھے۔

اس کے بعد فن مناظرہ کی تصانیف کا حال ہدیہ ناظرین ہے دربار رسالت سے جو خدمت اعانت سنت آپ کو مفوض ہوئی تھی اس کی آخر دم تک بخوبی تکمیل فرمائی بغیر تحریرات فرقہاے باطلہ بالخصوص نجدیہ وہابیہ غیر مقلدین کی تردید جس کی ابتدا و انتہا ایسی حضور فرماگئے کہ آج بڑے بڑے علمائے مصنفین حضور ہی کی تصنیفات سے تمام وکمال کام چلا رہے ہیں اس سلسلہ تصنیف میں ہم سب سے پہلے کتاب بوارق محمدیہ کا نام لکھینگے جس کی وجہ تصنیف و تالیف تائید غیبی اور حضور کا ایک خصوصی شرف تھا اعلحضرت اقدس تاج الفحول قدس سرہٗ تحفۂ فیض میں تحریر فرماتے ہیں حضور اقدس دہلی میں حضرت خواجہ خواجگان قطب الاقطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے دیکھا کہ حضور خواجہ کھڑے ہیں اور دونوں ہاتوں پر اس قدر کتابیں رکھی ہیں کہ آسمان تک بلند ہوگئی ہیں عرض کیا حضور خواجہ یہ تکلیف کتابیں اٹھانے کی حضور نے کیوں اٹھائی ہے جواب میں ارشاد ہوا تمھارے لئے مولوی فضل رسول تو ان کتابوں کو لو

اور ان کی مدد سے فتنۂ شیاطین دفع کرو۔ اس کے بعد ہی بعجلت حضور نے کتاب مذکور بوارق تصنیف فرمائی جس میں اصول کلبیہ وہابیہ کے باطل کئے گئے ہیں زبان فارسی ہے اب کمیاب ہے مگر بمبئی مدرسہ احمدیہ قصاب محلہ سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

کتاب الصلوۃ اس کتاب میں کل مسائل صلوۃ پر کلام فقیہانہ ومحدثانہ طرز پر فرمایا ہے عربی زبان میں ہے کا ترجمہ اعلحضرت آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عین الحق عبد المجید قدس سرہ نے فرمایا ہے۔

رسالہ احقاق الحق وابطال الباطل فارسی زبان میں ہے جواز ندا یا رسول اللہ واستعانت بانبیا واولیا کا اثبات ہے۔ یہ رسالہ حضرت سلطان العارفین شیخ شاہی موئے تاب روشن ضمیر سلطانجی بدایونی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حکم سے لکھا گیا ہے جس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک بار ایک شخص حاضر خدمت حضور ہوا اور عرض کیا حضور میرا ورد یہ ہے الصلوۃ والسلام علیک ایہا النبیُّ الکریم الصلوۃ والسلام علیک ایہا النبی الرحیم ۰ اس پر ایک وہابی حکم شرک لگاتے ہیں حضور نے اُن صاحب کو سمجھا دیا کہ آپ جو پڑھتے ہیں اس کو پڑھے جائیے اس کو شرک وکفر بتانے والا خود جاہل وضال ہے اُن صاحب نے عرض کی کہ حضور اس مسئلہ پر اگر رسالہ تصنیف فرما دیں تو ہم عوام کو بہتر ونافع ہو اس وقت حضور نے کثرت اشتغال درس وافتار کا عذر فرما دیا اُس کے بعد جب حضرت برہان الکاملین سلطانجی صاحب کے مزار پر حاضر ہوئے تو ملاحظہ فرمایا کہ قبر مبارک مجلا اور روشن آئینہ کی طرح ہے اور اندر حضرت سلطانجی صاحب تلاوت کلام الٰہی میں مصروف ہیں اور اُسی حالت میں ادھر متوجہ ہو کر حکم دیتے ہیں کہ مولانا فضل رسول اُس سائل کا سوال پورا کر دو اور رسالہ جواز ندا و استعانت میں تحریر کرو۔ غرضکہ حضور کی تصنیفات اور خدمات احیائے سنت

وامحائے بدعت حکم خدا و خاصان خدا سے نہیں یہی وجہ ہے کہ آج تک اُن کی روحانیت وجلالت ہر قاری وسامع کے دل پر خاص اثر ڈالتی ہے۔

تصحیح المسائل۔ اس کتاب بسیط و لاجواب میں مولوی اسحاق دہلوی کی مائۃ مسائل کی غلطیاں اور خلاف تحقیق ومخالف مسلک حق اختراعات وفتوے کی تصحیح کی گئی ہے اور اکثر مسائل اختلافیہ مابین مقلدین وغیر مقلدین وہابیہ کی ایسی تحقیق وتوضیح فرمائی گئی ہے جو اپنی خوبی میں لاثانی ہے چونکہ خلوص سے اور حکم خدا ورسول سے خدمت دین کرنے والے حضرات فائدہ مخلوق و اصلاح خلق سے غرض رکھتے تھے لہذا طرز بیان میں کیا ممکن جو عامیانہ رنگ آجائے چہ جائیکہ سبّ وشتم تمسخر وہزل یہی وجہ ہے کہ اُن کے ارشادات للہیت وخلوص کا جلوہ دکھا کر آج تک اثر ڈال رہے ہیں۔ یہ کتاب چند بار طبع ہو چکی ہے آخر بار بمبئی میں کوئی چھ سات سال ہوتے ہیں کہ طبع ہوئی تھی مگر اب کمیاب ہے۔ زبان فارسی ہے۔

سیف الجبّار اس کتاب میں فرقہ نجدیہ کی تاریخ اور اُن کے شیوع مکائد و عقائد کا تذکرہ اُس کے ساتھ ہی مسائل کی توضیح مبسوط کتاب ہے چند بار طبع ہو چکی ہے حال میں میرٹھ میں طبع ہوئی ہے۔

فوز المومنین بحث شفاعت میں مکمل تحریر زبان اُردو۔

اکمال فی بحث شد الرحال۔ اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ شد رحال زیارت اماکن مقدسہ کے لئے منع نہیں ہے اور حدیث ممانعت کا مطلب کتب شرح حدیث سے بتایا گیا ہے۔

فصل الخطاب۔ زبان اُردو رد فرقہ وہابیہ میں۔

تلخیص الحق۔ زبان اُردو جواب رسالہ مولوی حیدر علی ٹونکی وہابی کا جو اُنھوں نے فصل الخطاب کے جواب میں لکھا تھا۔

تبکیت النجدی - انھیں مولوی حیدر علی صاحب نے ایک رسالہ
کلام الفاضل الکبیر در بارہ امکان نظیر لکھا ہے اس کی زبان فارسی میں ہے
مباحث عقلیہ و نقلیہ کلامیہ و فلسفیہ کو حد کمال تک پہونچایا ہے۔
حرز معظم - یہ اردو زبان میں مختصر رسالہ آثار منیفہ و تبرکات شریفہ کے
متعلق ہے۔

نقل فتوے

حضرت اقدس کی تصانیف مطبوعہ مشہورہ اور غیر مطبوعہ کے علاوہ ایک
فتوے ہے جس کو ہندوستان کے آخری اسلامی تاجدار خاتم السلاطین ہند
حضرت ظل سبحانی سلالہ دودمان تیموریہ خلاصۂ خاندان مغلیہ سلطان ابن السلطان خاقان ابن
خاقان ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی جنت آشیانی نے دہلی
سے بہ کمال حسن عقیدت آپ کی خدمت اقدس میں بھیجا تھا - یہ استفتا بارگاہ
سلطانی سے نواب معلی القاب علاء الدولہ یمین الملک سید محی الدین
خان بہادر استقامت جنگ خلف الصدق جناب اعظم الدولہ معین الملک
محمد منیر خان بہادر بدایوں لیکر آئے ۔حضرت اقدس کی خدمت میں شاہانہ آداب
کے ساتھ خریطہ سلطانی پیش کیا آپ نے شاہی مہمان کو درویشانہ میزبانی
کے ساتھ ٹھیرایا - اور فوراً جواب استفتا مرتب فرمایا - دہلی کے تمام اکابر
علمائے اعلام نے تصحیح و تصدیق کی مہریں کر دیں فرمان سلطانی سے یہ فتویٰ
ماہ جمادی الثانی ۱۲۶۸ھ ہجری میں دار الخلافت شاہجہان آباد محلہ زینت باڑی
مطبع مفید الخلائق میں مطبوع ہوا چونکہ یہ استفتا مسلمانان ہند کے اخیر تاجدار
کے حسن عقیدت کی یادگار ہے اور آجکل کے بعض مسائل متنازعہ کا
فیصلہ - اس لئے اصل استفتا معہ جواب کا حرف بحرف نقل کر دینا اچھا
معلوم ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال - چہ میفرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین درحق شخصے کہ میگوید
نمودن محفل مولود شریف بہ تعیین یوم گناہ کبیرہ و قیام نمودن در محفل مولود شریف
شرک و فاتحہ نمودن بر طعام و شیرینی حرام است و استعانت خواستن از اولیاء اللہ
شرک و پنج آیت بطریق ختم بدستور مستمرہ قدیم بدعت سیئہ است و معجزہ
قدم مبارک حضرت نبوی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم حق نیست - و میگوید صحائف
تعزیہ بالقصد یا بلاقصد کفر است و از دیدن مولی و سہرہ و سہرہ گو بلاقصد باشد
کافر میگردد و بر زن آں طلاق جاید میگردد - و خطہ کعبہ شریفہ و مدینہ منورہ را
بزرگی نیست ازیں جہت کہ دراں سرزمین ظلم میشود و شنیدہ می آید ساکنان
انجا ظالم اند کہ در مدینہ منورہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہ را قتل کردند
و در مکہ معظمہ عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالے عنہ را قتل کردند و حضرت
امام حسینؑ را از مکہ بدر کردند و الحال علمائے دین محمدی را کہ فی الحقیقت
مہاجرین بودند از مکہ اخراج و بدر کردہ بہ سمت ہندوستان روانہ کردند
حالانکہ قاتلان حضرت عثمانؓ و کشندگان ابن زبیرؓ و برانندگان حضرت امامؓ خود را
مسلمان میدانستند چنانچہ ساکنان حال کہ اول از قوم عرب و سکنائے قدیم
زیادہ از آبادی سرخانہ ہمہ جہت نخواہد بود الا ہمہ رسیدگان از عجم و ہندو
و غیرہ اند خود را مسلمان میدانند پس دریں صورت اقتدا در نماز عقب
آں شخص جائز است یا نہ و بیعت کردن بر دست او مسلمین را درست است یا نہ
و در شرع شریف برائے آں چہ حکم است و بر توابعین آں چہ حکم است فقط
بینوا توجروا النقل مہر حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی بادشاہ دین پناہ وفقہ اللہ
لما یحبہ و یرضاہ -

محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی
ابو ظفر سراج الدین

الجواب

اوّل دریافت کردن ایں ضروری است کہ علمائے دین و مفتیان شرع

هر یک امر از امور مندرجه این مقولات چه فرموده اند تا ادراک حکم شرعی در حق قائل
آسان گردد حال امر اول یعنی نمودن محفل مولود شریف به تعیین یوم این است
که قسطلانی در مواهب لدنیه نوشته گفت ابن جوزی که هرگاه ابولهب کافرے
که در ذم آن قرآن نازل گردید بسبب خوشی کردنش به شب مولود نبی صلی اللہ
علیه وسلم در عذاب تخفیف یافت پس چه باشد حال مسلم موحد از امت آن
حضرت صلعم که خوشی کند بمولد او و خرچ کند در محبت او۔ آنچه بهم رسد قسم
میخورم که نخواهد بود جزاے او از خداے کریم مگر اینکه داخل خواهد فرمود
او را از فضل عمیم بجنات نعیم واهل اسلام همیشه محفل میکنند در شهر مولد و ولیمه ها
میسازند و در شب هاے آن تصدق میکنند بانواع صدقات و اظهار سرور
مینمایند و در نیکی ها زیادت میسازند و بخواندن مولد کریم اهتمام مینمایند و از برکات
او هرگونه فضل عظیم بر او شان ظاهر میشود و تجربه کرده شد از خواص او
که امانست دران سال و نوید است بعجلت حصول مطلوب الله تعالی
رحمت کند بر کسے که شبهاے مولد مبارک را عید سازد تا که صدمه سخت رسد
بر کسیکه در دل او انکار و عناد باشد تا اینجا از مواهب لدنیه ترجمه نموده
شد محمد بن علی الدمشقی در سبل الهدایه والرشاد از حافظ ابوالخیر سخاوی
نقل کرده که عمل مولد شریف بعد قرون ثلاثه پیدا گردیده زان بعد اهل اسلام
در سائر اطراف و شهرهاے کلان همیشه در شهر مولد مجالس مکلفه و صدقات
و اظهار سرور و زیادت در نیکی با و اهتمام بخواندن مولد کریم کرده می آیند
و از برکات او بر او شان فضل عظیم ظاهر میشود۔ از ابن جزری نقل نموده که
امانست در آن سال و نوید است بعجلت حصول مراد و از ابن کثیر نقل نموده که
صاحب اربل در ربیع الاول محفل مولد بکمال تکلف می نمود و ابن دحیه
براے وے مولد تصنیف کرده امامان برین عمل تعریف کرده اند که از
او شان حافظ ابوشامه استاذ نووی است ابن جوزی گفت نیست

درآں مگر رغم شیطان و مضبوطی ایمان علامہ ابن طغربل گفت محبان نبی
صلی اللہ علیہ وسلم در خوشی مولد ولیمہ ہا ساختہ اند در قاہرہ از ایشان ست ابن
فضل استاد استاد ما ابو عبداللہ النعمان وقبل ازو جمال الدین عجمی ویوسف
بن علی شامی و منصور نشار و ابو موسی الزرہونی و صاحب سبل الہدیٰ واقعات این
اکابر و خوشی گرہ دیدن نبی صلی اللہ علیہ وسلم و تاکید براں در رہنمایات بیان
نمودہ گفت کہ امام ابن بطاح در فتوائے نوشتہ کہ دریں شب جمع کردن مردمان
و خورانیدن آنچہ جائز است خوردن آں و شنوانیدن آنچہ جائز ست شنیدن
آں و دادن بخوانندہ در خوشی مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم این ہمہ جائز است
و کنندہ آں ثواب بر قصد نیک و خاص نیست بفقراء مگر در فقراء ثواب زیادہ
است امام مخلص در کتابے گفت سبب نجات و کمی عذاب است امام علامہ
ظہیر الدین گفت کہ بدعت حسنہ ست خالی از رقص وغیرہ ذمائم شیخ نصیر الدین
گفت حسن است باعث ثواب خالی از ممنوعات۔ امام ابوشامہ گفت کہ جواز
فعل بدعت حسنہ و استحباب بداں و امید ثواب بحسن نیت متفق علیہا است
و از احسن بدعات است آنچہ در روز موافق یوم مولد میکنند از صدقات و اظہار
زینت و سرور کہ با احسان فقراء اشعار است محبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم
و تعظیم و اجلال وے در دل فاعل و شکر خدا و اوّل در موصل شیخ عمر این
عمل نمود و اقتداء کرد یا و صاحب اربل وغیرہ۔ امام صدر الدین گفت
کہ بقصد اظہار سرور بمولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ثواب دادہ میشود حافظ ابن
حجر عسقلانی گفت کہ بدعت حسنہ ست و اصل آں از حدیث صحیح بخاری و
صحیح مسلم ثابت کہ یہود در مدینہ روز دہم محرم روزہ میداشتند آنحضرت استفسار
فرمود گفتند کہ دریں روز اللہ تعالےٰ فرعون را غرق نمود و موسیٰ را نجات
داد آنحضرت فرمودند کہ من بموسیٰ احقم از شما پس امروز روزہ داشتند و حکم روزہ
آں روز فرمودند بنا بریں سزاوار است کہ روز معین مولد قصد کردہ شود۔

از حافظ ابن جزری و حافظ دمشقی استشهاد بقصه تخفیف عذاب ابولهب شب دوشنبه نقل نموده گفت که شیخ جلال الدین سیوطی در فتاوی گفته که بدعت حسنه است باعث ثواب و حیلے دیگر سواے آنچه حافظ ذکر کرد برمن ظاهر شد و آں عقیقه فرمودن آنحضرت از نفس خود بعد نبوت و در شرح سنن ابن ماجه گفته که بدعت حسنه مندوبه است اگر خالی از منکرات شرعیه باشد و چند شعر ذکر نموده یکے ازاں نیست ؎

یا مولداً فساق الموالد کلها
شرفاً و ساد بسید الاسیاد

و ذکر کرد کلام شیخ جلال الدین سیوطی بر فاکہانی و در آنست که احداث کرد او را ملک عالم و قصد کرد با و تقرب بخدا و حاضر شد نزد او جماعته که ازاں علما و صلحا اند بی نکیر از ایشاں و پسند کرد آنرا ابن وحیه ایں گروه علماء متدین آنرا پسند کردند و برقرار داشتند و انکار نمودند ایں است که مختصراً از سبل الهدا التقاط نموده شد و همه آنچه دراں مذکور است قطره ایست از بحر نسبت بانچه دیگر اکابر ذکر نموده اند فاما قدرے که ذکر کردیم کافیست براے اثبات اینکه جمع کثیر و جم غفیر از آئمه دین و اہل حل و عقد امور مسلمین اتفاق دارند بر استحباب و مثبت ایں فعل و اقرار بر عمل آں پس قول باطل قائل که گناه کبیره است محض از جہالت و بطالت شند و ذاز سواد اعظم و مخالف جماعت است عالمے را از عوام و خواص امت محمدیه بسبب استحسان و استحباب آں فاسق و کافر گردانیدن است اگر بهره از علم دین میداشت لابد او را ازکدام عدل و ثقه بر میداشت و همت بر تحقیق عدالت تمام وسائط نامنتهی بر میگماشت حالا سند کدام یک حدیث از صحاح و غیرها پیش نماید که دراں مرتکب آں گناه کبیره و مستحسن آں ثنا شد و نیست بفضل الله تعالے اگر دعوے داشته باشد پیش آرد همیں میداں ہمیں گوے بر سر شاخ نشسته بن را بریدن کار عقل نیست و حال امر دوم یعنی قیام نمودن در محفل مولد شریف

اینکہ امام برزنجی در عقد الجوہر نوشتہ کہ استحسان نمودہ اند امامان صاحب الروایۃ والرویۃ قیام را وقت ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم مولانا حسن دمیاطی مدرس مسجد الحرام در فتوے نوشتہ کہ اُمت محمدیہ اہلسنت وجماعت مجتمع شدہ اند بر استحسان قیام مذکور و رسول اللہ صلعم فرمودہ است کہ امت من بر گمراہی مجتمع نخواہد شد علامہ مدابغی گفت کہ عادت جاری گردیدہ بقیام وقت ذکر ولادت وایں بدعت مستحبہ است کہ اظہار فرح و سرور و تعظیم است وراں الی آخر الفتوے و بمہر و دستخط مفتیان ہر چہار مذہب مزین است ہمہ باحکم حسن آں و نقل استحسان از علمائے کثیر پیشوایان دین واسلام کردہ اند و مولانا عبد اللہ سراج علیہ الرحمۃ نوشتہ کہ قیام وقت ذکر ولادت توارث آئمہ اعلام است و امامان و حکام آنرا برقرار داشتند نے نکیر منکرے ورد رادے لہذا مستحسن است عبد اللہ بن مسعود رضہ گفتہ چیزیرا کہ مسلمانان نیک دانند پس آنچیز نزدیک خدا نیک است وصاحب سیرۃ شامی کہ بدعت گفتہ صاحب حلبی تشریح کردہ داد کہ بدعت حسنہ است چہ ہر بدعت مذموم نیست و بعد تحقیق بدعت محمودہ نوشتہ کہ بتحقیق یافتہ شد قیام وقت ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عالم اُمت پیشوائے امامان در دین و تقوی امام تقی الدین سبکی و متابعت کردند اورا بریں فعل مشائخ اسلام زمانہ او و بعد بیان برکاتیب نوشتہ کہ ایں کفایت میکند در اقتدا ار پس قول باطل قائل کہ شرک است غیر از جنون چہ تواں گفت شرک در شرع موافق مذہب اہل سنت و جماعت عبارت است از اثبات شریک در الوہیت چنانچہ در شرح عقائد نسفی وغیرہ مذکور است قیام وقعود را ازاں چہ علاقہ قیام کہ اختصاص بعبادت ندارد برخلاف سجدہ وایں امر در تفسیر عزیزی مصرح است در ذیل آیہ کریمہ والرکع السجود وحال سجدہ باآں اختصاص اینکہ بہ نیت عبادت شرک است نہ بنیت تحیت کہ شرک نیست در شرائع سابقہ جائز بود در یں شریعت حرام گردیدہ مذہب صحیح ہمین است

و این امر ہم در تفسیر عزیزی مصرح است از ہمہ این و آں درگذشتیم و برائے تبکیت واسکات مدعیین بر حوالہ مایۃ المسائل پسند کردیم کہ تفرقہ سجدہ عبادت و سجدہ تحیت در انجا ہم مسلم است پس ہر گاہ کہ حال سجدہ چنیں باشد شرک بودن قیام در محفل غیر از اختراع دین جدید چہ تصور تواں کرد۔

وحال امر سویم و پنجم اینکہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب در فتوے معروفہ می نویسند رفتن بعد سال یکروز معین کردہ سہ صورت دارد اول آنکہ یکروز معین نمودہ یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر بر قبور محض بنا بر زیارت و استغفار بروند اینقدر را از روئے روایت ثابت است در تفسیر در منثور نقل نمودہ کہ ہر سال آنحضرت صلعم بر مقابر میرفتند و دعا برائے مغفرت اہل قبور میخواندند اینقدر ثابت شدہ است و مستحب دویم آنکہ بہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ کنند و فاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم در میان حاضران نمایند این قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا صلعم و خلفاء راشدین نبود اگر کسی اینطور بکند باک نیست زیرا کہ درین قسم قبح نیست بلکہ فائدہ احیا و اموات را حاصل میشود و در جواب علی محمد خانصاحب مرحوم رئیس مراد آباد ارقام فرمودند کہ در تمام سال دو مجلس در خانہ فقیر منعقد میشود مجلس ذکر وفات شریف و مجلس ذکر شہادت حسنین علیہ کہ مردم روز عاشورا یا یک دو روز پیش قریب چہار یا پانصد کس بلکہ گاہے قریب یکہزار کس فراہم می آیند و درود میخوانند بعد ازاں کہ فقیر می آید می نشیند ذکر فضائل حسنین کہ در حدیث شریف وارد شدہ در میان می آید و آنچہ در احادیث اخبار شہادت این بزرگان و تفصیل بعض حالات و بد مآلی قاتلان اشقیاں وارد شدہ نیز مذکور میشود الی آخر ما قال بعد ازاں ختم قران و پنج آیت خواندہ بر ما حضر فاتحہ نمودہ می آید پس اگر این چیزہا نزد فقیر بہمیں وضع کہ مذکور شد جائز نمی بود اقدام بر آں اصلا نمی کرد بعد ازاں آنچہ نا مشروع است حاجت بیان ندارد تمام شد ملخصاً و در جواب مولوی عبد الحکیم پنجابی کہ طعن نمودن

عرس بزرگان نموده می نویسند این طعن مبنی است بر جہل باحوال مطعون علیہ زیراکہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ ہیچ کس فرض نمیداند ٓ زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشان باہداء ثواب و تلاوت قرآن و دعاء خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعیین روز برای آنست کہ آن روز مذکر انتقال ایشان می باشد از دار العمل بدار الثواب و در آخر حدیث زیارت فرمودن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبور شہداء را بر سر ہر سال روایت نموده و در روایتے دیگر کہ چہار خلیفہ ہمچنان میکردند مولوی رفیع الدین صاحب در استفتاے مشہور بعد ثابت کردن صحت عرس از دلیل صوم اثنین بہ بلال رض از جہت ولادت و ہجرت و انزال وحی و اخبار فوت آنحضرت صلعم دران روز و رفع انتظار مردگان کہ درین روز مہیا شد دریافت شدن اجتماع ارواح درویشان در ہمچنین روز در عالم برزخ بمعاملات مکاشفہ می نویسند پس امداد بدعا و ختم و طعام بدعتے مباح است و وجہ قبح ندارد و شاہ ولی اللہ صاحب در ہمعات می نویسند ازینجا است حفظ اعراس مشایخ و مواظبت زیارت قبور ایشان والتزام فاتحہ خواندن و صدقہ دادن براے ایشان و اعتنا ے تمام کردن بتعظیم آثار و اولاد منتسبان ایشان و در انفاس العارفین در رقعات والد خود می نویسند می فرمودند در ایام وفات حضرت رسالت پناہ چیزے فتوح نشد کہ براے نیاز آنحضرت طعامے پختہ شود قدرے نخود بریان و قند سیاہ نیاز کردم شب در واقعہ دیدم کہ انواع طعام بحضور آنحضرت صلعم عرضہ میدارند و در آنمیان آن نخود و قند نیز معروض داشتند بنہایت ابتہاج و بشاشت اقبال فرمودند و آنرا طلبیدند و چیزے ازان تناول فرمودند و باقی در اصحاب قسمت کردند فقط

ہرگاہ کہ از کلام این اکابر آنچہ ذکر کردیم ظاہر گردید پس باطل شد قول قائل جاہل کہ حرام است و بدعت سیئہ و مستند علوم دین اکثر اہل زمانہ

درین بلاد منتهی است باین بزرگواران و نسبت نمودن استحلال حرام باین کرام
سلسلهٔ دین خود برهم کردنست۔

و حال امر چهارم اینکه در تفسیر عزیزی متعلق آیه اماته فاقبره موجود که
بنا بر اینست که از اولیا مدفونین و دیگر مومنین انتفاع و استفاده جاریست
و آنها را افاده و اعانت نیز متصور و در تفسیر سورهٔ انشقت نوشته اند
بعضے از خواص اولیاء الله که آله جارحهٔ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیده
اندروین حالت تصرف در دنیا داده و استغراق آنها بجهت کمال وسعت
تدارک آنها مانع توجه باین سمت نمیگردد و اویسیان تحصیل کمالات باطنی
از انها می نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انها می
طلبند و می یابند و زبان حال انها در انوقت هم مترنم باین مقالات است ع

من آیم بجان گر تو آئی بتن

در رد بر وهابیه درین مسئله مولوی محمد موسی صاحب خلف الصدق مولوی
رفیع الدین صاحب در رسالهٔ حجة العمل از شاه عبد العزیز صاحب نقل کرده اند
در ینجا سخنے است واجب التنبیه که استعانت از غیر خدا بوجهیکه او را خالق عون
و مستقل در تصرف داند حرام است و اگر او را مظهر عون الهی دانسته استعانت
نماید جائز است و این نوع استعانت از صحابه تا حضرت شاه عبد العزیز صاحب
و مولوی رفیع الدین صاحب در تصحیح المسائل وغیره بخوبی ثابت گردیده است
پس مقصود قائل اگر معنی اول است در ان کلام نیست و نه کسے مدعی آن و
اگر معنی دویم اراده کرده است شک نیست در خروج او از اهل حق و دخول
در مذهب نجدیه که کافه علمائے عرب و عجم خصوص در این مسئله ضلال او با دلهٔ
قطعیه ثابت کرده اند و حال امر ششم اینکه در مواهب لدنیه نوشته از خصایص
آنحضرت صلی الله علیه وسلم است که هرگاه مشی میفرمودند بر سنگ هردو قدم
آنحضرت دران اثر میفرمود چنانچه مشهور است قدیماً و حدیثاً و ذکر کرده این معجزه را

محمد ہادی در کتاب المعجزات دیگرے در خمیس ناقلاً عن فخر الرازی وجلال الدین
سیوطی در انموذج و رزین صاحب صحاح در خصائص وحلبی در انسان العیون
باستشہا دو از امام سبکی وحافظ زبیری وتلمسانی در فتح المتعال باستشہا دو از حافظ
متولی وابن سبع ونیشاپوری وشیخ عبد الحق در مدارج و بوصیری در ہمزیہ
وغیر اہم فی غیر ہا ارے در کتب ستہ مروی نیست و از مذکور نبودنش دراں
ودر دیگر کتب مخصوصہ وعدم اطلاع معدودے بر اصل آں باشند آں حکم نفی
قضیہ راست نمی آید خصوصاً دریں حال کہ جماعتے از ائمہ بوصف شہرت ذکر
کردہ وتلقی بقبول نمودہ بر منکر نکیر ساختہ باشند وغایت سعی اصل منکر الاعجاز
اول براینکہ در مواہب لدنیہ وغیرہ کتب سیر ثابت نشدہ است بنا برآں
صاحب سیرۃ شامی نوشتہ کہ وجود ایں در کتب حدیث وتواریخ اصلا نیست
فقط ومحدیان باتقان ہر گاہ کہ از نفس مواہب لدنیہ ودیگر کتب معتبرہ ثابت
کردنہ مادہ انکار از بیخ بر کندہ گردید ونیافتن صاحب سیرۃ شامی آنرا در کتب
حدیث وتاریخ متلاشی گردیدہ دریافتن جنب جلال الدین سیوطی او سنا د او
در خصایص زرین صاحب صحاح وذکر نمودن او در انموذج وتعریض نمودن حلبی با
تلمسانی براں وثابت نمودن آں از مستندان - دویم اینکہ قاضی بیضاوی
صاحب تفسیر کبیر ونیشاپوری ومدارک وحسینی وجواہر وغیرہ نوشتہ اند
کہ اثر قدم ابراہیم علیہ السلام بر سنگ وغوص آں در آں وبقائے اثر آں تا زمان
دراز خاصہ ابراہیم علیہ السلام است فقط قطع نظر از اتہام نام بیضاوی وحسینی و
جواہر میگوییم کہ از سوق کلام منکر اعجاز ظاہر کہ انکارش خاص باین خصیصہ
نیست بلکہ از اصل کلی فضل محمدی یعنی ما خص نبی بشیٔ الا وکان سیدنا صلی اللہ
علیہ وسلم مثلہ کہ باب جامع معجزات کثیرہ است انکار دارد در فصل ثانی
از مقصد رابع از مواہب لدنیہ ایں اصل موجود و تمام فصل گویا کہ بیان فروع ایں
اصل است - از انجملہ است واما ما اعطیہ سلیمان علیہ السلام من کلام الطیر وتسخیر الشیاطین

والریح والملک الذی لم یعطه احد من بعده فقد اعطی سیدنا صلی اللہ علیه وآله وسلم مثل ذلک وزیادة خاصه ابراهیم علیه السلام بودن منافی وجود مثل آن نسبت در کسیکه خصیصه او اجتماع خصایص جمیع انبیا است بلکه مقتضا آنست به بیند که صاحب مواهب لدنیه وجود اثر قدم ابراهیم علیه السلام را در تائید و تقویت غوص قدم آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم در سنگ آورده است و در آخر نوشته وما خص نبی لشئ من المعجزات والکرامات الاوبینا صلی اللہ علیه وسلم اعطی مثله کما نصوا علیه منکر الاعجاز که مدار انکار بر بودن لفظ خاصه در کلام مفسرین که امام همه امام رازی است نهاده صاحب خمیس از همان امام همام در معجزات ختم المرسلین نقل نموده حال امر هفتم و هشتم اینکه ایمان و کفر در مذهب اهلسنت وجماعت عبارت است از تصدیق و تکذیب کار دل است واقرار بزبان رکن زائد است یا شرط اجرای حکم در دنیا و خوارج میگویند که ایمان عبارت است از تصدیق مع الطاعت و لهذا هر گناه میگویند که هر معصیت شرک است از غایت شهرت حاجت استناد ندارد و قائل که بر فصل ششم کفر را مترتب ساخت عام ازان که قصد که کار دل است همراه آن باشد یا نه خروج صریح است از دائره اهلسنت و جماعت واشد وجوه خبث تعزیه غیر فرض این امر نیست که قومی او را عبادت میکنند برین تقدیر هم از معاینه اش حکم کفر چنانکه قائل میگوند باطل چه لازم می آید که معاینه شمس و قمر و گنگ و جمن هم کفر باشد و نوشیدن آب آن که بکدام مرتبه باشد و از زمان بعثت تا فتح مکه معظمه چه قبل هجرت چه بعد ازان در عمره آنحضرت صلعم و آمدن صحابه درین زمان برای حج و روز فتح مکه و دیدن آنحضرت و تمام صحابه معبودان باطله را ظاهر و باهر است و بعد فرضیت حج قبل فتح که صحابه برای حج می آمدند بسبب بودن اساف و نائله که نام بتان است

بر کوہ صفا و مروہ از سعی دراں مقام تامل کردند آیہ کریمہ فلا جناح علیہ ان یطوف بھما نازل گردید در کتب فقہ رفتن در اعیاد مشرکین بقصد تعظیم و موافقت در افعال ایشان کفر نوشتہ اند در طحطاوی نوشتہ و یکفر باتیانہ عید المشرکین تعظیماً و در عالمگیری نوشتہ و بخروجہ الی نیروز المجوس لموافقتہ معھم فیما یفعلون فی ذلک الیوم و بشرایہ یوم النیروز شیئاً لم یکن یشتریہ قبل ذلک تعظیماً للنیروز لا للاکل و الشراب و باہدایہ ذلک الیوم للمشرکین و لو بیضۃ تعظیماً لذلک لا باجابۃ دعوۃ مجوسی حلق راس ولدہ ہمچناں در دیگر کتب فقہیہ در بلاد شام مرسوم بود کہ مسافران در معابد کفار اقامت میخودند چنانچہ تاحال در بلاد جنوبیہ ہند مروج است حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہ از کفار و میین انجا عہد نامہ گرفتند دراں نویسانیدہ اند کہ مسافران مسلمانان را از اقامت در معابد خود منع ننسازند ایں روایت در طحطاوی وغیرہ کتب معتبرہ موجود در فتاوے عالمگیری نوشتہ کہ مسلمان را مزدوری مجوسی برائے روشن کردن آتش او لاباس بہ است کذا فی الخلاصہ و در نوادر ہشام از محمد رح مرویست کہ اجارہ ساختن تصاویر و تماثیل در خانہ اگر اصباغ ارسنا جہ است پس اجرہ نیست برائے او کذا فی السراجیہ مزدوری مسلم ذمی را برائے بنائے بیعہ و کنیسہ جائز است و حلال است برائے او اجر و کذا فی المحیط و در صحیح بخاری بیت باب الاسواق التی کانت فی الجاہلیۃ فتبایع بہا الناس فی الاسلام یعنی ایں باب در بیان بازارہا ئیست کہ در جاہلیت بودند پس بیع و شرا کردند مردم دراں در اسلام در فتح الباری نوشتہ فقہ این ترجمہ انست کہ مواضع معاصی و افعال جاہلیہ منع نمی کنند از فعل طاعت دراں و حدیثی کہ در ایں باب مذکور است اینکہ ابن عباس گفت عکاظ و مجنہ و ذو المجاز بازارہا بودند در جاہلیۃ پس ہر گاہ کہ اسلام آمد مردمان گناہ پنداشتند تجارت را دراں پس اللہ تعالے نازل فرمود کہ نیست بر شما گناہ در موسم حج و در علینی تشریف بردن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم در ایں بازارہا

و خرید نمودن پارچه مروی بست در صحیح بخاری ست که آنحضرت صلعم سال فتح در مکه
میفرمود که خدا و رسول حرام کرد بیع خمر و میته و خنزیر و اصنام را ابن حجر در فتح الباری
نوشته که علت منع بیع اصنام عدم منفعت مباحه است برین تقدیر اگر آنچنان
باشد که اگر شکسته شوند که صاحب آن بان منتفع شود بیع آن اصنام جائز است
نزد بعضے از علماے شافعیه و غیر ایشان و اکثر بر منع هستند براے حمل نهی
بر ظاهر آن و ظاهر آنست که نهی از بیع اصنام براے مبالغه است در تنفیر ازان
و در همان حکم است صلیب که نصاری تعظیمش میکنند و حرام است ساختن
جمیع این همه انتهی به بیند که ساختن بت کفر نیست و در جواز بیع آن تفصیل علی الاختلاف
و مزدوری ساختن بتخانه و برافروختن نار معبود مجوس جائز و دیدن تعزیه بالقصد
یا بلا قصد کفر پس در مخالفت این قائل با شریعت محمدیه شکے نیست۔

و حال امر نهم اینکه انکار بزرگی خطه کعبه شریفه و مدینه منوره صرف استخفاف
مکه معظمه و مدینه منوره نیست انکار و استخفاف قرآن و حدیث و مخاصمه با خدا و
رسول هم هست قرآن و حدیث مالامال اند از بزرگی آن دو مکان متبرک
جعلنا البیت مثابة للناس و امنا و هذا البلد الامین - بواد غیر ذی
گردانیدیم بیت الله را مرجع براے مردم و جاے امن قسم میخورم این شهر امن دهنده را۔ در میدان که زراعت
زرع عند بیتک المحرم - ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة
ندارد نزد خانه تو که بزرگ است - تحقیق اول خانه که تیار ساخته براے مردم در شهر مکه است
مبارکا و هدی للعالمین - فیه ایت بینت مقام ابراهیم و من دخله
برکت داده شده و هدایت کننده براے جهان۔ در آن نشانهاے روشن اند یک از انها نقش قدم مبارک ابراهیم است
کان امنا و لله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا
و هر کس که در آمد در آن باشد در امن و براے خدا بر مردم حج خانه خدا است هر کس که طاقت دارد سوی او راه
و من کفر فان الله غنی عن العالمین - و من یعظم شعائر الله فانها
و کسیکه انکار کند از فرضیت حج پس تحقیق خدا تعالی بے نیاز است از اهل جهان و کسیکه تعظیم کند نشانهاے خدا را پس تحقیق تعظیم آن

من تقوى القلوب ـ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ـ ما اطيبك
از پرہیزگاری دلہاست ـ فرمود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ـ چہ عجب خوش
من بلد واحبك الى ولولا ان قومى اخرجونى منك ما سكنت غيرك
شہری وچہ عجب دوست داشتہ شدہ تو بسوئے من واگر قوم من اخراج نمیکردند از تو سکونت نمیکردم در غیر تو
وقال والله انك خير ارض الله ولولا انى اخرجت منك ما خرجت ـ وقال
وفرمود قسم بخدا بتحقیق تو بہترین زمین خدائے دوست ترین زمین واگر من بیرون کردہ نمیشدم از تو بیرون نمیشدم ـ وفرمود
رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزال هذه الامة بخير ما عظموا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ باشد این امت بہ برکت تا وقتیکہ تعظیم کنند
هذه الحرمة حق تعظيمها فاذا ضيعوا ذلك هلكوا ـ وقال رسول الله
این حرم را حق تعظیم پس وقتیکہ ضایع خواہند ساخت تعظیم را ہلاک خواہند ـ فرمود
صلى الله عليه وسلم ـ المدينة خير لهم لو كانوا يعلمون لا يدعها
مدینہ بہتر است برائے مردم کاشکے بدانند بزرگی آن نمیگذارند
رغبة الا ابدل الله فيها من هو خير منه ولا يثبت احد على
از روئے اعراض مگر بدل خواہد کرد خدائے تعالی دران آنکس کہ بہتر باشد ازو و نمی ماند
لأوائها وجهدها الا كنت شفيعا له يوم القيمة وقال ان
کسے بر شدت و تکلیف آن مگر باشم برائے او روز قیامت ـ تحقیق
ابرهيم حرم مكة فجعلها حراما وانى حرمت المدينة حراما ما بين مأزميها
ابراہیم علیہ السلام حرام کرد مکہ را و من حرام کردم مدینہ را درمیان دو طرف او
ان لا يهراق فيها دم ولا يحمل فيها سلاح لقتال ولا يخبط فيها شجرة الا لعلف وقال امرت بقرية
آنکہ ریختہ نشود دران سلاح برائے جنگ و افشاندہ نشود دران درخت مگر برائے علف فرمود امر کردہ شدم بقریہ
تاكل القرى يقولون يثرب وهى المدينة تنفى الناس كما ينفى الكير خبث الحديد وقال لا تقوم الساعة
کہ بخورد قریہا را کہ مردم آن را یثرب میگویند و آن مدینہ است و دور میکند مردم را چنانچہ دور میکند آتشکدہ چرک آہن را ـ قایم نشود
حتى تنفى المدينة شرارها كما ينفى الكير خبث الحديد وقال لا يكيد اهل المدينة احد الا انماع كما ينماع الملح فى الماء وقال من
قیامت تا کہ دور میکند مدینہ بدترین مردم خود را چنانکہ دور میکند آتشدان چرک آہن را ـ قریب نہ دہد اہل مدینہ را کسے مگر گداختہ خواہد شد چنانکہ گداختہ

يموت فى المدينة فليمت بها فانى اشفع لمن يموت بها وعن ابى هريرة
بميرو در مدينه پس بميرد در آن پس من شفاعت خواہم کرد برائے کسیکه بمیرد در آن
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الايمان ليارز الى المدينة
بدرستیکه ایمان جاے گیرد بسوے مدینه
كما تارز الحية الى جحرها متفق عليه قال عمر ابن الخطاب رضى الله عنه
چنانکه جاے میگیرد مار بسوے سوراخ خود
سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو بوادى العقيق يقول
شنیدم رسول خدا صلعم وحضرت در میدان عقیق بودند
اتانى الليلة آت من ربى فقال صل فى هذا الوادى المبارك وقل
که قریب مدینه است آمد امشب آئنده از رب من پس گفت نماز کن درین میدان
عمرة فى حجة - ایں ہمه احادیث در مشکوة شریف مروی اند و آنچه معاند خدا و
رسول در دلیل آورده که دراں سرزمین ظلم میشود علی فرض المحال بابرکت وبگو عمره در حج۔
دلیل نفی بزرگی شدن نمیتواند چه ظلمیکه از سکنه مکه معظمه در عهد آنحضرت صلی الله
علیه وسلم بوقوع آمده از ابتداے وجود آدم تا آینده م از هیچکس بوقوع نیامده
باشد چنانچه ایں مطلب در تفسیر عزیزی متعلق لا اقسم بهذا البلد وانت حل
بهذا البلد مصرح است باں ہم بقعه خانه کعبه از بزرگی معزول نگشت
چنانچه در تفسیر عزیزی در ذیل آیه کریمه ان الصفا والمروة من شعائر الله مذکور است
چنانچه خانه کعبه بسبب آنکه چندروز در غلبه کفار بیت الاصنام وبتخانه گردیده از
قبله ومطاف بودن اہل زمان معزول وساقط نگشت لان ما بالذات لا یزول
بما بالغیر ہمچناں ایں دو کوه یا صفا بسبب آنکه جاہلان مکه اساف ونائله را
بر آنہا نہاده پرستش میکردند از شعائر الله بودن معزول وساقط نگشتند بلکه ایں
معنی بمنزله جوہر ذاتی آنہا است که لا یزول بالغیر قوله در مدینه منوره الخ
ایں جاہل بدین خباثت آگین بلوائیان مصر وعراق را سکنه مدینه منوره قرارداده

نمیدانند که سکنۂ مدینہ مہاجر و انصار بودند در نسبت قتل حضرت عثمان بادشان
بر رافضیان ترقی نمودہ در تحفہ اثنا عشریہ بطعن دہم از مطاعن حضرت عثمان
چناں منقول است کہ صحابہ ہمہ بقتل او راضی بودند و در جواب نوشتہ اند ایں ہمہ
کذب صریح و بہتان ظاہر است کہ بر صبیان ہم پوشیدہ نیست الی آخر التفصیل
و ساکنان مکہ در عقد بیعت عبد اللہ بن زبیر بودند و قتل ایشاں بر دست حجاج
سقفی شقی رئیس لشکر شام بود و حضرت امام حسین بطلب و استدعائے اہل
کوفہ رونق افروز آنسو شدند و اہل مکہ در انوقت منسورہ و بمصلحت منع نمودند
ہر خاص و عام ایں وقائع را میداند مگر ایں کور و کر باطنی و ظاہری را ساست
نفی بزرگی حرمین محترمین برین وقاحت آوردہ است منکرین بزرگی حرمین محترمین
و دشمنان سکنۂ بلدین مکرمین و کذابان جاہل و مفتریان باطل و مبتدعان محرفان
دین و مکفرین سواد اعظم مسلمین و مخترعان مذہب خبیث مخالف قرآن و حدیث حاشا
کہ از علمائے دین محمدی باشند و دشمنان دین محمدی و اعدی اعادی شرع احمدی
ہستند سبحان اللہ کفار کہ آنحضرت صلعم را از مکہ اخراج نمودند در بزرگی مکہ حرجی
روند اد مکہ در ہماں حال عمدہ ترین بزرگی کعبہ کہ قبلہ گردیدن است ظہور یافت
و نزول اکثر آیات بینات از پیش رب العالمین و ارشاد احادیث طیبات
سید المرسلین در عین ہماں ازمنہ در بزرگی کعبہ تشریف امضا یافت و از اخراج
ایں مفسدین در دین و ملحدین خباثت آگین کہ ضلال ایشاں باجماع اہل حل و عقد
و کافہ آئمہ عہد و اتفاق سواد اعظم و اجتماع جماعت خیر الامم بحکم قضاۃ و مفتیان
مذاہب اربعہ بظہور رسیدہ خانہ کعبہ از بزرگی معزول کردیدہ حالا باید دانست
کہ ایں قائل مخالف اہل سنت و خارج از جماعت است و داخل در زمرہ اہل
ہوا مثل خوارج و روافض و سائر اہل بدعت و اقتدا باو در نماز و بیعت کردن
بر دست او مثل اقتدا در نماز و بیعت بر دست خارجی و رافضی است و توابعین ل
آں مثل توابعین رافضی و خارجی و اللہ اعلم بالصواب فقط کتبہ فضل الرسول اہب اللہ علیہ قبول القبو

اصل فتویٰ پر جن علمار کرام کی مواہیر و دستخط ثبت ہیں اُن کے اسمار گرامی بغرض آگاہی درج کئے جاتے ہیں۔ مولانا مفتی محمد صدرالدین صدر الصدور دہلی مولانا سید محمد مدرس مدرسہ عربیہ دہلی۔ مولانا شاہ احمد سعید دہلوی۔ مولوی محمد مظہر صاحب۔ مولوی محمد عمر صاحب۔ مولوی محمد کریم اللہ صاحب۔ مولوی فریدالدین صاحب واعظ مسجد جامع۔ مولوی حکیم محمد احسن اللہ خاں صاحب۔ مولوی حکیم محمد امام الدین خانصاحب۔ مولوی قاضی احمدالدین صاحب۔ قاضی محمد علی صاحب۔ مولوی محمد عزیزالدین صاحب۔ مولوی تفضل حسین خانصاحب نواسہ مولانا رشیدالدین خانصاحب مولوی سید شبیر علی صاحب امروہوی مولانا حیدر علی صاحب مصنف منتہی الکلام۔ مولوی داد الٰہی بخش صاحب مولوی حسن الزماں صاحب۔ مفتی محب اللہ صاحب۔

ذکر نظم و شاعری حضرت اقدس

شاعری اظہار خیالات اور دلی جذبات کا ایک روشن آئینہ ہے ہر انسان کو فطرۃً اس کا کچھ حصہ عطا ہوا ہے جسطرح سب کی کمالات متفاوت ہوتے ہیں یونہی اسمیں بھی تفاوت ہے طبقات الاولیا علما میں کم کوئی صاحب تصنیف ہوئے ہوں گے جنھوں نے نظم میں اپنے خیالات کا تھوڑا بہت اظہار نہ فرمایا ہو حضور اقدس نے بھی وقت غلبہ شوق گاہے گاہے کلام نظم ارشاد فرمایا عربی فارسی اردو سب زبانوں میں آپ کا کلام برکت التیام موجود ہے مگر چونکہ قصداً جمع کرنیکا نہ ہوا لہٰذا وہ آپ کے معتقدین کے پاس متفرق رہا اکثر کلام حضرت اقدس کا رنگ تصوف و نعت شریف حضور سید انام و مدح صحابہ کرام اہل بیت عظام اولیائے فخام میں ہے جسکا خلاصہ ایک ایک غزل بغرض اختصار درج ذیل ہے شاعری مجازی میں جو حقیقت امر حقیقت ہے آپ نے کبھی بہ اصرار احباب کلام فرمایا مگر وہ حکم النادر کالمعدوم رکھتا ہے بعض حاسدانہ طبیعت والوں نے حضرت اقدس کو اپنے گلہ کے تئیں زمرہ شاعران مجاز میں شمار کرکے حضرت اقدس کے دوسرے نہرالکمالات عظیمہ پر پردہ ڈالنا چاہا

ہم کو اس کی شکایت نہیں ہونا چاہیے کیونکہ آفتاب کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتا حضور کے کمالات ظاہر و باطن کسی کے اظہار کے محتاج نہیں مثلاً حضرت سیدنا امام شافعی یا حضرت اقدس سرکار بغداد محبوب اعظم کی شاعری کو پیش کر کر ذریعہ فخر بنایا جائے تو یہ ایک بے معنی بات ہوگی

شجرۂ طیبۂ قادریہ

در انبساط آمدہ بحر محیط ذات
اطلاق در تعین اول چو زد قدم
یکقطرہ و بحر محیطے در و نہاں
گردید از تموج آں موج آشکار
زاں جملہ گشت بحر ولایت چو منجلی
باز آمدہ بجوش چو آں بحر بیکراں
گردید سید الشہدا و مصطفےٰ
عشاق حق چو عزم سفر سوئے او کنند
زاں نہر یافت بحر عبادت چو انفجار
چوں انشعاب شعبۂ توحید شد از اں
زاں چشمہ شد چو چشمۂ صدق و صفا روان
زاں چشمۂ بحر حلم و تحمل چو رو نمود
بحر رضا چو جوش زد و فیضش عام شد
زاں بحر نہر معرفتے گشت چوں عیاں
زاں چشمہ شد چو چشمۂ اسرار آشکار
جاری چو گشت سلسلہ جز رو مد دراں
در جبہ بدرجہ ہر نفسے گشت موج زن

از موج او شش کہ بود اصل کائنات
نور محمدی بحدوث آمد از قدم
موجے و موج خیزد و عالم ازاں عیاں
انواع بحر ہا کہ بروں باشد از شمار
شد مظہر کمال خفی و جلی علی
نہرے ز غیب سوئے شہادت شدہ رواں
ایں نوع کرد وصف شہادت خدا عطا
در راہ او بخون خود اول وضو کنند
شد ذات پاک حضرت سجاد آشکار
گردید عین حضرت باقر رواں ازاں
شد مشتہر بجعفر صادق در انس و جان
فرمود ذات موسی کاظم ازاں شہود
موسی رضا امام علیہ السلام شد
معروف ساختند بمعروف در جہاں
آمد بنام سری سقطی در اشتہار
شد سید الجنود جنید جنید یاں
شبلی و عبد واحد و بو الفرح بو الحسن

وقت ظہور بحر سعادت چو در رسید
شد ذات پاک حضرتنا شیخ ابو سعید

زاں بحر موج خیز عظیمے شد آشکار
در جوش آں برآمده یک موج بیکنار

کز موج اوّل آنچه که تا لجۂ اخیر
بوداست جمع آمده شاه پیر دستگیر

زاں بعد ذات سید رزاق شد پدید
بو صالح از پے آمد و بو نصر در رسید

سید علے و سید موسیٰ ره نما
سید حسن لسید احمد گذاشت جا

زاں پس بہار دین ز براہیم ایرجی
زاں بعد ذات شیخ محمد شد جلی

قاضی جیا و بعد ازاں حضرت جمال
سید محمد آمده احمد بصد کمال

زاں بعد گشت حضرت فضل اللہ آشکار
پس یافت شاه بو البرکات اے ازو نہار

من بعد شاه آل محمد نمود رو
گردید عین حضرت حمزه رواں ازو

پس ذات پاک سیدنا آل احمد است
کز وے ظہور چشمۂ عرفاں از ید است

کرده صفات حق چو بذاتش ظہور تام
عین الحق از حضور خداوند یافت نام

اے شاه عین حق تو سراپا ز رحمتی
آبے بر آتشم که تو دریائے رحمتی

ایں تشنه کام بر لب دریا رسیده را
مستسقی و به پیش نظر آب دیده را

محروم و نا امید مگرداں ز جویبار
بر خود مبیں نه بر عمل ایں گناہگار

از بحر فیض ساغر آبے مکن دریغ
وز ہیکده گدوئی شرابے مکن دریغ

یک قطرۂ ز آب نوال تو ام بس است
یک جرعه از شراب وصال تو ام بس است

یارب بحق ایں حضرات و طفیل شاں
مارا ز مار ہا کن و بے مانجو رساں

غزل

فتاده در گل ولاے عدم بود او تم واحمد
بسر تاج نبوت بکه تاز عرصۂ سرمد

چو گردانید عناں زاں سو بسوے وادئ کثرت
وجود انبساط از بطون اندر ظہور آمد

عوالم مطلقاً غیب شہادت علوی و سفلی
فروغ جملہ زاں شمع وجود انبساط آمد

وجود منبسط ظلی بود از اولیں خلقے
که در عرف شریعت نور احمد نام میدارد

بعارف نیست حاجت شرح سر این معمارا
مے صاف محبت پاک از غش ریا باید
مپرس از مشرب مست خراباتی کہ در ہر شئے
کہ در ہر مکمن اولمعہ زاں نوری بیند
کہ سر این معمارا از راہ ذوق بکشاید
جز آں محبوب کل چیزے نمی بیند نمی داند

غزل

کلیم اللہ تا سینا و ویدہ
کلیم اینجا ببرق از خود رمیدہ
کلیم اینجا ہمہ رخ پردہ کشیدہ
کلیم از لن ترانی بر خود طپیدہ
کلیمش ذوق آوازش چشیدہ
کلیم اللہ کلام او شنیدہ
ز دیدہ ہست فرقے تا شنیدہ
حبیب اللہ باو ادنے رسیدہ
حبیب اللہ باللہ آرمیدہ
حبیب آنجا حجب ہا بر دریدہ
حبیب از قدر اسرای شد برگزیدہ
حبیب او گل نظارہ چیدہ
حبیب اللہ رخش دیدہ بدیدہ
شنیدہ کے بود مانند دیدہ

غزل

فنا چیست عکس جلال محمدؐ
جہان کمال از چہ گردید روشن
نباشد نباشد نباشد نباشد
بجز مطلع قاب قوسین بینے
بود شاہ شاہان دنیا و عقبے
کرے کیا بشر اس کا شرح شمائل
کروں وصف کیا میں سراپا کا اس کے
بقا چیست ظل ظلال محمدؐ
ز شمس کمال الکمال محمدؐ
شریک خدا و مثال محمدؐ
نشد راست بر حسب حال محمدؐ
غلام غلامان آل محمدؐ
کہ قرآن ہے وصف خصال محمدؐ
کہ مہر نبوت ہے خال محمدؐ

یہی ورد ہے مست کا دو جہاں میں
من و دست و امان آل محمدؐ

دیگر

محبوب حق ہیں سب جو محمد کے یار ہیں
ان چار میں سے فضل خدا کے کلام سے
کیا سر ہے کہ اُن کو پیمبر نے خود کہا
کیا مرتبہ خدا نے عنایت کیا انھیں
تھے اوج عرش پہ بھی وہ مونس رسول کے
صدیق اُن کا نام رکھا خود رسول نے
قربت نبی سے تھی انھیں حال حیات میں
جنت میں بھی رفیق نبی ہیں وہ بالیقیں
دوزخ حرام اُن کو ہے بیشبہ سرفراز
کیا عزت اُن کی ہوگی کہ جن پر رسول کی
کیا عظمت اُن کی ہوگی جو مخصوص انھیں ہیں
وہ راز ہیں جو تو نہیں حرمت سے اُنکے ہم

ارکان کان فضل جو ہیں اُن میں چار ہیں
ثابت ہوا ہے جنکا سو وہ یار غار ہیں
سر خدائے پاک کے وہ راز دار ہیں
ہر حال میں جہان میں نبی پر نثار ہیں
غار زمین میں وہ نہ فقط غمگسار ہیں
لطف رسول حق سے عجب نامدار ہیں
بعد از وفات بھی بہم اُن کے مزار ہیں
مخبر جو اُس کے حضرت عصمت شعار ہیں
چشم کرم سے آپ کے جو ایکبار ہیں
پیاری نگاہیں مہر بھری بے شمار ہیں
جن کے کہ فضل خاص ہزار و ہزار ہیں
دونوں جہان میں فضل کے امیدوار ہیں

دیگر

جو مدح حضرت فاروقؓ کا خیال آیا
کمال قوت دین نبی ہوا ظاہر
طبق میں ارض زلالت کے زلزلہ آیا
حکومت اُن کی نہ مخصوص نوع اُس میں تھی
کیا ہے حب سے کہ شفقت نے انکے جاری تھا
جو حکم اُن کا ہے زمانہ تو وہ بھی زندہ ہیں
دعا جو مانگی محمد نے اُن کے ایمان کی

کمال دین نبی کا نظر جمال آیا
نبی کے دین میں جب سے وہ باکمال آیا
سر بردین پہ جو وہ شاہ باجلال آیا
کہ بر و بحر ہر اک تابع مثال آیا
نہ اُن کے حکم میں ہے اب تک اختلال آیا
وہ واقعی ہے تو یہ کس طرح محال آیا
عمر کو جذب محبت سے جوش حال آیا

اثر سے نورِ محمد کے دل ہوا پر نور — کہ جس کے سامنے خورشید مثلِ خال آیا
جبیں سے اُن کے ملا نورِ جانِ ایمان کو — قدم سے اُن کے دلِ کفر پائمال آیا
کہاں ہو کفر کو تاب اونکی تیغِ بُراں کی — کہ ظل اُن کا ہو جب دافعِ ضلال آیا
بجز فرار مفر کیا ہو اُن سے کافر کو — کہ سایہ اُن کا ہے شیطان پر وبال آیا
عرب سے تا بہ عجم اور روم سے تا شام — مسخر اُن کے اوامر کا بال بال آیا
رہے حمایتِ دینِ نبی میں وہ مشغول — کبھی نہ خطرۂ آرام جان و مال آیا

دیگر

یہ ذی النورین کی مدح و ثنا ہے — کہ وہ نورِ دو چشمِ مصطفےٰ ہے
ہوا اُس سے منور خانہ دین — سراپا نور ہے نورِ خدا ہے
عیاں ہے شکلِ نورانی سے اُس کے — کہ نورِ حق مجسّم ہو گیا ہے
ہوا تھا نور ظاہر باطن اُسکا — یہی باریک نکتہ ذی النورین کا ہے
نبی کا یار بھی ہے خویش بھی ہے — عجب تو ہو علیٰ نور بنا ہے
وہ نور صبغۃ اللہ تھا ازل سے — اُسی پہ خاتمہ اُن کا ہوا ہے
گناہوں کے ضرر سے ہے وہ مولیٰ — کہ سامانِ جیش عسرت کا کیا ہے
طفیل اُس کے ہو میری مغفرت بھی — یہ میرا مدعا یہ التجا ہے

دیگر

سخن میں میرے نہ یہ پوچھ گلابکی ہے — گلِ بہار تو لائے بو تراب کی ہے
علی کے دفتر جب میں جمع ہیں بہشتی ہیں — نہ کچھ حساب کی حاجت نہ کچھ کتاب کی ہے
علی کا عرصہ اوصاف ہے وہ بے پایاں — کہ ایک ذرّہ خبر نہ آفتاب کی ہے
سرِ رسول ہے حضرت علی کے زانو پر — نزول وحی سے کچھ حالت ایک خواب کی ہے
نماز عصر علی نے پڑھی نہیں کہ ہوا — غروب جیسے سدا عادت آفتاب کی ہے

نبی افاقہ میں آئے تو آفتاب پھرا — علی کے واسطے عزت یہ آنجناب کی ہے
ہوئے علی ہی جو کل مخلوقات کے فاتح — یہ فتح خیبر اثر ایک فتحِ باب کی ہے
کتاب حاوی شرع و طریقت اک ہو جز — سخن مدینہ علم نبی کے باب کی ہے
کتاب خلق نبی ہے جو حکمت عملی — ملا کے دیکھے تو تلخیص ایک باب کی ہے
سخن میں اس کے کہ معصوم کا ہو وہ درِ علم — نہ انتقاد کی حاجت نہ انتخاب کی ہے
خم غدیر میں ہے جو مئی ولائے علی — ہماری ہستی ہے اسکی نہ اس شراب کی ہے

دیگر

نامِ حسین شافی ہر دردمند ہے — ذکرِ حسین کافی ہر مستمند ہے
قصرِ کمال آل نبی کیا بلند ہے — جس کے کمر سے عقل کی قاصر کمند ہے
عالم کو رنج رحمتِ عالم سے غم نہو — منکر وہی ہے اس کا جو ناحق پسند ہے
یک نیزہ سر پہ خلق کے آیا ہو آفتاب — بالائے نیزہ یا وہ سرِ سربلند ہے
تن سے جدا ہے وہ سرِ سردار سروران — ہے شغل ذکرِ حق وہی اور وعظ و پند ہے
جاری ہے فیض ملک شہادت میں آشکار — حاجت روائے دلِ ہر مستمند ہے
ظاہر ہیں عجز قدرتِ باطن کا وہ کمال — کچھ اسمیں سرِّ حکمتِ حق چند در چند ہے
سرِّ طلسم حق کو سمجھتے ہیں اہلِ حق — گو عقلِ عامہ کی نظر چشم بند ہے
ہوتا ہے صبر سے جو خدا صابروں کے ساتھ — ظاہر میں گرچہ تلخ ہے باطن میں قند ہے
کیا عرصہ رہیب شہادت میں شاد کام — جولانیوں پہ آلِ نبی کا سمند ہے
نورِ خدا ہے روح مصفی ہے ان کی ذات — صدموں سے جسم کے نہ انھیں کچھ گزند ہے
ذکرِ زبان و لب پہ نہیں مجکو التفات — ذکرِ حسین اور مرا بند بند ہے

دیگر

جمع شد خاطرم ای زلف پریشانی رباب — طبع شد بی خلش ای جنبش مژگان درباب

خاطر آلیدہ ام از نہ خلیدن تنگ است
می کشد تنگ در آغوش مرا جمعیت
خوف کفر ست کہ بت ہیکشدم جانب دیر
بر دلِ عاشق خو کردہ آلام و محن
جای تنگ است کہ دریوزہ کنم از دگران
ایکہ مرگِ دل و جاں ہست فراموشیِ تو

غم زرے نیست تو ای خار بیابان در یاب
میرود تفرقہ ای فتنۂ دوران دریاب
از حریم حرم ای کعبۂ ایمان دریاب
شادی آوردہ ہجوم ای غم ہجران دریاب
بندہ خاص تو ام ای شہ جیلان دریاب
ایکہ یادِ تو بود حرز دل و جان دریاب

ایک مولود شریف حضرت کا نظم فرمایا ہوا مطبوع و مقبول انام ہے۔ رنگ تصوّف اور رنگ ردّ وہابیہ و رنگ عشق و محبّت کا مجموعہ ہے۔ اولیاء اللہ شاعری مجاز میں بھی نیت اظہار حقیقت و معرفت رکھتے ہیں خواجہ حافظ مولانا جامی وغیرہ بلکہ حضور غوث اعظم و خواجہ اکرم اور ان سے بھی متقدمین اس بنا پر حضرت نے بھی کلام مجاز کہا ہے مگر بہت کم اب وہ بھی نہیں ملتا فن شعر میں حضرت کو کسی سے تلمذ نہیں نہ اکابر کو اس کی ضرورت ہوتی ہے نہ وہ زائد تکلفات شاعری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس سبب سے بعض اوقات بعض محاورات اون شعراء کے خلاف تحریر فرماتے ہیں جو صرف فن شاعری کو اپنا مایۂ افتخار سمجھکر اُسمیں رات دن مشغول رہکر ناموری حاصل کرنا چاہتے ہیں جاہل و ناقص آدمی ایسے مقامات پر اعتراض کو تیار ہو جاتے ہیں مثنوی مولانا روم پر بہت کچھ اعتراضات کئے گئے ہیں مگر سب لغو و مہمل قصیدۂ خمریہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ پر جہال ہمیشہ سے اعتراضات کرتے ہیں علماء نے جوابات دئے ہیں۔

مکتوبات

مکتوب اوّل ۔ عرضداشت حضور اقدس بجناب ہدایت مآب برہان الواصلین
سلطان الکاملین حضرت صاحب قبلہؒ درزمانۂ ابتدائے سلوک لقادستیہ العرض
جناب قبلۃ العارفین کعبۃ الطائفین دین پناہی ظل اللہی غوثی فی النوائب غوثی
فی المصائب حضرت ابی و ربی مرشدی ومولائی دام دوامہم۔ گمراہ روسیاہ
ظلوم جہول فضل رسول چہ عرض سازد وبکدام گذارش پردازد ظاہر تباہ باطن
سیاہ استغفر اللہ نہ طاعتے نہ عبادتے نہ فکرے نہ ذکرے محکوم ہوا مبتلائے نفسانی مغلوب
وساوس شیطانی محروم از نیل مرام کاسد آغاز فاسد انجام اعمال ظاہر منحصر در ہرزہ
درآئی وبادیہ پیمائی۔ اشتغال باطنیہ مقصور در تخیلات مالیخولیائے راکب ناقہ بیمرادی
طالب غایات بے تجشم کسب مبادی فاقد اتباع قبلہ دوجہاں قاصد صعود بام
بے نردبان نعوذ باللہ من تغلیط النفس وتضلیل الشیطان لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم
المنان دین پناہا ظل اللہا اموریکہ از حضور ینبوع النور بدان مامور از شامت نفس در
امتثال آں کماینبغی باوجود سہولت سراسر قصور توفیق رفیق نیست وبخت شفیق
نیست پس درینحالات ترتب نتائج۔ وثمرات از ممتنعات عادیات ست

ہمہ شب بزاریم شد کہ صبا ندا وبوئے
ندمید صبح بختم چہ گنہہ نہم صبا را

نشویقیکہ نیست وہمہ آفات ناشی ازینجا گشت فامابو الہوسیہا کہ در سر پیچیدہ است
ہلاک میکند بارہا عازم عرض حال بحضور قبلۃ الانام شدم فامابمعائنہ سیئات اعمال
ومشاہدہ قباحات افعال انفعالے وندامتے حجابے وخجالتے پیدا گردیدہ ہربار
مانع ازیں بوالفضولیہا میشد کہ من داین بیابان مور لنگے وتخت سلیمان حالیکہ دارم
سگ وخوک ازاں فائق وگبر وترسا زانفرت ازاں لائق آہ کہ انفعال ہم کمال نیست
کہ آنہم موصل الی المرام وموجب حسن انجام میگردد وبہر حال حالاکہ چنان شکل نمودار

درصورت دوئی ظہور نمودہ ہرچند کہ در اصل قبیح فاما بوجوہ ترجیح باختیار رشش پرداختہ
و بوسیلۂ اش سامان حیازت تقیّہا و ترجیہا مہیّا ساختہ ؎

گر طمع خواہد ز من سلطان دین خاک بر فرق قناعت بعد ازین

و بتکثیر اطول داستان آرزوہائے دراز ندو کلمۂ مختصرہ ایجاز نمودہ می آید کہ توفیق
ترتب غایت بوجاہت آنحضرت باجابت مرحمت گردد ؎

از کریمان کارہا دشوار نیست

بدلائل عقلیہ کما ینبغی قدغن و کما ہو حقہ متیقن گردیدہ است کہ بے نظر صاحب نظران
ہیچ کارے بر نمی آید و بوجہے در سے نمی کشاید ؎

بی عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

او در اشتراط صلوح و استعداد ہوا دکہ سنگ راہ اکثر فلاسفہ از سداد و رشاد گردید کہ
محض نے حقیقت و ناشی از فساد فرصت چہ مفیض صور را تصرف در مادہ ہم کار یست
بس آسان و بفعل ما یشاء رحجتے ست بران و بدین بنا ہا ہدایت بارائۃ الطریق
اگر کافی نیست پس برائے صاحب نظران اعمی کہ محتاج دست گرفتن است محروم
از فوائد آن وای برحال امثال ما کوران شکستہ پا گرفتار سلاسل ضلال اسیر چاہ غی
و ضلال ہاں مگر وجہ عالی ہمتی صاحب قوتے کریمے رحیمے چون ذات جامع الحسنات
حضرت قبلہ گاہی ارشاد پناہی بے سابقۂ استحقاق محض شفقۃً علی مخلوق الخلاق
دستیاری فرماید و حبل المتین ہدایت و عروۃ الوثقی عنایت در پیوست و کم سجدہ
از قعر چاہ بکنار رجاہ و از راہ بسر منزل رفاہ رساند و درین کششہا و کوششہا فعالیکہ
از قسم حرکات اطفال مرضی وقت خوردن دوا از تلخ سر زند التفات نماید ؎
من چہ گویم چو تو میدانی عیان نام پیران طریقت گرفتہ ام محض محروم تمانم درین
سفر از خدمات بزرگے بخواندن در دوے از معمولات خاندان حضرت سید
آل حسن رسول نما قدس سرہٗ و شعر قصیدہ بردہ شعر۔

هو الحبیب الذی ترجی شفاعته
لکل هول من الاهول مقتحم

مامور شده بودم امروز که بعد اشراق بخواب رفتم تزیارت حضرت ختم المرسلین امام المتقین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم مشرف شدم وہماں شعر بحضور میخواندم ارشاد شد که یک شعر قصیده بانت سعاد از کعب ہم خوب است انرا ہم باید خواند چنانچه آں شعر بزبان مبارک گذشت از خواب که بیدار شدم مراباد ننماند لہذا عرض ساخت که بارشاد شعر ممدوح معزز گردد و اجازت قصیده شریفه بطریقیکه معمول باشد مرحمت شد ہرچند این معامله سابق ہم ازیں دو مرتبه برکت درودے که از حضور ارشاد گردیده است دست داده یک مرتبه اوّل دیدم که آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر چاه زمزم نشسته آند و من ہم نشسته آم و آب از چاه جوش نموده بالا رسیده بطرفے میرود و من بدو دست در اساله و اجرار آں مشغولم و یک مرتبه دیدم که آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجائے جلوس فرموده اند مردمان می آیند و می روند من ہم رفتم و باز آمدم و بوقت گردیدن چناں متخیل است که ہفت طواف کرده آمدم بار اوّل بر چاه زمزم لمعان رخسارهائے مبارک که بنهایت روشن بوده دیدم بنوعیکه از کمال درخشندگی نظر ہم قرار واقعی قرار نمی گرفت آنہم غنیمت است الحمد للہ الحمد للہ الحمد للہ واز توجه امید ہا بیت ہاست

دلا خوش باش کان سلطان دین را
بدرویشان و مسکینان سرے ہست

والادب

مکتوب دوہم بنام نامی حضرت مولانا عبد القادر صاحب قبله وہست برکاتہم علینا وقت عزم حرمین طیبین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً صدور فرموده بسم اللہ الرحمن الرحیم وبه نستعین وصلی اللہ تعالے علی خیر خلقه محمد وآله واصحابه اجمعین برجوردار سعادت وثار فضیلت آثار قرة العین فلاح الکبد راح القلب نزهته الخاطر مولوی عبد القادر

حققہ اللہ تعالے بالباطن والظاہر بعد دعاہا مطالعہ نمایند راحت نامہ رسید موجب سرور موفور گردید امر یکہ طلب ساختہ اند از وقت ظہور قصد شما بحج و زیارت از تہ دل میخواستم کہ بیان کنم فاما منتظر طلب شما بودم کہ دریں امور رغبت و طلب طالب زیادہ کارہا میکند الحمد للہ کہ توفیق یافتند اللہ تعالے بثمرات آنہم مستفید سازد آمین۔

جان من ہرگاہ کہ بفضلہ تعالے بر جہاز سوار شوند بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا ان ربی لغفور رحیم کتاب مستطاب کامل النصاب صحیح بخاری شریف از اول تا آخر بطور ورد ختم نمایند و طہارت جامہ و جائے نماز و وضو را ملتزم باشند و تمام اوقات روز و شب را سوا ضروریات طبعیہ مثل نوم و اکل وغیرہما و سوا ضروریات شرعیہ مثل نماز و اوراد معمولی و نوافل مستوعب قرأۃ صحیح شریف سازند گویا کہ تمام کتاب را متصلاً و رجلسہ واحدہ خواندند کہ اتصال اشتغال و رجمیع اشغال مربتی دار د برانفصال و بعد ختم بریں منوال کتاب الحج و آنچہ متعلق بزیارت است و ابوابیکہ متعلق بمکہ معظمہ و مدینہ منورہ از حالات قدس سمات سرور کائنات از مجال عبادت و معاملات عادت و سفر ہجرت و غزوات کہ در اراضی مدینہ و مکہ و مابین آن ہر دو حرم بمیان آمدہ اند و امثال ذلک را از کتاب مذکور خوب ضبط سازند و صورت حج را از احرام تا طواف رخصت علی التمام در ذہن حاضر سازند ہرگاہ کہ از میقات احرام بندند تصور سازند کہ حضرت ختم رسالت چنیں ارشاد فرمودند و احرام من فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم است ہمچنیں در لباس و تلبیہ و جمیع افعال حج فعل آنحضرت را نصب العین دارند و چوں بہ مکہ معظمہ رسند عظمت بلد را بایں نوع تصور دارند کہ مسجد بنا رنبی ابراہیم است و ازانکہ اختصاصے بمظہریت حق دارد قبلہ پسند کردہ مولد آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم و بر مکانے خاص مثل مطاف و مسعی و صفا و مروہ و غار حرا وغیرہا کہ ذکر مرور و جلوس آنحضرت در حدیث صحیح آمدہ در ہر جا آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم بہماں حال تصور نمایند

گویا کہ می بینید و در مساجد و امکنہ و آثار در راہ عرفات وغیرہا ہماں تصوّر را مستحکم دارند و ہرگاہ کہ بمدینہ منوّرہ برسند خوب عقد قلب براں راسخ دارند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم حیا موجود و مشاہدہ میکنند خصوصًا در وقت حاضری بحضور نور النور بمرتبہ یقین رسانند و ما بقی متعلق ایں بحث از طریقہ مراقبہ محمدیہ واضح خواہد شد و دیگر تراکیب معمولہ از کتب و رسائل آداب ظاہر است و معلوم آں برخوردار سعادت آثار حاجت تقریر و تحریر نیست و اینوقت از نوشتن اینقدر حروف دل باختیار نماندہ اگر خواستہ خدا است از عقب می نویسم برخوردار سعادت آثار مولوی سراج الحق را گفتہ ام کہ نقل طریقہ مراقبہ کلمہ طیّبہ و طریقہ مراقبہ محمدیہ ارسال دارند باید کہ ہر دو را در یک رسالہ بگونہ شرحے و بسطے جمع سازند کہ شاید طالبے را بکار آید و اجازت بجمیع آنچہ مذکور است دریں دو تحریر و جملہ اوراد و اذکار و اشغال و اعمال داد فاق کہ مجاز بودم ازاں از حضور حضرت قبلہ جہان و کعبہ ایمان قدسنا اللہ بسرہ المجید و نیز اجازت دادم شما را اگر قابل بیعت در سلاسل علیہ قادریہ و چشتیہ و نقشبندیہ و سہروردیہ و مداریہ بشرائط و لوازم آں اگر کسے اصرار کند اگر طالب بکتسب راغب باشد سبحان اللہ از دل و جان ہر چہ معلوم باشد بخدمت اُو عرض باید نمود تعظیم او بجا باید آورد کہ طالب خدا است و اگر از عوام باشد ہم خالی از فائدہ انسلاک در محبت محبان و محبوبان خدا نیست المرء مع من احبّ جان من قابل و لائق تحریر و تقریر اینگونہ امور نیم فاما صرف بمودی آنکہ المامور معذور در جرئت نمودم اللّٰھمّ اغفرلی و لجمیع المومنین و المومنات کتبہ الراقم الاثم فضل الرسول اکیسویں رجب سنہ بارہ سو اونا سی ہجری قدسی۔

مکتوب سوم ایضًا بنام نامی اسم گرامی حضرت مولانا صاحب ممدوح دامت برکاتہم علینا متضمن نصیحت و وصیت در باب تحمّل مصیبت و استقامت و اتباع شریعت۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم برخوردار سعادت و ثار قرۃ العین لخت جگر مولوی عبد القادر سلمہ اللہ تعالیٰ بعد دعا ہائے واضح باد جانمن اگر نظر بہ جاہ دنیا است اہتمام با سباب آں

حسب اقتضار وقت و زمان از ترک دین و ایمان و ملازمت و متابعت فاسقان و کافران کردنی ست حفظنا اللہ و ایاکم و جمیع المسلمین و اگر مقصود بایں دین و اتباع سنت سید المرسلین و رضار رب العالمین است پس بفقر و فاقہ و صبر و توکل و قناعت بطیب خاطر و کشادہ پیشانی مشغولی یاد الہی و درس و تدریس باید انداللہ تعالے لے نقطہ صلاحیکہ در حرز طبیع آں برخوردار افریدہ است اگر نشو تمام یافتہ منقوعب سراپائے شما گردید فہو المراد و آں موقوف است بر تحمل شدائد و تجرع مصائب باطیب خاطرے جمع و فرع ضیق و ضجر کہ ایں امور موجب محوہ آں نقطہ میگردند یحفظکم اللہ تعالے والدعار۔

مکتوب چہارم بنام نامی و اسم گرامی مسند نشین شرع مبین حضرت مولانا قاضی حمید الدین صاحب مرحوم قاضی مجھلی بندر بسم اللہ الرحمن الرحیم قاضی صاحب عالیمناصب فضیلت مآب معرفت آیات اکرم الاخوان قاضی حمید الدین صاحب۔ زاد اللہ محامدہم پس از سلام مسنون و دعاہائے ترقیات روز افزوں واضح باد نامہ نامی وصحیفہ گرامی در عین انتظار رسید و باعلام خیریت مزاج سامی و رسیدن بعافیت و شاد کامی خیلے مسرور و مبتہج گردانید الحمد للہ ثم الحمد للہ و تعالیٰ شانہ از ہر گونہ مکارہ محفوظ و بیاد خود داشتن یادگار و افکار معمولہ محظوظ دارد کار بندہ بندگی و خدمت است باید کہ دراں تہاون و تساہل نماید و قبول و عطا ثمرات بدست مولی است شعر

حافظ وظیفۂ تو دعا کردن است و بس
دربند آں مباش کہ نشنید و یا شنید

یاد آں برادر دینی اکثر اوقات رفیق وقت است تاثیر محبت در غیبت بسبب الم مباعدت زائد از وصلت است در التماس بانچہ گذارش نمودہ آم غایت سعی و مجاہدہ مرعی دارند و ہمیں مجاہدہ راکہ عبارت از فنا است در ذکر خدا غایت و مدعا پندارند و فقیر راہم بدعایاد فرمایاشند و از حال حدیث من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کہ استفسار نمودہ اند حالش اینکہ حدیث مذکور مرفوعا از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

روایت میکنند و مضمون حدیث شریف مفاد آیہ کریمہ و فی انفسکم افلا تبصرون است و شرح آں طولے دارد کہ در بیان نمی آید مختصر ابریں قدر تسلی باید نمود من عرف نفسہ بالحدوث عرف ربہ بالقدم و از معانی شعر

زدریائی شہادت چوں نہنگ لابرآرد رو

تیمم فرض گردد نوح را در عین طوفانش

کہ استفسار نمودہ اند مکرما ایں شعر منسوب با میر خسرو دہلوی است رحمۃ اللہ علیہ معنیش ایں کہ مراد دریار شہادت کلمہ اشہدان لا الہ الا اللہ است چوں سالک درزش نفی و اثبات بہ کمال رساند نہنگ لا کہ عبارت از فنا نفی ماسوا است گوہرمو کہ عبارت است از بقا و تجلی ذات بیارد و چوں تکمیل کمال موقوف بر سفر ثانی ست یعنی سفر از حق بسوئے خلق بعد سفر از خلق بسوئے حق نوح را کہ عبارت از سالک است تیمم یعنی قصد نجاک بغیر توجہ بخلق ضروری است و وقوف دراں مقام و عدم تنزل ازاں نقصان است کما ہو مقرر عندہم والسلام خیر ختام

مکتوب پنجم فرمان عالیشان کہ بنام نامی جناب نواب محمد ضیاء الدین خانصاحب ادام اللہ تعالیٰ افیوضہم شرف صدور ارزانی فرمود اعزی واحبی روحی روحی نواب ضیاء الدین خاں عاملہ اللہ تعالیٰ باسمہ الرحمٰن بعد سلام مسنون و دعا ہار ترقیات روز افزوں و شوق از حد بیروں واضح باد رراحت نامہ رسید مضمونش حالی گردید از اہتمام بعبادات و ریاضات خیلے سرور و ابتہاج رونمود اللہم زد و بارک اللہم زد و بارک اللہم زد و بارک از شرائط و واجبات ایں راہ است کہ از مجالس ملاہی و مجامع رقص و سماع رواجی احتراز کلی بر خود لازم گیرند مروت و پاس خاطر و اطاعت کسے را دریں باب دخل ندہند و از آزردگی اقربا و امرا اصلا نہ ترسند و ارادہ توبہ افاغنہ عمدہ و یہ کہ رقم نمودہ اند بسیار امر مرغوب است موافق معمول بعمل آرند و اجازت دادم در تخصیص بلکہ عموم مجاز گردانیدم ہر کہ دست انابت بسوئے شما دراز کند رد نسازند و داخل طریقہ نمایند و

آنچہ تعلیم نمودہ اند تعلیم کنند وحال فقیر این است ہر چند صحت بتمام وافاقت بالتمام حاصل نیست فاما نسبت سابق تخفیف بسیار است الحمد للہ علیٰ ذالک والدعاء۔

مکتوب بست وششم ایضاً بنام مبارک جناب نواب صاحب ممدوح مدظلہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم روحی وروحی اجبی ومجبی اعزاز جان نواب محمد ضیاء الدین خان عاملہ اللہ تعالےٰ باسمہ الرحمٰن بعد سلام مسنون وشوق از حد بیرون ودعاہائے ترقیات روز افزوں واضح باد راست نامہ مورخہ ۱۴ ماہ مبارک رسید موجب کمال سرور وانبساط گردید ظاہراً مجاہدہ وریاضت آں سراپا صداقت بموجب قاعدۂ مجربہ ارباب طریقت مقرون ببرکت واجابت است کہ بعد فراغ از اشغال بازہماں شوق در اشتغال است وکلال واضمحلال راہ نیافتہ الحمد للہ اللہم زد وبارک وتمم بالخیر نیت اعتکافات کہ نمودہ اند ضرور بعمل آرند واسماء حسنی اگر موافق اعداد اسما گنجائش ندارد ہر اسم را نود ونہ بار با حرف ندا خواندہ باشند لااقل بعد ہر نماز یازدہ یازدہ بار وورد اسماء حسنی در اعتکافات موجب ترقی برکات وحفظ از آفات است کہ دریں اوقات متحمل مباشرد اسم چہل دیگر یعنی یاغیاثی عندکل کربتہ در خمسہ ششم باید خواند معمول ہمیں است وتبدیل مکان مناسب کہ فقیر قصد تحریر مدینا باب داشت الحمد للہ کہ خود متصدی شدند واز احیاء لیالی ماہ شریف وذکر محافل الانوار خیلے خوشی وخورمی رونمود ہمیشہ ملتزم آں باشند نزد فقیر انہمہ اثر برکت اعتکافی است کہ در جوار مزار فائض الانوار غوثنا فی النوائب عوننا فی المصائب دین پناہ ظل اللہ حضرت ابی وربی قدس اللہ سرہ العزیز نمودہ اند عمل دوازدہ محفل خیلے محبوب و مرغوب مزاج اقدس بودہ است وامرے مکمل ومتمم طریق اخلاص میگارم اگر براں مداومت خواہند نمود انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ تر متمتع ومنتفع خواہند شد واں نیست کہ کتاب فتوح الغیب مقولات برکات حضرت جناب غوث الثقلین قطب الکونین مولانا شیخ عبد القادر جیلانی قدسنا اللہ بسرہ الرحمانی جمع کردۂ حضرت مولانا سید ابو الفرح موسیٰ قدس سرہ خلف الصدق حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہما قدس اللہ سرہما است وشیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ترجمہ آں بزبان فارسی نمودہ اند در کتب خانہ حضرت محی الدولہ بہادر

مرحوم مغفور دیده بودم وغالب نزد دیگر حضرات هم باشد تلاش نموده از انجا خوانند ودائماً درنظر دارند واگر احیاناً در انجا دستیاب نشوند بنگارند که از جناب فقیر بسیم که اشتغال خواندن ایں کتاب مستطاب باحضور قلب کم از اعتکافات نیست وهر روز جمعه بعد نماز اشراق ختم قرآن شریف باجتماع چندکس نموده هدیه به روح مقدس جناب حضرت صاحب قبله کونین وکعبه دارین قدس الله سره العزیز نموده باشند وچند بار دیگر هم وقت شروع نویسانیدن خط منظور بود خاما اینجا که رسیدم دل باختیار نماند مصرعه ایں زمان بگذار تا وقت دگر + والدعا ہمه خورد وکلاں نام بنام سلام ودعا خواهند راقم فضل رسول ۷ ھر ربیع الاول شریف۔

مکتوب ہفتم ایضاً بنام نامی منظمی مکرمی نواب محمد ضیاء الدین خانصاحب دام فیضہم۔

بسم الله الرحمن الرحیم اعزی احبی روحی وروحی اعزا ازجاں نواب محمد ضیاء الدین خاں عامله الله تعالی باهمه الرحمان پس از سلام مسنون ودعائی ترقیات روزافزوں واضح باد رحمت نامه رسید موجب کمال سرور وابتهاج گردید الحمد لله که از خیر منظور درود وظهور فرمود یعنی شوق زیارت حرمین شریفین در دل جوش نمود قبول فرماید مصرعه

در کار خیر حاجت ہیچ استخاره نیست

الله تعالی بحسنات وسعادات مستعد نمود مع الخیر والظفر باز ملاقات دلبستگان ومشتاقان نصیب گرداند آمین آمین آمین واز ماه معینه سوانگی از حیدرآباد اطلاع دهند که قبل ازاں چیزے از اوراد وآداب زیارت حرمین شریفین والمکنه متبرکه انجا نویسانیده فرستاده آید وهرچند برائے ادائے فریضه میروند تاهم رضائے وارضائے حضرت والده ماجده خود مقدم دانند وخوشنود ساخته رخصت شوند وبرائے دیگر اہل وعیال که طمانینت مصارف ایشاں کافی است امّا معامله والده امرے دیگر است اعزا قبل از سفر از سہ اہل معرفت عفو وسماح سازند وشما که بفضله تعالی از کسے کدورتے در دل ندارید خاما کسانیکه از شما کدورتے داشته باشند بسبب یا بلاسبب اہتمام عفو وسماح ازاں صاحبان زیاده تر باید نمود ودر علم شما اگر از دست وزبان بکسے رنجے رسیده دست تلمف گردیده باشد طلب عفو ازاں کساں واجب دریں کار پاس ننگ وعار نباید شد

یعنی از خدمت گاران ہم بحاجت والتجا نمودہ عفو خواہند و راضی نمایند و وقت سفر با تنفسے جدال و تکرار نسازند و با رفیق کہ ہمراہ باشد زیادہ تر حفظ آں منظور نظر دارند و بر خادم تحکم و تحجر نسازند و عادت تکبر ہندوستان را ترک سازند و نشستت و برخاست و سائر معاملات تفوق نجویند و خود را در ہر قافلہ بحر و بر از ہمہ حجاج کمتر شمارند و خادم خود را مثل مخدوم دارند و خدمت ضعفا و مساکین ہر چہ ممکن باشد از دست خود نمایند این عمل اثر عجیب دارد کہ خلوات و اعتکافات در جنب آں چیزے نیست۔ مصرعہ

ذوق این می نشناسی بخدا تا نچشی

و از خادم و غیراں اگر قصورے سر زند اعراض و اغماض نمایند و ہرگز بسر مطالبہ نیایند و وقت رسیدن بمبئی از برادرم شیخ چاند محمد صاحب کہ مرد باخدا یگانہ در صدق و صفا و اخلاص دہ فا اند ملاقات سازند تقرر مرکب وغیرہ ہر کار کہ باں حاجت خواہد شد بخوبی انجام خواہند نمود و از وقت سواری مرکب تا رسیدن بخانہ کعبہ ہر وقت کعبہ شریفہ را پیش نظر خود داشتہ تصور کنند کہ بزیارت خانۂ خدا میروم و ہرگاہ بحرم محترم رسند خیال خانہ را گذاشتہ متوجہ۔ بسوئے صاحب خانہ شوند و خیال کنند کہ ہر خانہ را صاحب خانہ می باشد خانہ کہ بزرگ ترین خانہا ست صاحب این خانہ صاحب عظمت و جلالت حقیقی ست ہمہ توجہ دل بسوئے او منحصر باید داشت و نفی و اثبات و پاس انفاس زیادہ از عادت معہودہ بعمل آرند و از کثرت صحبت و اختلاط مردمان حذر دارند و اگر میسر شود کلام شے ضرورت نسازند و در غار حرا شریف و ثور شریف حاضر شدہ ہر قدر زمانے کہ میسر آید بنیت اعتکاف نشستہ ہمہ اوراد شبانہ روز یکبار در ہر یک از دو مکان والا شان بجا آرند و ہرگاہ از مکہ معظمہ روانہ مدینہ منورہ شوند ہر وقت خود را متوجہ حرم محترم مدینہ طیبہ دارند و ہرگاہ کہ از حرم محترم انجا فائز شوند متوجہ بروح احمدیہ و حقیقت محمدیہ شوند و شغل اللہم صل علی محمد و آلہ بیش از بیش در انجا نمایند بطوریکہ معلوم و معمول ہست و عمدہ ترین

اسباب حصول برکات حرمین ادب و تعظیم و تکریم حرمین محترمین و ہمہ چیز ہا کہ نسبتی
بآن حرمین معظمین دارند از انسان و حیوان و نباتات و معدن و قلت کلام با مردمان
خصوصاً کلام دنیا و از حکایات و شکایات احتراز کلی نمایند و مقدم توجہ نجد او رسول
مانند کلام دنیا ضروری و کلام دینی با اہل دین ممنوع نیست مگر آنہم بقدر حاجت و از زیارت
آثار متبرکہ آنجا مثل قبا و احد وغیرہ کہ معلوم سکنہ آنجاست محروم نمانند و اگر در
رفتن یا آمدن ممکن باشد بوقت رسیدن قافلہ در رابغ بر سواری تغلہ تیز رو
کہ در آنجا بسیار بہم میرسد و معرفت جمال کسے راہمراہ گرفتہ ضرور مشرف
زیارت شہداء بدر رضی اللہ تعالے عنہم و لتشرف باں زمین مقدس حاصل سازند
و اگر کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب یا تاریخ سمنودی درین سفر ہمراہ دارند
و گاہ گاہ اینرا مطالعہ کنند خوب است والدعاء۔

مکتوب ہشتم در تعزیت وفات شریف حضرت سید محمد حسن صاحب البوالعلائی
قدس سرہٗ بنام مستحکم جنگ بہادر کہ از اجل مریدان سید صاحب موصوف اند و
در حسن اخلاق و محبت دین معروف اند بسم اللہ الرحمن الرحیم اعز و اکرم کریم الشیم ہمہ
لطف و تمام کرم نواب مستحکم جنگ بہادر دام مزیدہم بعد سلام مسنون و دعائے
ترقیات روز افزوں واضح باد خبر ارتحال عارف کامل و اصل اکمل وحید عصر حمید
دہر حضرت بابرکت سید محمد حسن صاحب قدس سرہٗ دریافت گردید غایت الم
بقلوب مخلصان رسید اگرچہ موت در حق الیشان نعمت است کہ وصل حبیب بحبیبا
کمال پزیرفتہ فاما ملتمسان فیوض و مشتاقان انوار را البتہ محل تاسف است بحسب
ظاہر لیکن قوت افاضہ ارواح کاملہ پس از مفارقت بدن ترقی می یابد طلب و توجہ
مستفیدان بالاترا ز صحبت فائدہ میدہد در تمام آں بلدہ متقیے را مماثل حضرت مغفور
ندیدم از دو سہ روز کہ ذکر و فکر برآوردن تاریخ وفات حضرت موصوف از
کدام آیت کریمہ در مدرسہ قادریہ عیاں بود دیدہ و رویدم اندرون قبر لطیفے بر
فرش مکلف شاداں و فرحاں نشستہ ہمینکہ قریب رسیدم حسب عادت کریمہ

باستقبال شتافتہ مصافحہ نمودہ بر فرش نشانیدند و طعام طلب نمودند چند قعب سکلف باسر پوش پیش نمودند چوں سر پوش برداشتہ شد تو محض بود پرسیدم ایں از کجاست در جواب آیہ کریمہ اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء وھو القوی العزیز خواندند چوں بیدار شدم بدل خطور کرد کہ اگر اعداد حروف ایں آیہ کریمہ موافق سال وفات حضرت ممدوح بر آید کرامت آں حضرت باشد ہر گاہ حساب کردہ شد بر آمد اطلاع ایں حال باں خجستہ خصال کہ از محبان آں مقبول بارگاہ ذوالجلال اند مناسب دانستم والسلام خیر ختام فقط

مکتوب ۸۳ بنام حکیم ولایت علیخاں صاحب مقیم گوالیار بعد القاب و خیریت حق تعالٰے بانچہ شاید محفوظ و از انچہ نباید محفوظ دارد آمین ورود درود شریف مفتاح خزائن دارین است۔ ہر قدر کہ توانند بر خود لازم دانند اما وقت ورود درود شریف از خیالات دور مانند حتی کہ خوانندہ خود را و خودی را اصلا خیال نہ نماید و تصور فنا و فانی شدن خود ہم نہ نماید۔ دعائے حزب البحر می رسد ہفت روز لا اقل سہ روز روزہ دارند و افطار از شیر و برنج نمایند و بعد نماز اشراق غسل نمودہ یک پارچہ از ارسفید غیر مستعمل بر بدن پیچیدہ در خلوت ایک دوگانہ بہ نیت ایصال ثوابش بروح حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی قدس سرہ و جملہ شیوخ طریقت تا حضرت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تمام اولیاء امت محمدیہ علی سیدنا الصلوۃ والسلام خوانند در ہر رکعت بعد فاتحہ آیۃ الکرسی یکبار سورہ اخلاص سہ بار و بعد فراغ ازیں دوگانہ بر مصلائے نشستہ حزب البحر بخوانند بایں طریق اول مرتبہ از افتتاح شروع نمایند تا آخر دعا و اختتام بخوانند بعد ازاں نفس دعا بے افتتاح سی مرتبہ بخوانند و در مرتبہ سی ام اختتام ہم بعد دعا بخوانند۔ بعد ازاں دوگانہ بہ نیت قضاء حاجت بخوانند در ہر رکعت بعد فاتحہ سورہ اخلاص بست و یکبار و اگر ممکن باشد تمام آں روز و روزہائے دیگر را ہم در خلوت گزارند و اگر صورت نہ بندد و سورہ کافرون و سورہ بقرہ سورہ اخلاص و سورہ فلق و سورہ ناس بخوانند و بر سر ہر سورہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بخوانند و برخاستہ بسم اللہ الرحمن الرحیم و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم سہ بار خوانند

پارچہ معمولی بہ پوشند و بجا ہائے حاجت و ضرورت بروند و ہر قدر کہ قلت در صحبت خلق ممکن باشد اختیار نمایند ہمیں طور سہ روز یا ہفت روز عمل نمایند و در اثنائے اوقات بورد اللہ الصمد بے قید عدد و طہارت مشغول باشند و بعد از سہ روز یا ہفت روز دعا مذکور سہ مرتبہ قبل نماز فجر اگر سہ مت دہد ورنہ بعد نماز فجر و سہ مرتبہ بعد نماز مغرب بہماں طریق بخوانند یعنی اوّل شروع بکلمہ تنبیہ از افتتاح نمودہ شود و بعد ازاں سہ مرتبہ نفس دعا بخوانند دو مرتبہ اختتام ہم بعد دعا ختم نمودہ بخوانند و یک مرتبہ بعد نماز ظہر و یک مرتبہ بعد نماز عشا خواندہ باشند اللہ تعالےٰ از کرم خویش در لوازین فضل خواہد فرمود۔

شغل مراقبہ حقیقت محمدیہ

اما بعد از شغل مراقبہ حقیقت محمدیہ پرسیدہ اند انچہ از عارفان محققین منقول است مختصراً بایدشنید و صحباد کہ چنانچہ ایمان ظاہر موقوف بر دو جزو است یعنی توحید و رسالت ہمچنیں ایمان باطن بے تحقیق و تحقیق بہ ہر دو جزو تمام نمیشود۔ طالب حقیقت مدار مشق ہر دو جزو لابد است وقناعت بر توحید صرف نقصان است کہ عرفان مرتب بہ مشق اوّل بعض غیر مسلمان را ہم دست مید ہد و مشق بعض آثار مراقبہ حقیقت محمدی را طرق بسیار است سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ از ابن ابوہالہ برائے تعلق آموختہ اند یاد نمودہ و معنی آں فہمیدہ و خلوت نشستہ بعد ادائے دوگانہ نفل دہدیہ آں بروح پر فتوح حضرت خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم شروع در قراءۃ حلیہ کند باین طریق کہ چشم بند کردہ یک جملہ با تصور معنی خواندہ بگویند صلی اللہ علیہ وسلم یازدہ بار و نیز بعض بخطاب بانز و وصفے کہ دراں جملہ است پیش چشم خود خیال کنند کہ صورت بگیرد باز چشم کشادہ بند نمایند و جملہ دویم چشم بند نمودہ با تصور معنی خواندہ گویند صلی اللہ علیہ وسلم یازدہ بار بہ ہماں خیال بہ ہمیں طور تا آخر رسانند اگر خدائے تعالےٰ توفیق دہد یک اربعین اعتکاف نمایند بشرائط معمولہ و بعد نماز فرض و سنن و نوافل و اوراد معمولہ و خواب ضروری وقت را

ہاچنیں دو حصّہ سازند حصّہ اوّل در شغل نفی و اثبات بطرق معلومہ کہ جداگانہ مسطور و حصّہ دوم در شغل حقیقت محمدی بطریقیکہ مذکور شد و اگر قوت اعتکاف چہل روزہ نباشد خواہ مانع دیگر باشد از اداء حقوق وغیرہ بیست و یک روز الاقل

یازدہ روز و بعد فراغت از اعتکاف تصوّرات یک یک جزرا کہ جداگانہ می کردند مجموعاً تصوّر نمایند یعنی ہر قدر زمان کہ توانند در خلوت نشستہ حلیہ مبارک را متصلاً بلا فاصلہ بخوانند دبہر جملہ کہ بگذرند تصوّر معنی بدل و تمثل بچشم کردہ بعد تمام حلیہ سر بجیب مراقبہ بردہ تمام شکل مبارک را متصف بہماں صفات مقدسہ یک مرتبہ پیش روی خود متمثل خیال کنند بار دوم ہمیں طور ہر قدر کہ حضوری و شوق دست دہد تعین عدد در کار نیست اگر اعتکاف بالکل میسر نہ باشد بے اعتکاف ہم شروع نمایند اجازت است بالجملہ بعد این شغل مذکور و فراغت از اعتکاف مذکور اعتکاف دیگر کہ ان ہم اقل از یازدہ روز نہ باشد مشغول شوند باین طریق کہ بخوانند اللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ و چشم بند دارند و خیال کنند کہ مقام کنز مخفی است و بر لفظ پاک محمّد چشم بکشایند و تصوّر کنند کہ ظہور اوّل است و بر لفظ و آلہٖ خیال کنند کہ تمام عالم تفصیل ہماں ظہور است و آنچہ در اعتکاف شغل حلیہ مذکور است ہمہ آن امور مرعی دارند بعد اعتکاف ہمتہ در خلوت نشستہ شغل مذکور برابر چشم بند نمودہ سازند و در جلوت چشم کشادہ بہماں طور مشغول باشند۔ مجاہدہ شرط است والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا بے مجاہدہ راہی نہ می کشاید مگر بطریق خرق عادت و آں امر دیگر است خارج از لازمہ طلب مرتبہ سوم کہ منتہی مجاہدہ اہل تجربہ است آں شغل روح مظہر آں حضرت مظہر اللہ اکبر است در عالم برزخ بے مداخلت ہیات و اشکال جسمانی و بے ذکر زبانی و انیند اعتکاف بدستور ضرور بہ ضرورت بے اعتکاف ہم اجازت است مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ۔ یاد و خیال محبوب بہر حال کہ میسر آید غنیمت است و مشق این چناں ارشاد کردہ اند کہ در خلوت بہ شرائط نشستہ پشت بہ قبلہ خیال کنند کہ بہ مواجہ مزار فائض الانوار نشستہ ام و آں مزار جسم تمام عالم امکان است و چنانکہ تمیز کند در خود کہ

جسمے دارد و جانے دارد و در مردہ کہ جسم باقی است و جان نہ دارد ہمچناں مزار مقدس اکمل البدکل
کائنات عالم تصور کنند و جان تمام عالم آنچہ ہست و تمام عالم بآں زندہ اں روح محمدی صلی اللہ
علیہ وسلم است تا انکہ او تعالےٰ بہ طفیل محبوب پاک خود از تصویر و تصور بہ تحقیق و تحقق رساند و
ہمین است معنی رسالۃ و نبوۃ در طریقہ و مراد ما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین و سر توحید صرف کہ
از مجاہدہ مشق نفی و اثبات حاصل نبود ہرگاہ کہ بایں تحقیق منضم گردد آں زمان ایمان حقیقی
بدست آید و حق محض کہ صلا شیطان را دراں مداخلت نباشد و قبل ازاں در ہمہ
مقامات توحید ایں خصوصیتی نیست نیز گفتہ اند کہ مشق اول گو بانجام رسد لازم نیست کہ بہ
ثمرہ مشق ثانی رساند و مشق ثانی بہ ہرگاہ کہ بہ کمال رسد بہ ثمرہ مشق اول رساند مگر
طریق سلوک ہماں است کہ معلوم و مروج است قدہوما قدہ اللہ نیز از مجربات حکمائے
ایمانی است کہ در زمان سابق بسبب حکومت اسلام و قلت فسق و فجور و قوت قرب
عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہور برکت ایں ریاضت لبغایت بود حالا در ایں بلداں
مثل سابق نمایاں نیست فقیر راقم الحروف واقف است از احوال آں شخصے کہ موافق
ارشاد مرشد خود کہ محقق و حکیم بود حامی مجاہدہ بیسکرد چوں نوبت ایں مجاہدہ رسید
ترقی کجا آنچہ داشت ازاں ہم خالی ماند و جنون و وحشت بہم رسانید مرشدش فرمودہ کہ
چوں دل یکسر متوجہ شئے جدید گردید آنچہ از پیش داشت ذہول گشت در ایں ممالک
کہ در قبضہ مشرکان است و شرک و کفر و فسق شایع مطلوب و کمال مقصود بسبب
احاطہ ظلمات حاصل نہ شد کہ ایں راہم دخلی است چنانکہ حضور سید کائنات علیہ
افضل الصلوات در بعضی غزوات بدریافت انکہ در ایں مکان عذاب خدا نازل
شدہ کوچ فرمودند و حکم انداختن آب کہ در مشکہا پر کردہ بودند و آرد کہ بان خمیر
کردہ بودند نمودند اگر قصد مدینہ منورہ نماہی مناسب می نمایداں فقیر فوراً بغیر اسباب
و ساماں روانہ شد و حصل ما حصل

اولاد

حضرت اقدس کی شادی جناب قاضی مولوی امام بخش صاحب مرحوم
کی دختر سے ہوئی تھی قاضی صاحب بدایوں کے شرفا میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے
تھے نسباً صدیقی تھے ہمیشہ عہدہ ہائے جلیلہ پر مامور رہے۔

ایک صاحبزادی جن کی شادی حضرت مولانا حکیم سراج الحق صاحب کیساتھ
ہوئی اور جن کے بطن سے جناب مولانا منیر الحق پیدا ہوئے اور دو صاحبزادہ حضرت
مولانا محی الدین مظہر محمود صاحب اور حضرت مولانا عبدالقادر مظہر حق صاحب حضرت
اقدس کی اولاد امجاد سے آپ کی یادگار رہے

امام العلماء مقدام الفضلا حضرت مولانا شاہ مظہر محمود محمد محی الدین القادری
قدس سرہ صفر المظفر کی سترھویں تاریخ ۱۲۳۳ھ قدسی میں آپ پیدا ہوئے مظہر محمود
تاریخی نام قرار پایا بچپن سے کمال بزرگی کے آثار چہرہ سے نمایاں تھے۔ تھوڑی سی
عمر میں علمی خزائن کو حسن تحقیق کے ساتھ اپنے تصرف میں کرلیا معقول و منقول کو
بزرگ والد نے پیار بھری نگاہوں کے ساتھ اس انداز سے پڑھایا کہ تمام امثال و
اقران پر فائق ہوگئے۔ بزرگ نام کی بزرگ نسبت نے بھی اپنا رنگ دکھایا احیائے
سنت پر کمر ہمت باندھی طائفہ وہابیہ کی جان پر آپ کے قلم حق رقم سے چمک چمک کر
بجلیاں گرانا شروع کیں۔ ایک طرف آپ کے دست شفا نے آب بقا کے جوہر دکھائی
فن طب کی طرف طبیعت کا زیادہ رجحان تھا۔ مریضوں کا ہجوم آپ کے باب کرم پر
ہر وقت نظر آتا۔ آپ نہایت خندہ پیشانی اور شگفتہ مزاجی سے یکساں دلجوئی علاج فرماتے
جود و عطا خلق و حیا نے آپ کے اوصاف حمیدہ میں اور بھی چار چاند لگا دئے۔
خدائے پاک کو تھوڑے دن اس پاک ذات کو دنیا میں رکھنا تھا اس وجہ سے ہزاروں
خوبیاں ہزاروں اوصاف آپ کی ہستی میں جمع کردئے تھے۔ جوانی میں مراتب باطنی

اور مدارج روحانی بھی شباب پر پہونچے ہوئے تھے بزرگ و مقدس واداکے ہاتھ میں
ہاتھ دیکر شیخ کی خدارس نگاہوں کے سہارے منزل قرب کا طواف ہر وقت میسر تھا
بیس برس تک جدامجد کی حضوری میں رہکر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی
مجلس کی حضوری کے مزے اڑائے۔ زہد و اتقا کی شان چہرہ سے چمک چمک کر نمایاں
ہونے لگی غرض یہ کہ آپ کی ذات تھوڑی ہی عمر میں مستجمع صفات تھی درس و تدریس
کا شغل تصنیف و تالیف کا شوق عبادت و ریاضت کا کمال و طب و حکمت کا اشتیاق
سب ہی کچھ تھا۔ طب میں قانون بوعلی سینا کا حاشیہ بکمال تحقیق متقدمین کی
شرحوں سے ملخص کر کے اس خوبی سے لکھا کہ قانون کے تمام مشکل مسائل حل کر دئے
اسی طرح میرزاہد رسالہ کا حاشیہ لکھکر اپنی معقولی شان کا اظہار فرمایا ہی۔ مولوی
سراج احمد سہسوانی جو آپ کے ہی گھرانے کے خوشہ چین تھے اور بعد کو وہابی
غیر مقلد ہو کر مناظرہ کے میدان میں آئے اور سراج الایمان رسالہ لکھکر نجدیت کی
تائید کی آپ نے رسالہ شمس الایمان میں ساری قلعی کھولدی اور یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ
شمس الایمان کی حق نما شعاعوں سے بالکل بے نور ہو کر رہگیا۔ اگر اجل کچھ اور مہلت
دیتی تو خدا معلوم کیا کیا علمی نشوونما آپ سے ہوتی مگر مصداق لایستقدمون ساعتہ و
لایستاخرون۔ وعدہ کم نہ زیادہ ابھی عالم شباب ہی تھا کہ عین موسم بہار میں
صرصر خزاں کا جھونکا آیا یعنی آپ نے بڑے ماموں مولوی غلام حیدر صاحب کی
ملاقات کا قصد فرمایا۔ جو ان دنوں سہارنپور میں تحصیلدار تھے۔ وہاں جاکر یکبایک
آپ سخت بیمار ہو گئے پیغام قضا و قدر نے اتنی مہلت ندی کہ مکان واپس تشریف
لاتے سہارنپور ہی میں ۷ ذیقعدہ ۱۲۶۲ھ راہی خلد بریں ہوئے ستائیس سال آٹھ ماہ
بائیس روز تک اس فانی گلشن عالم کی سیر فرمائی۔ مزار مبارک آپ کا روضہ مقدسہ
حضرت سیدنا شاہ نور قدس سرہٗ قادری (جو حضرت محی الدین عالمگیر خلد مکانی
کے زمانہ کے بزرگ اور حضور غوث پاک کی اولاد امجاد سے ہیں) میں جانب شمالی
واقعہ ہے۔ یہ آستانہ آبادی سہارنپور سے جانب غرب ہے اندرون احاطہ دو مزار پاس

ایک قبر جو جانب شرق ہے وہ آپ کے جد مادری قاضی امام بخش صاحب مرحوم کی ہے دوسری قبر شریف آپ کی ہے۔ احاطہ مذکور کی شرقی دیوار کے نیچے بداوں کے ایک اور شخص مولوی ابو محمد صاحب مرحوم تحصیلدار کی قبر ہے۔ مقبرہ متبرکہ کے دروازہ پر یہ فقرہ تاریخی کندہ ہے۔ مدفن المولی الاجل محی الدین الحنفی القادری المجیدی البدایونی اسکنہ الالہ الجنتہ ۱۲۷۰ھ آپ کے تلامذہ میں منجملہ شرفا شہر کے قاضی محمد منذر اللہ ولد قاضی محمد منظر اللہ مرحوم و قاضی محمد حسین مرحوم اور رؤسا قاضی محلہ میر صفدر علی ولد میر حیدر علی مرحوم ساکن محلہ چاہ میر و قاضی قمر الاسلام ولد قاضی عبد السلام مرحوم محلہ کوچہ عباسیان مولوی سراج الحق ولد قاضی صفی اللہ مرحوم و شاہ احسان اللہ عیاں مرحوم وغیرہ ہیں

مولانا الحاج جناب مولوی حافظ مرید جیلانی صاحب مرحوم آپ صاحبزادہ حضرت مولانا محی الدین قدس سرہٗ کے ہیں ۹ ار شعبان ۱۲۶۴ھ میں پیدا ہوئے مظہر احسن نام تاریخی رکھا گیا صرف چھ برس کی عمر ہوئی تھی کہ والد کا سایہ سر سے اوٹھگیا لیکن بزرگ دادا کے سراپا شفقت آغوش میں رہکر والد ماجد کی یاد کو بھول گئے ناز و نعم میں پرورش پائی پیار و محبت کے ساتھ تعلیم دی گئی حضرت استاذ الاساتذہ مولانا نور احمد صاحب قدس سرہٗ اور حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ کی تربیت میں تحصیل و تکمیل علوم کی فن طب کی طرف زیادہ طبیعت مائل رہی۔ آپ کے حسن اخلاق اور وسعت ہمت نے آپ کے حلقہ احباب کو وسیع کر دیا تھا۔ روپیہ پیسہ کی آپ کی نظر میں کوئی حقیقت نہ تھی شرف بیعت اپنے مقدس دادا سے حاصل تھا حرمین شریفین کی زیارت سے بھی مشرف ہو چکے تھے۔ اپنے والد کی طرح آپ بھی عین عالم شباب میں ۸ ربیع الثانی ۱۲۹۷ھ راہی عالم بقا ہوئے ایک فرزند اور ایک دختر اپنی یادگار چھوڑ ے ایک شادی خاندان میں دوسری شادی محلہ شیخ پٹی بداوں میں قاضی جمیل الدین صاحب وکیل ایٹہ کی ہمشیر کے ساتھ ہوئی جو ہنوز بقید حیات ہیں۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت شہید مرحوم مولانا حکیم عبد القیوم نور اللہ مرقدہٗ تھے لڑکی کی شادی قاضی بشیر الاسلام صاحب عباسی قاضی ریاست رامپور کے ساتھ ہوئی۔

قاسم نورِ ہدایت قاصم ظہرِ ضلالت مجمع العلوم والفہوم حضرت مولانا الحاج الحکیم شاہ محمد عبد القیوم
الشہید مرحوم قدس سرہٗ ۔ آپ صاحبزادہ جناب مولوی حافظ مرید جیلانی صاحب
کے ہیں ولادت باسعادت ماہ عید الفطر ۱۲۸۳ھ میں ہوئی آپ کے فرجد امجد حضرت
سیف اللہ المسلول نے آپکا نام محمد عبد القیوم تجویز فرمایا۔ اور ذاکر رسول اللہ نام تاریخی
قرار پایا۔ سچ فرمایا گیا ہے الاسماء تنزل من السماء۔ ذکر حضرت خاتم رسالت شفیع امت نبی رحمت
علیہ الصلوٰۃ والتحیت نام پاک کی برکت سے آپکا خمیر طینت اور جزو روح بن گیا تھا۔
والد ماجد کی رحلت کے بعد بچپن ہی سے حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ کے آغوش
شفقت میں تربیت پائی۔ پیار و محبت کے انداز رحمت و رافت کی نگاہوں نے علم و
فضل کا برقی اثر رگ و پے میں ساری کر دیا۔ تھوڑی سی عمر میں بالاستیعاب بکمال
تحقیق و تدقیق جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ صرف و نحو۔ معانی و ادب۔ فقہ۔ اصول تفسیر
حدیث عقائد کلام منطق فلسفہ۔ ریاضی وغیرہ حضرت تاج الفحول رح سے حاصل کر لئے۔
اُس کے بعد طب کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوئے اولاً حضرت مولانا حکیم سراج الحق
صاحب قدس سرہٗ سے علماً و عملاً اس فن شریف کو حاصل کیا پھر دہلی جاکر جناب حاذق الملک
ابو سعید حکیم عبد المجید خانصاحب مرحوم سے بہ نہایت غور و تامل تحقیق و تدقیق فرمائی
جناب حکیم محمود خانصاحب نے آپ کی ذکاوت و ذہانت دیکھکر اور یہ سنکر کہ جناب
مولانا حکیم سراج الحق صاحب کے تعلیم یافتہ حاذق الملک سے سند طب حاصل
کرنے کو آئے ہیں۔ نہایت فرحت و انبساط کے ساتھ سند تکمیل پر دستخط فرمائے
تھوڑی سی عمر میں رب العزت نے وہ دستِ شفا اور ذہن صحیح التشخیص اور فکر رسا عطا
فرمائی تھی کہ امراض مزمنہ عسیرۃ العلاج ذرا سی توجہ سے قلیل مدت میں یکلخت
زائل ہو جاتے تھے ۔ بڑے بڑے اطبا آپکی خدا داد طبی قابلیت پر رشک کرتے تھے
محض خدا کی قدرت ہی قدرت تھی کہ اس درجہ شہرت اس فن خاص میں آپ کو
حاصل ہوئی کہ ہندوستان بھر کے مایوس العلاج بیماروں کی تمنائیں آپ کی دولت سرا
کا طواف کرنے لگیں ۔ علم کلام میں توغل خاص تو میراث خاندانی تھا بالخصوص

فرقہ وہابیہ کے رد کی طرف پوری توجہ مبذول تھی۔ تحریریں درجہ پرزور اور موثر کہ مخالف
ہیبت کلام سے دم بخود ہو جائیں لطافت فصاحت نزاکت بلاغت اور سلاست عبارت
اس پر شان ارتفاع کلام وحسن نظام ہر ہر فقرہ سے آشکار تھی اس کے ساتھ ہی شوخی و رنگینی
سونے پر سہاگہ کا مصداق تھی سیر و مغازی حضرات اصحاب کرام کے بعض حصص کا
وہ نفیس اور پر لطف ترجمہ کیا کہ جان فصاحت قربان ہونے لگی تحفہ حنفیہ جو صرف
آپ کی تحریک سے زیر انتظام مولوی قاضی عبد الوحید صاحب مرحوم رئیس پٹنہ جاری
ہو کر کئی سال تک نکلتا رہا۔ ہمیں آپ کے علمی مضامین دیکھئے شان استدلال اور
شوخی عبارت دیکھکر بے ساختہ دل تڑپ جاتا ہے۔ آپ کی تصنیف سے رسالہ
بیان شفاعت رسالہ فضائل الشہود۔ رسالہ بیان علم عروض۔ رسالہ بیان غربت
اسلام۔ سطوہ فی رد ہفوات ارباب دار الندوہ۔ رسالہ سماع موتیٰ۔ رسالہ مبسوط احکام
داہلر صلوات جو بفرمائش امام مسجد جامع سکندر آباد ایام سفر حیدر آباد میں لکھا گیا۔ آپ کی
یادگار ہیں۔ طب میں رسالہ تدابیر معالجات امراض اس خوبی سے تحریر فرمایا کہ فہرست
ہی میں کل علم طب کے اسرار دقیقہ و رموز خفیہ حل کر دئیے۔ یہ رسالہ صرف مسودہ ہی
کی حالت میں تھا کہ پیغام اجل آگیا۔ اسی طرح سیر و مغازی کا آغاز بطرز ناول اسلامی
شروع کیا تھا صرف چند اوراق مطبوع ہو پائے تھے کہ پیمانہ حیات لبریز ہو گیا۔ ۔ ۔

. . . .

. . . . ابہامات المؤمنین کا نہایت مبسوط تحقیقی و
الزامی جواب لکھنا شروع کیا تھا جو ناتمام رہا۔ ادب میں سبعہ معلقہ کی شرح تحریر فرمائی
جو پانچ قصیدہ تک صاف ہو کر رہ گئی۔ اس کے سوا اکثر مضامین نافعہ تحفہ حنفیہ
میں شائع ہوئے اگر عمر وفا کرتی تو خدا معلوم کیا کیا کار نمایاں ظہور میں آتے۔ نظم
میں بھی ماشاء اللہ عجب لطیف و نازک طبیعت پائی تھی اردو و فارسی کے علاوہ عربی
قصائد بھی ارشاد فرماتے مگر کم اتفاق ہوتا۔ علوم ظاہریہ و پابندی ظاہر شریعت و تقوے کیساتھ
علوم باطن و سلوک طریقت سے بھی خبردار تھے اجازت و خلافت طریقہ عالیہ قادریہ

و دیگر سلاسل چشتیہ و نقشبندیہ و سہروردیہ کی آپ کو حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ اور حضرت
مولانا سید شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ - اور حضرت مولانا الحاج شاہ
حکیم عبد العزیز مکی قدس سرہٗ سے حاصل تھی - دماغ جان خوشبوئے معرفت سے معطر
دل جلوہ بیق جمال سے منور حضور پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ
شان فنائیت و محویت جلوہ گر تھی - آپ کے ذکر جمیل رگ کے عاشق زار تھے سولہ برس کی
عمر میں پہلی بار حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ فریضہ حج سے فارغ ہو کر حاضر دربار سراپا انوار
حضور سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے - دن خدمت و نفع رسانی خلق اللہ میں
وقف تھا یا درس کتب طب ہوتا یا مریضوں کے معالجہ میں وقت گزرتا غربا کو مفت دوا ہیں
دیجاتیں - بلا کے غریب مریضوں کے جو زیر علاج ہوتے گھر پر تشریف لیجاتے دامے درمے
مدد فرماتے - امیر و غریب کسی سے کبھی بسلسلہ طب و حکمت ایک پیسہ نہیں لیا سیکڑوں
آنکھیں آپ کو یاد کر کے اور آجکل کے اطبا کا طرز عمل دیکھ دیکھ کر محو رشک ریزی ہو جاتی
ہیں کبھی انجاح حاجات غربا و مساکین میں وداد و ش ہوتی کبھی ہدایت و نفع رسانی
مسکین کے لئے تصنیف رسائل مفید و مضامین نافعہ کا شغل رہتا شب کو ذکر و فکر یاد الٰہی
میں استغراق کامل رہتا غرض عجب لیل و نہار تھے - آپ نے اپنے حسن تدبیر و فکر صائب
سے احیار سنت و اماتت بدعت کے متعلق ایسے ایسے اہم اور عمدہ دشوار امور با
حسن وجوہ انجام دئے جو قیامت تک بطور یادگار مہاطات کام دیں گے خاص ان دیوں میں
بہ سبب اختلاط قربا و قرابت و کثرت مرافقت و موادت فرقہ شیعہ بعض قلوب میں
اس قدر مداہنت نے اثر کر لیا تھا کہ ملاطفت ظاہری کے علاوہ یہ اختلاط ضعف ایمانی کا
سبب ہو چلا تھا - ماہ محرم الحرام کے عشرہ اولیٰ میں مجالس ذکر شہادت حضرات سبطین تبر
تبریں علیہ السلام میں مراثی شعرا شیعہ جن کے شعر شعر کی رگ و پے میں بوئے سب و تبرا اور
اتہام و افترا سازی ہوتی ہے خود انھیں کے سوز خوانوں یا کتاب خوانوں سے پڑھوائے
جاتے تھے - اس محی سنت بیضا نے ان عزاداران اہلسنت کو خواب غفلت سے چونکایا
اثر تقریر تو وہ خداداد تھا کہ جس سے دو باتیں کر لیں اپنا بنا لیا - فدائے حضرت محبوب اکرم

دستگیر عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ پر تو محبوبیت ڈالا تھا کہ سارا شہر ثناخواں اور فدائی تھا۔ آپ نے ایک مجمع عام اہلسنت میں یہ رائے پیش کی مجالس شہادت کا یہ نامہذب طریقہ بدلنا چاہئے اور طرز مرغوب جو عند اللہ اور عند الرسول مستحسن و محبوب ہو قایم کرنا چاہئے۔ اگرچہ بادی النظر میں بسبب اختلاط و شدت ارتباط یہ طریقہ بدلنا دشوار معلوم ہوتا تھا مگر آپ کے خلوص قلبی نے رنگ دکھایا تمام اہلسنت نے متفقہ طور پر آپ کی اصابت رائے کو پسند کیا۔ تین سال تک آپ نے خود اہتمام کیا ایک ایک دن تین تین چار چار مقام پر ذکر شہادت و فضائل اہلبیت اس خوبی و خوش اسلوبی سے بیان فرماتے۔ کہ عرصہ مجلس نمونہ میدان کربلا بنجاتا در و دیوار گریہ کناں معلوم ہوتے۔ بعض وقت خود بھی روتے روتے بیہوش ہو جاتے۔ واقعات شہادت کا بیان کرنا دراصل آپکا حصہ ہو گیا تھا۔ التزام صحت روایات اس قدر تھا کہ کیا ممکن کبھی ایک لفظ خلاف طریقہ حقہ اہلسنت نکل جاتا۔ واقعات شہادت کے متعلق ایک رسالہ بھی صحت روایات کے ساتھ آپ نے ترتیب دینا شروع کیا تھا۔ جو پورا نہ ہو سکا۔ تحفظ عقائد کے لئے آپ نے جامع شمسی کے قدیم مدرسہ کو جو غرق نمکدان فنا ہو چکا تھا ازسر نو حیات تازہ بخشی اپنے پرزور مواعظ سے شہر والوں کے قلوب کو ہلا ڈالا۔ ۱۱ر صفر ۱۳۱۷ھ کو مدرسہ کا افتتاحی جلسہ نہایت عظیم الشان پیمانہ پر منعقد کیا گیا علما و مشایخ شرکت کے لئے تشریف لائے۔

الحمد للہ کہ وہ مدرسہ ابتک جاری ہے اور آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد عبد الماجد صاحب کے زیر اہتمام جو ترقی کر رہا ہے وہ کوئی پوشیدہ راز نہیں ہے ہر سال کے عظیم الشان جلسے مدرسہ کی ترقی کی شہادت دیتے ہیں۔

شہید مرحوم کے احسانات بدایوں اور اہل بدایوں کبھی فراموش نہیں کر سکتے باوجود کثرت مشاغل حفظ کلام مجید کا شوق یکبارگی پیدا ہوا رمضان المبارک میں دن کو تھوڑا تھوڑا یاد کر کے شب کو محراب میں سناتے لیکن نوبت اتمام نہ پہونچی۔ اس طرح آپ نے زمرہ حفاظ کلام ربانی میں بھی اپنا چہرہ لکھا لیا۔ جہاں آپ کا حسن اخلاق حسن سیرت حسن معاملات ایک عالم کو گرویدہ بنائے ہوئے تھا وہاں آپ کے حسن صورت میں بھی

شان محبوبیت حضور محبوب اکرم دستگیر عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پورا جلوہ تھا۔ والد بزرگوار اور
جد امجد کی طرح قسام ازل کی بارگاہ سے تھوڑی عمر لکھا کر لائے تھے۔ جمادی الاخری ایام
عرس شریف حضرت سیف اللہ المسلول میں حسب معمول ششم جمادی الاخری کو فضائل اہلبیت
اطہار وائمہ کبار اور ذکر شہادت بیان کیا جاتا تھا۔ ۱۳۱۵ھ ماہ مبارک کو مزار فائز الانوار
کے مواجہہ میں بیٹھکر آپ نے بیان شہادت کچھ اس رنگ اور جوشیلے انداز سے پڑھا کہ
ساری محفل نمونہ محشر بن گئی در و دیوار سے برکات و انوار کربلائے معلّیٰ کی بارش ہوتی
معلوم ہوتی تھی۔ ہزارہا اہل اسلام سادات کرام مشائخ عظام۔ علماء اعلام جو
بتقریب عرس سراپا قدس شریک محفل تھے۔ بیخودانہ اضطراب کے ساتھ اشکبار تھے ختم
بیان کے وقت جب دعا کو ہاتھ اوٹھائے عروس قبول باب اجابت کے جھروکوں سے
لبیک گویاں برآمد ہوئی حضار محفل ہر دعائیہ فقرہ پر پکار پکار آمین کہتے جاتے تھے۔ دفعۃً
بکمال جذبہ حقانی و کشش غیبی یہ دعا بھی مانگی کہ الٰہی بہ برکت شہادت اہلبیت رسالت
و عزت خاندان نبوت اپنے اس بندہ گنہگار کو بھی خمخانہ شہادت سے ایک جام عطا ہو
اگرچہ آپ کا بکمال الحاح و تضرع حضرت رب العزت میں یہ عرض کرنا سب احباب کے
دل میں ایک عجب طرح کا ولولہ انگیز اثر کر گیا۔ مگر چونکہ حجاب غفلت درمیان تھا اس وقت
کوئی یہ نہ سمجھا کہ یہ دعا تیر بہدف بن چکی۔ اور اس سچے خلوص والے کے پاک قلب سے
نکلکر سیدھی دربار قبول تک پہونچی اور اجابت کے گہوارہ میں اپنا بستر استراحت سجا لیا
لو اقسم علی اللہ لابرہ کی شان تجلی ریز ہوئی اس وقت اس مشتاق قلب کی مچلی ہوئی
تمناؤں کا سچے جذبے کے ساتھ دعا کرنا اور ہزاروں اہل اسلام کا آمین کہنا ایسا موثر ہوا
کہ چالیس روز کے اندر ہی اندر عروس شہادت سے خلوت قرب و اتصال میں ہمکنار
ہوئے۔ من طلب الشہادۃ صادقا اعطیہا ولو لم تصبہ یعنی جو شخص خدا سے درجۂ
شہادت مانگے گا اور صدق و خلوص سے یہ دعا کرے گا وہ اگرچہ ظاہر میں شہید نہ ہو لیکن
اس مرتبہ کی سرفرازی اس کو حاصل ہو گی۔ اس دردانگیز سانحہ ہوشربا اور حادثہ جانگزا کی
مختصر کیفیت یہ ہے کہ پٹنہ میں قاضی عبد الوحید صاحب مرحوم کے مدرسہ اہلسنت کا ششماہی جلسہ

انتخاب تھا قاضی صاحب مرحوم کو آپ کے ساتھ ایک خاص عقیدت آمیز محبت تھی
اس وجہ سے جلسہ کا سارا دارو مدار آپ پر موقوف کر دیا تھا پیشتر سے آپ نے تمام علمار
اہلسنت کو شرکت کے لئے مدعو کیا اطراف وجوانب میں خود چل پھر کر مشایخ کو آمادہ شرکت
کیا یہانتک کہ آپ کی سعی اور شان اثر کی بدولت تمام مشاہیر اہلسنت پٹنہ پہونچ گئے ٹھیک
وقت پر خود بھی بہمراہی حضرت تاج الفحول قدس سرہ ایک پر رونق قافلہ کی برات کے
دولہا بنکر بدایوں سے روانہ ہوئے ۔ ریل کے سفر میں اوقات مستحبہ صلوۃ خمسہ کا انتظام
جس قدر دشوار ہے وہ ظاہر ہے لیکن آپ کی ہمت قویہ کے سامنے رب العزت نے
اس کو بھی آسان کر دیا تھا ۔ اثنار راہ میں ایک اسٹیشن پر نماز فجر کے اہتمام کے واسطے
بقصد طہارت اُترے جب پھر چڑھنے کا قصد کیا تقدیر ازلی نے اپنی طرف ہاتھ کھینچا
پاؤں پھسلا ریل چل نکلی گر کر ریل کے نیچے قریب پہیہ کے پہنچ گئے حتیٰ کہ دامن اس کے
ساتھ الجھکر گردش کھانے لگا جس کے باعث کئی مرتبہ یہ نوبت آئی کہ خود بھی پہیہ کے
نیچے آکر دب جائیں ۔ اور طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے ۔ لیکن خود فرماتے تھے
کہ اس حالت میں میرے ہوش وحواس بالکل بجا تھے اور ذرا بھی ہراس ووسواس پاس
نہ تھا توجہ کامل اور اخلاص دل روح پر فتوح حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مائل
اور مستمند و متوسل تھا ۔ ہر گردش میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شخص بار بار اس جانب سے
ہٹاکر باہر کی طرف کر دیتا ہے ۔ اس حالت میں اگر جسم نازک گرنے کے باعث زخموں سے
چور تھا لیکن کرامت قویہ کا کس قدر کھلا ہوا ظہور تھا کہ جس وقت ریل روکی گئی ہے یہ
مرد خدا اپنی قوت ہمت سے اسم پڑھتا ہوا ۔ ریل کے نیچے سے خود نکل آیا ۔ تمام دیکھنے والے
متحیر تھے سب کو موت کا یقین تھا ۔ یہ تحیر اور بھی ترقی پذیر ہوا جب بغور دیکھنے سے معلوم
ہوا کہ کوئی زخم کاری نہیں ہے نہ کسی مقام پر کوئی ضرب شدید آئی ہے ۔ ہاتھ پیر ٹوٹنا تو
درکنار ہے مسافرین میں اس خرق عادت کا غلغلہ بلند ہو گیا ۔ ہمراہیان پریشان خاطر نے ہاتھوں ہاتھ
اٹھا لیا ۔ جب ذرا آپ کی طبیعت کو افاقہ معلوم ہوا تو مکان واپسی کا اصرار کیا لیکن
آپ نے یہی فرمایا کہ اب مکان پلٹنا منظور نہیں جس نیت سے گھر چھوڑا ہے وہ کام

دینی ہے اور امر اہم ہے۔ اس کی شرکت جان سے مقدم ہے اللہ اکبر جاں بازان حق ایسے ہوتے ہیں کن کن تکالیف کا سامنا اور کیسی ہمت۔ بیشک اہل اللہ میدان محبت کے سچے ثابت قدم جان کو جان بوجھکر رضاء جاناں میں مٹانے والے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے کامل مصداق اللھم اجعلنا منھم۔ آپ کے اصرار سے آپ کو عظیم آباد لیگئے راہ میں چوسہ اسٹیشن پر ایک اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑا کہ وہاں پلیگ ڈیوٹی کے ڈاکٹر نے قرنطینہ میں روک لیا بدقت تمام یہاں سے نجات حاصل ہوئی پٹنہ پہونچے وہاں آپ آٹھ روز تک صاحب فراش رہے پھر عارضہ اسہال شروع ہوا۔ پھر اسی میں درد ذات الجنب کے دورہ کی شدت ہوئی لیکن ان سب مصائب میں جن کو سنکر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اس جانفروش اسلام نے کبھی زبان سے اُف نہ کیا۔ کبھی کوئی کلمہ شکایت یا محبت دنیا یا یاد وطن کا لب تک نہ آیا۔ ہر وقت ذکر و فکر و یاد خدا و رسول کا وظیفہ تھا۔ ذاکر رسول اللہ جو کہ تاریخ ولادت تھی اسی کا کرشمہ وقت وفات تک اظہار ہوتا رہا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اشرار ندوہ کی خلاف انسانیت شرمناک سازش بذریعہ کسی دوائے مہلک کے آپ کی شہادت کا باعث ہوئی۔ کیونکہ ندوہ کو اس فاضل نوجوان کی ذات والاصفات سے بڑی بڑی مذہبی خفتیں اُٹھانا پڑی تھیں اور اُس وقت دونوں جلسہ عظیم الشان پیمانوں پر وہاں ہو رہے تھے۔ ادھر تیرھویں تاریخ ماہ رجب المرجب کو جلسہ اہل سنت کا اختتام ہوا۔ علماء کرام اور مشائخ عظام نے جو اُس روز بھی حسب معمول بعد ختم جلسہ آپ کی عیادت کو تشریف لائے اور ختم جلسہ کی خبر آپ کو پہنچائی۔ اور وھ آپ نے شکریہ الہی ادا فرمایا اور نہایت مردانہ وار نماز عشاء معہ وتر ادا فرمائی اس کے بعد قریب آدھ گھنٹہ یاد الہی میں مصروف و مستغرق رہکر شب پنجشنبہ میں جس کی صبح کو چودھویں تاریخ ہونے کو تھی نہایت سرور و انبساط کے ساتھ ۲۵ سال کی عمر میں واصل بہ حضرت ذوالجلال ہو گئے

صورت از بے صورتی آمد بروں

بازگشت انا الیہ راجعون

جہان اسلام میں کہرام مچگیا۔ اہل سنت کی سجی سجائی برات کا دولہ غربت و بیکسی میں

عروس شہادت سے ہمکنار رہوا۔ باغ قادری کا نوشگفتہ پھول یکایک مرجھا گیا چمنستان علم کا تازہ وشاداب گل نوبہار یک بیک کمھلایا ہندوستان بھرمیں اس سانحہ عظیم سے قلق وملال کی ایک لہر دوڑ گئی۔ بکثرت اکابر علماء ومشائخ صلحاء واتقیاء ئے اہل ہند کا اجتماع اُس وقت بسبب جلسہ اہلسنت وندوۃ العلماء پٹنہ میں ہو رہا تھا تھوڑی دیر میں سارے شہر میں آپ کی خبر رحلت مشہور ہوگئی حضرت سیدی تاج الفحول نے حضرت مولانا حافظ شاہ عبد الصمد صاحب مودودی چشتی سہسوانی کو یہ فرماکر کہ سید صاحب آپ شہید مرحوم کے بہت زیادہ نازبردار اور اُن کی آرایش کا ہروقت خیال رکھنے والے تھے آج آپ ہی ان کو غسل میت بھی دیجئے غسل کے لئے منتخب کیا چنانچہ حضرت سید صاحب اور حضرت اقدس مولانا شاہ مطیع الرسول قبلہ مدظلہم العالی بشرکت مولانا فضل مجید صاحب مرحوم اور مولوی مفتی کرم احمد صاحب مولانا عبد الواحد خانصاحب رامپوری غسل دیا مولوی ستار بخش صاحب قادری جو ذرا دیر کو بھی جدا نہ ہوتے تھے بانکی پور سول سرجن کے بنگلہ پر بھیجے گئے تاکہ شب ہی میں جنازہ کی روانگی کا سارٹیفکیٹ لکھوالیا جائے۔ بعد تجہیز وتکفین نماز جنازہ شب ہی میں ادا ہوئی سنام علماء ومشائخ موافق مخالف بجز قاضی علی احمد بدایونی جو باوجود اطلاع یابی اور موجودگی

نہ نماز میں شریک ہوئے نہ جنازہ کی معیت میں حصہ لیا۔ اور باقی اکثر شریک تھے بفرمائش حضرت تاج الفحول قدس سرہ حضرت مولانا شاہ امین احمد صاحب بہاری سجادہ نشین آستانہ حضرت مخدوم الملک شرف الدین یحیےٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھائی شاہ صاحب صوبہ بہار کے جلیل القدر مشائخ اور اپنے وقت کے فرد الافراد تھے جلسہ اہل سنت میں حضرت تاج الفحول رح نے آپ کو ہی صدر بنایا تھا نماز جنازہ کے بعد حضرت تاج الفحول قدس سرہ

حضرت قبلہ مولانا صاحب مدظلہ سے یہ فرماکر کہ میں دہلی جاتا ہوں اور وہاں سے شہید مرحوم کی اہلیہ محترمہ کو ہمراہ لاکر خالباً آنولہ ریلوے اسٹیشن پر شامل جنازہ ہوجاؤنگا چار گھنٹہ قبل فرودگاہ سے رخصت ہوکر اسٹیشن تشریف لائے ٹکٹ لیلئے لیکن اسی اثنا میں مولوی محمد فاروق صاحب

چریاکوٹی اسٹیشن پر آگئے بجائے اس کے کہ آپ کے لخت جگر کی تعزیت کرتے سلسلہ کلام اس طرح شروع کر دیا کہ میں مولانا عنایت رسول صاحب چریاکوٹی کا چھوٹا بھائی اور شاگرد ہوں جو آپ کے والد ماجد کے تلامذہ میں سے تھے اس اعتبار سے آپ میرے اُستاد زادے اور واجب التعظیم بزرگ ہیں میں ندوہ میں بغرض اصلاح شریک ہوا ہوں اور مدرسی کو بھی اسی نیت سے قبول کیا ہے۔ اس کے بعد ندوہ کی خرافات کا اقرار کرتے ہوئے اس کی اصلاح کے متعلق مکالمہ شروع کر دیا جس کا مجمل تذکرہ دربار حق وہدایت میں موجود ہے۔ یہاں صرف حضرت تاج الفحول کی حقانیت وحق کوشی قابل دید ہے کہ باوجود اس شدید صدمے اور راسخ سخت پریشانی کے اظہار حقانیت میں کسی بات کی پروا نہیں ہے۔ یہانتک کہ دو ٹرینیں دہلی جانے والی روانہ ہوگئیں۔ اور جنازہ بھی اسٹیشن پر رہ گیا۔ مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی نے جب یہ سنا کہ حضرت تاج الفحول ہنوز اسٹیشن پر موجود ہیں اور ایک بے موقعہ اور فضول گو سے مکالمہ فرما رہے ہیں۔ فوراً حضرت تاج الفحول کے قریب حاضر ہوئے مولوی فاروق صاحب کی اس حرکت پر سخت غضب ناک ہوئے آنکھیں غصّے سے سُرخ ہوگئیں حضرت فاضل بریلوی کا یہ غصہ اگرچہ صرف اس اظہار افسوس کے لئے تھا کہ باوجود علم کے مولوی فاروق صاحب نے ایک پاک دکھے ہوئے دل پر بیکار نمک فشانی کی ہے اور ایسے سخت ضروری وقت میں بیکار بحث چھیڑ کر وقت ضایع کیا ہے تاہم حضرت تاج الفحول نے فاضل بریلوی کے غصّہ کو یہ کہکر فرو فرمایا کہ مولانا اگرچہ مولوی عبد القیوم میرے ایک بچہ کا انتقال ہوچکا اب میرا دوسرا حقیقی بیٹا مولوی عبد المقتدر صاحب) (خدانخواستہ) بھی اگر فوت ہو جائے تو بھی مجھے کچھ پروانہ ہو اور میں مولوی فاروق ہوں یا اور کوئی مولویصاحب ہوں اظہار حق میں ذرا دریغ نہ کروں حضرت فاضل بریلوی فرط ادب سے حضور سچا و درست کہکر خاموش تو ہوگئے مگر مولوی فاروق صاحب کی اس بیجا بے محل گفتگو اور بے وقت وعدہ وعید سے سخت ناراض تھے اور بار بار سورۃ منافقون کی بلند آواز سے تلاوت فرماتے تھے غرض حضرت تاج الفحول دہلی روانہ ہوئے

اور جنازہ اسپیشل گاڑی میں بدایوں کو براہ آنولہ روانہ ہوا جس وقت سے شہر میں اس نوشاہ قادری کی شہادت کی خبر متعدد تاروں سے معلوم ہوئی اسی وقت سے سارا شہر ماتمکدہ بنا ہوا تھا وقت وقت اور منٹ منٹ کا انتظار ہو رہا تھا۔ بریلی۔ شاہجہانپور لکھنؤ تک لوگ پہنچ چکے تھے آنولہ پر توصد ہا متوسلین کا ایک روز قبل سے ہجوم تھا۔ ۱۶ رجب المرجب شب کے وقت گاڑی آنولہ ریلوے اسٹیشن پر پہونچی اور سترھویں رجب کو علی الصباح آنولہ سے چلکر جوالی بدایوں میں جنازہ آگیا سارا شہر گریہ کناں مصیبت میں در و دیوار سے گریہ و بکا کی آوازیں آتی تھیں۔ اسی دن اس نونہال گلشن قادری کو آستانہ قادریہ میں اپنے فرجد امجد کے پاس مزار محو استراحت کر دیا گیا۔ یہاں یہ بات بھی قابل تذکرہ ہے کہ حضرت تاج الفحول نے جب قصیدہ مبارکہ مہرباں مجھپہ ہے اللہ تعالے میرا غوث اعظم کو کیا فضل سے آقا میرا) تحریر فرمایا تو حضرت شہید مرحوم نے عرض کیا کہ حضور یہ شعر (نام والا جو لکھا جائے کفن پر میرے ہ دھوم پڑ جائے جدھر نکلے جنازہ میرا مجھپے رحمت فرمائی جائے۔ حضرت اقدس نے بتو بخشیدم کہکر سکوت فرمایا نتیجہ و فال شعر رونما ہو کر رہا شہید مرحوم نے دو صاحبزادہ ایک مولانا عبد الماجد صاحب اور ایک عبد الحامد صاحب اور ایک صاحبزادی جو مولوی ظہور الحق نواسہ حضرت مولانا سراج الحق صاحب قدس سرہ کے عقد میں ہیں اپنی یادگار چھوڑیں اس سانحہ جانکاہ پر بے حد تاریخیں عربی فارسی اردو میں اہل فن نے لکھیں تعزیت کے خطوط نثر و نظم قطعے مسدس۔ مثنویاں سب ہی کچھ موصول ہوئے۔ جن میں سے چند یہاں بھی تحریر کی جاتی ہیں۔ باقی بخوف طوالت آئندہ کسی موقعہ کیلئے ملتوی کی جاتی ہیں۔

قطعہ

عالم کامل طبیب نامدار ✻ عبد قیوم آں وحید روزگار

از شہادت منصب اعلے گرفت ✻ روح پاکش رفت در دار القرار

ماتمی از فوت او اہل جہاں ✻ نوحہ خواں اند از فراقش روزگار

تا بکے ایں گریہ نالہ تا بہ کے ✻ تا بکے باشی حسن تو اشکبار

صبر کن تاریخ رحلت خوش نویس ✻ شد بجنت عالم عالی وقار

۱۳۱۸ھ

مخدومی ومطاعی جناب مولانا شاہ حکیم محمد عبدالماجد صاحب قادری دامت برکاتہم

آپ کی ولادت ۲۴ شعبان ۱۳۰۴ھ میں ہوئی منظور حق تاریخی نام ہے تحصیل وتکمیل مدرسہ قادریہ میں ہی کی حضرت شہید مرحوم اور حضرت تاج الفحول قدس سرہ سے بھی علمی فیض وبرکت حاصل کی ابتدائی تعلیم مولانا محب احمد صاحب قبلہ کے پائی تکمیل حضرت قبلہ مدظلہم الاقدس سے کی فن طب کی سند تکمیل حکیم غلام رضا خاں صاحب دہلوی سے حاصل کی دہلی سے سند طب حاصل کرنے کے بعد بدایوں آکر جو علمی خدمات انجام دیں وہ عالم آشکار ہیں مدرسہ شمس العلوم کو زندگی تازہ بخشی شہر میں علمی چہل پہل کو از سر نو فروغ دیا۔ وعظ کی ابتدا حضرت تاج الفحول قدس سرہ کے سامنے ہی ہو چکی تھی لیکن اب تو زور تقریر کے اعتبار سے ملک بھر میں فرد یکتا مانے جاتے ہیں ہندوستان کے مشاہیر واعظین میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کی شہرت منت کش تحریر ہونے سے بے نیاز ہے۔ بڑی بڑی انجمنیں بڑی بڑی تحریکیں آپ کی شرکت سے فروغ پاتی ہیں جس کام میں ہاتھ ڈالا اس کو معراج ترقی پر پہنچا کر چھوڑا۔ زور تقریر کے علاوہ زور تحریر بھی ایک نئی شان کے ساتھ موجود ہے۔ نظم ونثر بے تکلف قلم برداشتہ لکھنا ایک معمولی سی بات ہے باوجود اس عظمت ووقار کے جو تمام ملک میں کیا جاتا ہے مزاج میں خودی وخود نمائی نہیں ہر شخص سے بے تکلفی ہر بات میں سادگی۔ آن والوں کیساتھ آن محبت والوں کے ساتھ محبت جزو اخلاق ہے تمام شہر گرویدہ ہے مدرسہ شمس العلوم کے سلانہ جلسوں میں آپ کی سعی مشکور ہوتی ہے وعظ کا ملکہ چھوٹے چھوٹے بچوں میں پیدا کر دیا ہے۔ ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں چھوٹے چھوٹے بچے نہایت بیباکی کے ساتھ تقریر کرتے ہیں جو ہر سال ہزاروں لوگ دیکھتے ہیں۔ عزیزم مولوی جمیل احمد صاحب قادری اور مولوی عبدالواحد صاحب (مولوی فاضل) مولانا سید عیسی علی صاحب ومولوی حکیم حبیب الرحمان صاحب مارہروی جو اپنی خوش بیانی اور زوردار تقریروں کے باعث واعظین کے زمرہ میں آچکے ہیں صرف آپ کی ہی کوشش کے ثمرات ہیں۔ تصنیف کا شغل بھی ہے خلاصۃ العقائد۔ خلاصۃ المنطق خلاصۂ فلسفہ وربا علم جواہر عرس قول السدید وغیرہ تصنیفات مقبول ومشہور کتابیں آپ کی تصنیف سے مطبوع ہو چکی ہیں شادی جناب مولوی ابرار الحق صاحب

کیف مرحوم کی دختر سے ہوئی ہے دو لڑکے عبد الواحد اور عبد الواحد صغیر سن موجود ہیں خداوند کریم عمر و درجات میں ترقی عطا فرمائے۔

صاحبزادہ مولوی عبد الحامد صاحب سلمہ۔ یہ چھوٹے صاحبزادہ حضرت شہید مرحوم کے ہیں بجانب والدہ آپ کا سلسلہ نسب حضور غوث اعظم تک پہنچتا ہے حکیم صاحب کے سامنے ہی بتاریخ ۱۳۱۶ھ دہلی میں پیدا ہوئے۔ چونکہ ایام حمل پورے ہونے سے پہلے ساتویں مہینے پیدا ہوئے اس لئے بالکل مضغہ گوشت تھے بڑی اللہ آمین سے پالے گئے خدا نے زندگی عطا کی ایام رضاعت ہی میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا والدہ نے پالا پرورش کیا اس وقت خدا کے فضل سے پندھویں سال میں ہیں حضرت صاحبزادہ گرامیقدر مولانا عبد القدیر صاحب سے تعلیم پاتے ہیں محمد فرو الفقار حق تاریخی ۱۳۱۸ نام ہے۔ خداوند کریم علم وعمر میں برکت دے۔

قبلۂ ارباب قبول حضرت تاج الفحول شیخ الاسلام فی الہند مولانا شاہ مظہر حق عبد القادر محب الرسول قدس سرہ

آپ حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہ کے صاحبزادہ اصغر ہیں۔ ولادت باسعادت ۱۷ رجب المرجب ۱۲۵۳ھ کو ہوئی۔ بالہام باطن شیخ الاسلام فی الہند یوم ولادت سے بطور اسم تاریخی آپ کا لقب قرار دیا گیا جد امجد حضرت شہید سی عین الحق قدس سرہ نے مظہر حق تاریخی نام مقرر فرمایا۔ اور بروز عقیقہ باشارۂ حضور غوثیت مآب دستگیر عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا اسم شریف عبد القادر رکھا گیا والد بزرگوار نے محب الرسول ۱۲۵۳ جزو نام قرار دیا۔ آپ کے ایام طفولیت کے دیکھنے والے متواتر بیان کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں جبکہ عام بچوں کو بات کرنے تک کا ہوش نہیں ہوتا۔ سوائے لہو ولعب کچھ سمجھ بھی نہیں سکتے آپ کو ایسا احیائے دین متین اور اتباع شرع مبین ملحوظ خاطر تھا کہ

بلا کسی کی تعلیم کے بدعات مروجہ زمانہ حال یعنی تعزیہ وغیرہ دیکھنے تک کے روادار ہوتے تھے۔ نہ کسی امر خلاف شریعت کی طرف کبھی طبع اقدس متوجہ ہوتی تھی۔ تقریب بسم اللہ خوانی آپ کے جد امجد حضرت قدس سرہ المجید نے ادا فرمائی اُس کے بعد تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا حضرت استاذ الاساتذہ نور مجسم مولانا نور احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے جو آپ کے عم مکرم تھے کمالات علمیہ میں آپ کو معراج کمال تک پہنچایا۔ اُس کے بعد آپ نے معقول کو حضرت استاذ مطلق علامہ عصر جناب مولانا فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمتہ سے بکمال تحقیق اخذ فرمایا حضرت استاذ مطلق اپنے تلامذہ میں سے آپ پر ناز کرتے آپ کی تعلیم باعث اعزاز جانتے اور آپ پر ہمیشہ فخر کرتے۔ اکثر فرمایا کرتے کہ صاحب قوت قدسیہ ہر زمانہ میں ظاہر نہیں ہوتے وقتاً بعد وقتٍ اور عصراً بعد عصرٍ پیدا ہوتے ہیں اگر اس زمانہ میں کسی کا وجود مانا جائے تو آپ کی طرف اشارہ کرکے فرماتے کہ یہ ہیں۔ یہی بار بار کہا کرتے کہ ان کے ذہن کی جودت وسلاست ابو الفضل وفیضی کے اذہان ثاقبہ کی جودت کو مات کرتی ہے۔ اسی طرح آپ کے والد ماجد آپ کے ذہن خداداد کی شان میں ارشاد فرماتے کہ مجھ سے مولانا فیض احمد صاحب قدس سرہٗ کی ذہانت و ذکاوت زیادہ ہے مگر برخوردار عبد القادر کی ذہانت مجھ سے اور مولوی فیض احمد صاحب دونوں سے زیادہ ہے۔ مولانا فضل حق علیہ الرحمتہ کے صدہا شاگردوں میں چار بزرگ عناصر اربعہ سمجھے جاتے ہیں۔ ایک مولانا کے صاحبزادہ مولانا عبد الحق صاحب۔ دوسرے مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری۔ تیسرے مولانا ہدایت اللہ خانصاحب رامپوری چوتھے حضرت تاج الفحول رحمہم اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین لیکن بقول حضرت مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی ہر سہ اصحاب کسی خاص فن میں یکتائے عصر اور وحید روزگار ہیں مگر حضرت تاج الفحول کا تبحر اور جامعیت جملہ علوم وفنون میں ہے۔ اس بات کے آنکھوں سے دیکھنے والے صدہا موجود ہیں کہ جس زمانہ میں حضور اقدس تاج الفحول کافیہ پڑھتے تھے فوائد ضیائیہ کا اپنے طلبہ کو بلا تکلف خوب سمجھا کر درس دیا کرتے تھے۔ بعد فراغ علوم عقلیہ ونقلیہ سند اجازت حدیث اپنے والد ماجد سے لی اور شرف بیعت سے مشرف ہو

۱۳۲۲ھ مقدس میں جب پہلی بار حرمین شریفین کی حاضری کا قصد کیا بذریعہ والا نامہ خلافت عامہ ووراثت تامہ سے سرفرازی بخشی گئی۔ وہ ودائع جو سینہ بسینہ مفوض ہوتے چلے آتے تھے اپنے مقرپر آٹھہرے۔ اسی سفر میں حرم محترم میں حاضر ہو کر بارشاد والد بزرگوار امام المحدثین مقدام المفسرین حضرت سیدنا مولانا شیخ میاں عمر حنفی المکی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت سند حدیث حاصل فرمائی علم حدیث میں امام بخاری فقہ میں حضرت امام اعظم امام الائمہ ابوحنیفہ کوفی اصول میں امام علی بزودی فخر الاسلام۔ تصوّف سلوک میں امام غزالی تصوّف حقائق میں حضرت شیخ ابن عربی سے اگر آپ کو تشبیہ دیجائے تو اہل حق تسلیم کرنے کے لئے گردن جھکاویں۔ اسی طرح نسبت قویہ قادریہ کے اعتبار پر اگر آپ کو مظہر اتم حضور غوث اعظم قرار دیا جائے تو اہل بصیرت عبد القادر الثانی آپ کو سمجھنے کیلئے آمادہ نظر آئیں معقولات باوجود بے تعلقی کے اور قصداً اور عمداً ابعد اختیار فقر کے بالکل چھوڑ دیتے ہے جب آپ کے سامنے معمولی دماغ والے طلبہ کوئی مسئلہ پیش کرتے تو کیسا ہی مشکل سے مشکل مقام ہوتا ادنیٰ سے ادنیٰ توجہ میں اس فصاحت و وضاحت سے سمجھا دیا جاتا کہ بڑے بڑے مناظرین و فلسفیین منھ دیکھتے رہجاتے عرفانی فلسفہ کی چمک اور حقائق تصوّف کی جھلک نے وہ جلوہ ریزی کی کہ فلسفہ یونانیان بالکل نگاہوں سے گر گیا۔ روحانیات کا عالم تجلیات ہر وقت پیش نظر تھا۔ پھر ظلمت سائنس کی کیا وقعت آپ کے نزدیک ہو سکتی تھی۔ ایک مقام پر خود ارشاد فرماتے ہیں ؎

پڑھا تھا یا لکھا تھا علم دنیا جس قدر ہیچ
گیا وہ لشکر حق سب بقول یا محبوب سبحانی

باطن بینی کی لذت آشنا نگاہیں جب عرفان الہی کی پر فضا مناظر کی سیریں کرنے لگتی ہیں تو ظاہری علوم سے اسی طرح اظہار بیزاری کیا جاتا ہے جیسا کہ ارباب بصیرت واصحاب طریقت کے اقوال سے ظاہر ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

آنکہ جانش ذوق عرفاں یافتہ سوئے قیل و قالہا کے رو کند	نعرہ غیبی در درونش تافتہ کے نظر جز نور حق ہر سو کند

اوز اسرار قدم آگاہ شد
علم ظاہر پیش او یک ذرۂ
بو لبوق پس خوردۂ یونانیاں
صد نکات و صدر موز فلسفہ
عارف و دانندہ اسرار کن
شغل دل در علم یوناں کے کند

باقی با للہ و فنا فی اللہ شد
جوش طوفانِ خرد یک قطرۂ
ہیچ باشد پیش علم سوح شاں
بار تر از صد جہل پیش معرفہ
نوحہ خواں محفل علم لدن
دل سوئے ایں ہرزہ گوئیاں کے نہد

بایں ہمہ اگر طلبہ کا اشتیاق واصرار حد سے گزرتا تو سرسری طور سے قاضی صدرا وغیرہ جو عام علماء کی نظر غائر سے کہیں اعلیٰ ہے پڑھا دیا کرتے ورنہ اکثر توحید تلامذہ کے سپرد معقول کے اسباق کر دئیے گئے تھے۔ بسفر حرمین شریفین جو متعدد بار آپ نے فرمائے بھانہیں متواتر ایام قیام میں بحکم مرشد و سجادہ بخاری شریف کے بلشرت ودر علی الاتصال بطور وظیفہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ سوائے حاجات ضروریہ بشریہ کے اکثر اوقات بخاری شریف کے دور میں مشغول رہتے تھے یہی سبب تھا کہ پاک سفروں کی برکت اور قوت حافظہ کی جودت سے بخاری شریف حرفاً حرفاً آپ کو قریب حفظ تھی اور آپ کی فضیلت سب سے اعلیٰ و بالاتھی کہ جس طرح آپ کلام الٰہی کے حافظ تھے اسی طرح احادیث نبوی کے بھی حافظ تھے۔ آپ کے تلامذہ میں آپ کی صحبت سراپا برکت کے اثر سے بخصوصی شرف مولانا حافظ شاہ عبدالصمد صاحب چشتی مودودی سہسوانی کو بھی حاصل تھا کہ وہ بھی اکثر ہارہائے بخاری شریف کے حافظ تھے اور حافظ بخاری شریف کہے جاتے تھے اکثر مفتیان زمانہ حال میں یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ فتویٰ بغیر دیکھے بھالے بے سند لکھدیتے ہیں یا اگر سند لکھتے بھی ہیں تو جواب بیگانہ ہوتی ہے لیکن آپ کا خاص ارشاد و حکم محکم ہے کہ فتوے لکھتے وقت نہایت احتیاط بجالاؤ جبتک مخصوص جزئیہ نہ ملے قلم نہ اٹھاؤ محض یادداشت سے مستند کتب سے حوالہ ضروری سمجھو۔ کچھ مدت تک طلبہ نے بالالتزام فتاویٰ جمع کرنے کا انتظام کیا تین مجلدات صحیحہ مرتب کئے گئے۔ اس کے بعد کثرت فتاویٰ اور قلت ... قد...

کے باعث یہ التزام ترک ہو گیا۔ اگر ترتیب و جمع کا خیال اور کوشش رہتی تو آج اہلسنت کو فتاوے نویسوں کا منت کش احسان نہ ہونا پڑتا کاش موجودہ ذخیرہ ہی اگر طبع ہو جائے تو لمبے لمبے دعوے والے ساری لن ترانیاں بھول جائیں۔ یہ خاص شان آپ کے ہی دارالافتا کی ہے کہ فتاوی میں مطلب سے زیادہ طویل تمہیدیں اور مقدمے کاغذ سیاہ کرنے اور نمائشی خانہ پری کرنے کے لئے نہیں بنائے جاتے بلکہ فقط نفس جواب اور صریح سند ایسی واضح طور سے کہ مفید عامۂ اہل اسلام ہو لکھدی جاتی ہے۔ اگر علمائے زمانہ کی طرح نام آوری ملحوظ ہوتی تو خدا معلوم کتنے حواشی کتب درسیہ اور دفاتر مطولہ و اسفار مبسوط تصنیف ہو جاتے۔ مگر نہیں یہاں تو ہمیشہ سے نور عرفاں کے جلوے اور فقر و فنا کے سراپا عجز و انکسار پر تو ے نے علم جیسے بلند بالا مرتبہ اور آپے سے چل نکلنے والی اور غرور و ناز و انداز والی چیز کو اتنا دبایا کہ برائے نام بھی حرف تفاخر زبان تک نہ آیا جبتک شرعی ضرورت شدید نے مجبور نہ کیا قلم نہ اٹھایا۔ فتنہ نجد کی دہکتی آگ بھڑکتے شعلے جب حد سے زیادہ آتش فشانیاں دکھانے لگے۔ قلم حق رقم نے گردش کی وہابیہ اسماعیلیہ و اسحاقیہ و قاسمیہ اور فرق روافض و تفضیلیہ کے الحاد پرور خیالات کی بیخ کنی فرمائی مگر تصانیف میں وہ ہی حقانیت کا رنگ وہ ہی تہذیب و متانت کی شان جو علمائے اہل حق کے شایاں شان ہے رونما رہی۔ آج کل کے خود نما مولویوں کی طرح طومار بیکار کا انبار نہ لگایا نہ دوسرے نامہذب مصنفوں کا طریقہ لیا کہ ہر ہر حرف ہر ہر لفظ سے ضلع جگت کے ایجادی خرافاتی اصطلاحات نے زنان بازاری کی زباں درازیوں کو شرما دیا ہے۔ حضرت تاج الفحول رح کی تصانیف ایک انوکھا انداز اور نرالا پہلو لئے ہوئے ہیں تحقیق کا گویا اختتام کر دیا ہے آپ کو تصنیف کا بے حد شوق تھا لیکن زیادہ تر تصانیف تلامذہ کے نام سے شایع ہوئی ہیں مدرسہ عالیہ قادریہ کے عظیم الشان کتب خانہ میں صدہا مسودات مختلف علوم و فنون علم کلام و مناظرہ میں دست اقدس کے لکھے ہوئے خود اس ضیار بے ریا کی آنکھوں نے دیکھے ہزارہا کتب کا ذخیرہ الحمد للہ کہ کتب خانہ میں موجود ہے مگر آپ کے زمانہ کی کوئی کتاب

ایسی نہیں کہ جس کے حاشیہ پر آپ کے قلم کی تحریرات موجود نہ ہوں ۱۳۲۳ھ میں جب
حضرت صاحبزادہ گرامیقدر مولانا عاشق الرسول محمد عبد القدیر صاحب قبلہ مدظلہم العالی
نے ترتیب کتب خانہ کا قصد فرمایا۔ اس خادم کو بھی حکم ہوا کہ ایام تعطیل اور فرصت
کے وقت ترتیب و تحریر اسمار کتب کی خدمت انجام دے۔ اُس وقت حضرت تاج الفحول
کی وسعت نظر کا اندازہ ہوتا تھا کہ جس کتاب کو اٹھا کر دیکھئے سرورق پر کتاب کا لب لباب
اور اُس کے ضروری مسائل کا اندراج آپ کے قلم کا لکھا ہوا موجود ملتا تھا۔ حق تو یہ ہے کہ آپ
فارق حق و باطل تھے جملہ فرق مبتدعہ و باطلہ کی آپ نے اور آپ کے تلامذہ نے اور
تلامذہ کے تلامذہ نے اس قدر خبر لی کہ انتہا ہو گئی اعلیٰ حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہ
راہ اول تھے حضرت تاج الفحول خاتم وہ موجد تھے یہ مکمل اُنھوں نے ایک پودا لگایا
انھوں نے سینچکر اور پرورش کر کے یہ نوبت پہنچائی کہ بروبار لایا تمام جہان نے فیض پایا۔
واعظین شیریں گفتار مقررین تیز و طراران نگاہوں نے ہزاروں دیکھے اور میں تو دعوے
کرتا ہوں کہ موجودہ واعظین و مقررین ہند میں شاید ہی کوئی ذات ایسی ہو گی جس کی
لذت تقریر سے ضیا بے نوا کے کان نا آشنا ہوں۔ مگر وہ سادگی وہ سلاست وہ زور تقریر وہ
قوت استدلال جب یاد آتی ہے بے ساختہ زبان سے نکل جاتا ہے چہ نسبت خاک را
با عالم پاک۔ احادیث صحیحہ کا نفس ترجمہ سلسلہ وار معہ حوالہ کتب اس پر اثر انداز سے
بیان کیا جاتا تھا کہ اہل نظر یہ سمجھتے تھے کہ مسند حرم پہ حضرت امام مالک رض جلوہ افروز
ہو کر درس حدیث دے رہے ہیں۔ خدا جانتا ہے وہ مقدس صورت وہ نورانی چہرہ وہ
سفید چادر وہ چھوٹی سی تاج کرامت دستار کس قیامت کی دلکش ادائیں۔ نظر فریب
سج دھج رکھتی تھیں کہ مظہر حق کو دیکھ کر من رآنی فقد رأی الحق کا جلوہ پیش نظر ہو جاتا تھا مجلس
آراستہ ہے۔ تخت پر سفید چادر رکا دو مالہ مارے حضور رونق افروز ہیں نگاہیں حیا کی تپلیاں
نیچے سے اوپر نہیں اُٹھتی ہیں زبان مبارک سے آیہ شریفہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء
علی الکفار رحماء بینہم کی ایک عجیب سادگی بھرے انداز کے ساتھ تلاوت فرما کر سلسلہ بیان
شروع فرما دیا ہے۔ اس وقت دیکھئے تقریر کی وضاحت فصاحت صفائی شستگی تاثیر

روزمرہ۔ سادہ سادہ بلا تکلف معمولی الفاظ ادا ہوتے ہیں جن میں رنگ آمیزی کا ذرا بھی نام نہیں لیکن سامعین کے قلوب کھنچے جاتے ہیں سننے والوں کے سینہ نور ایمان سے چمکے جارہے ہیں دل خود بخود دھو جاتے ہیں۔ ہائے

دل میں اک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے مجھے کیا جانئے کیا یاد آیا

اب تو ہزاروں وعظ سنے ہزاروں تقریریں کانوں میں پڑیں مگر کوئی نظر میں نہیں جچتی فقرو فنا کی شان تصوّف و عرفان کا رنگ اگرچہ صبغۃ اللہ کی چوکھی رنگت میں آپ کو رنگ گیا تھا منزل قرب میں اس درجہ اتصال اور ذوق وصال آپ کو حاصل تھا کہ نظروں سے حجابات اٹھاکر بے پردہ جلوہ گری کا خمار آنکھوں میں ہر لحظہ کیف انگیز تھا۔ اس رویت بے حجابی کا تذکرہ مولانا الحاج احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اپنے قصیدہ چراغ انس کی ایک شعر میں کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

میں بھی دیکھوں جو تو نے دیکھا ہے	روز سعی صفا محب رسول
صفا مردہ پہ تو نے جو دیکھا	وہ مجھے بھی دکھا محب رسول
ہاں یہ سچ ہے کہ یاں وہ آنکھ کہاں	آنکھ پہلے دلا محب رسول

باوجود اس فروغ منزلت اور اوج اتصال کے کیا مجال کہ اپنے فضل و کمال کا کچھ تذکرہ بھی کبھی زبان تک آجاتا۔ یہ تو بڑی بات تھی ایسی باتوں کا سننا تک ناگوار خاطر تھا چنانچہ یہی قصیدہ چراغ انس جب فاضل بریلوی نے نیازمندانہ عقیدت کے ساتھ لکھکر خدمت اقدس میں پیش کیا آپ نے بکمال تواضع و انکسار اپنی زندگی میں اس کی اشاعت کی حضرت مولانا بریلوی کو ممانعت فرمائی۔ اگرچہ مولوی قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم نے کسی صورت سے قصیدہ حاصل کرکے تحفہ حنفیہ پٹنہ میں شایع کرکے اپنی کمال عقیدت کا (جو حضرت تاج الفحول کے ساتھ قاضی صاحب مرحوم کو تھی) ثبوت دیدیا کمال فقر کی پردہ داری اس درجہ بلحوظ خاطر تھی اور اس قدر انتفاء راز منظور تھا کہ باوجودیکہ ہزاروں کرامتیں انجام حاجات تحصیل مرادات

اخبار مغیبات وغیرہ رات دن ظاہر ہوتی تھیں مگر اُن کو اس پیرایہ میں ادا کیا جاتا تھا کہ سوائے واقفان حال کے کوئی کچھ نہ سمجھ سکتا تھا اگر شمائل وعادات پر نظر دوڑانا منظور ہے تو شمائل ترمذی وغیرہ کتب صحاح حدیث کھولکر بیٹھ جائیے۔ اور حدیث کی مطابقت کرتے چلے جائیے قوت القلوب و احیاء العلوم لائیے اور ورق ورق لوٹیئے اور ربط دیجئے۔ انشاء اللہ ایک ملکہ ایک عادت بھی سنت سنیہ اور طریقہ صوفیہ علیہ سے مخالف اور احاطہ شریعت سے باہر نہ ملے گی۔ اتنی پابندی شریعت و اتباع سنت حرکات وسکنات اقوال افعال عادات میں بالکل سلف صالحین کا ظہور تھا۔ اتباع سنت اختیاری و اضطراری کا خاتمہ خداوند عالم نے آپ کی ذات پر کر دیا یہانتک کہ جس طرح حضور سید عالم روحی لہ الفدا کے دنیا سے پردہ فرمانے کے وقت کاشانۂ نبوت میں روغن چراغ موجود نہ تھا اور ردائے مبارک راہن ہو کر روغن فراہم کیا گیا تھا۔ اس سنت سنیہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اضطراری حیثیت سے اس طرح ظہور پذیر ہو کر رہا کہ جس وقت آپ کا جسد اطہر روح سے مفارقت اختیار کر چکا اور جنازہ مقدسہ مدرسہ عالیہ سے دولت خانہ کے اندر پہونچایا گیا تو مکان میں چراغ گل ہو چکا تھا اور اُس قدر روغن موجود نہ تھا یہانتک کہ اودھار منگایا گیا۔ عام مخلوق پر رافت ورحمت خاص بھی لیکن مذہبی امور میں پوری حمیت جو جوہر ایمان ہے اور الحب للہ والبغض للہ کی شان ہے ہر وقت مثل آفتاب آپ میں نمایاں تھا حقانیت کا کمال شان جلال کا پہلو لئے ہوئے ہر وقت آپ کی جبین روشن سے آشکار تھا جس کا اظہار ندوۃ العلماء کی مخالفت میں علی الاعلان ہو گیا۔ ایک جہان اسلام نے بخوبی دیکھ لیا کہ اہل حق اس آن بان کے ہوتے ہیں۔ صرف آپ کی ایک ذات تھی جس نے جماعت حقہ اہلسنت کو اس تقیہ ساز معجون مرکب کے فساد سے بچا لیا۔ مخالفین نے انتہائی قوتیں صرف کردیں کہ آپ کے دشمنوں کو نقصان پہونچے اور آپ کی زبان فیض ترجمان سے ندوہ مخذولہ کے مصائب ومکائد کا اظہار نہ ہو لیکن یہ زور حقانیت تھا کہ جہاں ندوہ کے سالانہ جلسے ہوئے ڈنکے کی چوٹ علماء ندوہ کو مخاطب بنا بنا کر دینی نقائص جو ندوہ کے اعتزال آمیز

اثر سے عقاید پر پہونچنے کا اندیشہ تھا ظاہر کئے۔ مگر علمار میں تو اس جرأت کا کوسں تھا ہی نہیں
جو علمی مرد میدان بنکر آپ کے سامنے آتا یا مذہبی حیثیت سے ندوہ کا استحسان بدلائل
علمی ثابت کرسکتا البتہ ناحق کوش یہ شرمناک حرکات کرنے کی ہر جگہ کوشش کرتے
کہ کچھ وکیل کچھ بیرسٹر کچھ زردار کچھ تونگر کچھ عمال کچھ ڈپٹی کلکٹر اپنے مساعی امکانی سے درپے
ایذا رسانی ہو جاتے۔ مگر لاخوف علیہم ولاہم یحزنون کی شان جلوہ نما ہو کر دنیاداروں کی
امیدوں پر بھی پانی پھیر دیتی وہی مخالف جس وقت آپ کے سامنے آتے اور آپ کے
ارشادات طیبات سنتے بندہ حق ہو کر گرویدہ اخلاق ہو جاتے۔ بریلی کے جلسہ میں
تو ایک جمعہ میں علمار ندوہ کی جماعت بالخصوص جناب مفتی لطف اللہ
صاحب علی گڈھی وغیرہ سب ہی موجود تھے اور جس وقت ان بزرگواروں کو یہ معلوم
ہوا کہ حضرت تاج الفحول بھی تشریف فرما ہیں اور اظہار حقانیت پر آمادہ ہیں تو فرض
جمعہ پڑھنے کے بعد ہی ایک ایک دو دو آنکھ بچا کر چلتے بنے۔ خود مفتی صاحب کا ایک
بے سروپا انداز سے مسجد سے تشریف لیجانا مشہور واقعات ہیں۔ یہ سب مذکور حضور کے
علم وفضل واخلاق کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا برکات باطنیہ اور فیوض روحیہ کا ذکر ایک مشکل
کام ہے اس کے کنہ کا ادراک محال عادی ہے ہم کیا جانیں جاننے والوں سے سنا
ہے اور اہل بصیرت و باطن شناس اکابر کا کہا ہوا معلوم ہے۔ کہ آپ کا وجود محمود دنیاء
اسلام کے لئے باعث فخر و مباہات تھا بغداد کی تجلی نے بدایوں میں جلوہ ریز ہو کر دنیا کو
نور باطن و ظاہر سے جگمگا دیا۔ مدرسہ قادریہ کی فیض بخش چہار دیواری کے اندر چاروں
طرف سے متلاشی حق اکرشاہد مرام ہوتے اپنی نگاہوں نے دیکھے ہیں۔ کوئی ایسا ہی
منحوس دن ہوتا ہوگا کہ دو چار مسافر علما۔ فضلا۔ مشائخ۔ آپ کی خدمت اقدس میں
حاضر ہو کر دوسعہ۔ دینار علم۔ فضل۔ برکات۔ انوار سے مشرف نہ ہوتے ہوں۔ اس ابر کرم
وسحاب رحمت کی بارش انوار وبرکات سے عالم فیضیاب ہوا اگرچہ مرشد برحق سے
سلاسل قادریہ۔ چشتیہ۔ نقشبندیہ۔ سہروردیہ۔ مداریہ وغیرہ میں اجازت مطلقہ حاصل
تھی اور ہر سلسلہ کے نکات۔ رموز منازل مواقع اسرار انوار وغیرہ سے واقفیت کاملہ

حاصل تھی مگر نسبت قادری کا ایسا غلبہ تھا کہ جبتک کوئی دوسرے سلسلہ میں داخل
ہونے کا اصرار نہیں کرتا اُس میں داخل نہ فرماتے۔ چنانچہ یہی طریقہ حضرات مارہرہ مقدسہ
کا تھا۔ مشائخ زمانہ کی طرح ہمارے حضرات میں بہ عموم کبھی نہیں ہوا کہ ادھر کوئی مرید ہوا
اودھر خلیفہ بنا دیا گیا بلکہ مخصوص و مستحق حضرات کو یہ امانت سپرد کیجاتی ہے۔ حضرت تاج الفحول
قدس سرہ کے خلفاء میں بجز حضرت اقدس صاحب سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ دامت برکاتہم
اس نواح میں کوئی مستقل صاحب مجاز بھی راقم کے علم میں نہیں حضور غوث اعظم رضی اللہ
تعالےٰ عنہ کی توجہ خاص جو آپ پر تھی اس کا کہنا مستغنا اظہر من الشمس ہے اسی طرح حضور غریب نواز
کی کرم آمیز نگاہوں نے سنجری رنگ میں آپ کو ایسا رنگا کہ حاضری بغداد شریف کے بعد
ہر سال بلا کسی مانع خاص کے اجمیر شریف میں حاضر ہونا ایک معمول ہو گیا۔ حضرت شیخ اکبر
محی الدین ابن عربی رح کے ساتھ بالخصوص علاقہ باطنیہ تھا جس کا اظہار ایک سرّ غیبی کا افشا
ہے۔ متعدد بار حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ دیگر اماکن متبرکہ عراق و
شام بالخصوص نجف اشرف۔ کربلائے معلی۔ کاظمین معظمین۔ بغداد اشرف البلاد و بیت المقدس
وغیرہ کے فیوض و برکات بھی حاصل فرمائے ہندوستان کی سیاحت دس بارہ
برس تک برابر بعد وصال مرشد برحق اس طرح فرمائی کہ شاید ہی کوئی مزار ہندوستان میں
ایسا ہوگا جہاں آپ رونق افروز نہ ہوئے ہوں اور جہاں آپ کا وعظ نہ ہوا ہو خصوصاً
مزارات حضرات سلسلہ عالیہ قادریہ ہند و عرب و شام و عراق میں کوئی ایسا نہیں جہاں
آپ تشریف نہ لیگئے ہوں اس سیاحت کا مفصل ذکر آپ کی مفصل سوانح عمری
میں جس کا نام (گلستان قبول در احوال محب الرسول ہے) مذکور ہے جو عنقریب شایع
ہونے والی ہے یہ مختصر حالات گویا مشتے نمونہ از خروارے تحریر کر دئے گئے اصل سوانح
عمری سے آپ کی شان کمال آپ کے مراتب رفیعہ آپ کے بحر علم کا اظہار ہوگا فی الحقیقت
آپ اپنے زمانہ میں امام الانام اور شیخ الاسلام تھے عرب و عجم شام عراق ہند و سند جمیع
بلاد اسلامیہ میں آپ کی بزرگی و فضل و کمال مسلم ہے علماء مشائخ عصر نے متفقہ طور پر
اپنی اپنی جماعتہ میں آپ کو تاج الفحول کے مبارک خطاب سے سراہا۔ آپ کے مناقب

نظم و نثر میں تحریر کئے گئے۔ رسالوں میں کتابوں میں آپ کے محامد و محاسن کے نغمہ گائے گئے۔ آج کوئی علمی درس گاہ کوئی باطنی خانقاہ ایسی نہیں جہاں آپکا احترام کے ساتھ نام نہ لیا جاتا ہو۔

چھیاسٹھ ۶۶ سال تک جہان اسلام پر آپ کے دامان حیات کا سایہ رہا۔ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ ہجری کو اتوار کا دن گزار کر شب دوشنبہ میں بعد ادائے نماز مغرب ایک ہفتہ کی علالت کے بعد اس آفتاب فضل و کمال نے ہمیشہ کے لئے آنکھوں سے پردہ فرمایا۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)۔ جہان تاریک ہو گیا سارا شہر ماتمکدہ بن گیا۔ ہزارہا مخلوق الہی مجتمع ہونا شروع ہوئی بعد نماز فجر تجہیز و تکفین کی گئی عیدگاہ شمسی میں کثرت اجتماع کی وجہ سے اور معمولات خاندانی کے موافق نماز جنازہ ادا ہوئی حضرت قبلۃ الاولیا مولانا شاہ مطیع الرسول محمد عبدالمقتدر صاحب قبلہ مدظلہم الاقدس نے امامت فرمائی مرشد برحق اور والد بزرگوار کے پہلو میں سمت قبلہ جسد اطہر کو سپرد خاک کیا گیا۔ صدہا تواریخ وصال علما و مشائخ مریدین و متوسلین نے تحریر کیں جو ایک مجلد میں قلمبند کرائی گئیں ہیں۔ صرف جناب اسیر مدظلہ کی تاریخیں جو مختلف صنائع و بدائع میں ہیں خلوت گاہ انوار میں مطبوع ہو چکی ہیں۔ ہزاروں مادہ ہائے تاریخ مورخ بے عدیل قاضی شمس الدین قادری نے تحریر کی ہیں جن کا مشاہدہ عرس شریف میں ہزاروں نگاہیں کرتی ہیں گلستان قبول کے ایک حدیقہ میں یہ گلہائے تاریخ بھی شگفتہ نظر آئیں گے۔

پہلی شادی آپ کی خاندان میں مولانا ظہور احمد صاحب مرحوم کی لڑکی سے ہوئی جو مریدہ و اماد حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہ المجید کے تھے ان کے بطن سے حضرت مرشدی و ملجائی حضرت مولانا شاہ مطیع الرسول محبوب حق قبلہ دامت برکاتہم اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں صاحبزادی صاحبہ کی شادی مولوی خواجہ عبداللہ صاحب دہلوی کے ساتھ ہوئی اُن سے دو صاحبزادہ خواجہ رضی الدین اور خواجہ نظام الدین موجود ہیں۔ ان دونوں لڑکوں میں خواجہ نظام الدین وہ بچے ہیں جو ایک عالم میں روشناس ہو چکے ہیں اس وقت مولوی فاضل کی خواندگی پڑھتے ہیں لیکن مولانا حکیم عبدالماجد صاحب کے

حسن تربیت سے وعظ و تقریر میں وہ ملکہ حاصل کیا ہے کہ ہزار ہا اشخاص کے مجمع میں اس
آزادی کے ساتھ تقریر ہوتی ہے کہ سننے والے محو حیرت ہو جاتے ہیں علاوہ بدایوں کے
بیرونجات میں مولانا ماجد میاں کی ہمراہی میں رہکر پوری شہرت حاصل کرلی ہے خدا
نظر بد سے بچائے تھوڑی سی عمر میں سیکڑوں دلوں میں گھر کر لیا ہے۔ حضرت صاحبزادہ
مولانا عبدالقدیر صاحب کے حلقہ درس میں زیر تعلیم ہیں خداوند کریم علم و فضل عطا فرمائے
بڑے لڑکے خواجہ رضی الدین علوم دینیہ کی تعلیم پاتے ہیں۔ حضرت تاج الفحول قدس سرہ
کی یہ صاحبزادی صاحبہ نہایت عابدہ و صالحہ تھیں اپنے والد بزرگوار سے دینیات کی تعلیم بھی
بخوبی پائی تی خصوصًا فقہ نہایت اہتمام سے پڑھائی گئی تھی۔ اپنے والد سے بے انتہا
محبت تھی اور ہر وقت والد کی یاد وظیفہ تھی چنانچہ جب حضرت تاج الفحول کا وصال
ہوا صدمہ مفارقت برداشت نہ ہوسکا جنازۂ مقدس سے شب بھر جدا نہ ہوئیں اور
حالت غشی کی طاری رہی اسی صدمہ میں دو ہفتہ کے بعد ہی خود بھی راہی ملک
بقا ہوئیں۔ دوسری شادی آپ کی دہلی میں خواجہ ضیاء الدین صاحب کی صاحبزادی
سے ہوئی خواجہ صاحب کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے حضرت شہاب الاولیا
شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اور والدہ
کی طرف سے حضرت سلطان نقشبند خواجہ خواجگان خواجہ بہار الدین نقشبندی رضی اللہ
عنہ تک پہونچتا ہے خواجہ صاحب بفضلہ ابھی تک بقید حیات ہیں۔ ضیا تخلص
کرتے ہیں غالب و ذوق دہلوی کے زمانہ کی شاعرانہ مجلسیں دیکھی ہوئے ہیں کلام
میں ایک عجیب کشش اور شستگی ہوتی ہے حضرت مولانا شرف الدین شہید دہلوی
قدس سرہ کی صحبت سراپا برکت میں رہکر تربیت و تلمذ حاصل کیا ہے حضرت سیف اللہ
المسلول رح کے مریدوں میں ہیں عجیب خوش قسمت ہیں پوتے اور نواسے کو اپنی
آنکھوں دیکھکر پرنواسے کی صورت تک دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ ان بی بی صاحبہ
کے بطن سے حضرت صاحبزادہ مولانا عبدالقدیر صاحب اور دو صاحبزادیاں موجود
ہیں جو الحمد للہ صاحب اولاد ہیں۔

حضرت تاج الفحول کی تصانیف ردّ وہابیہ ہیں اکثر مطبوع اکثر غیر مطبوعہ موجود ہیں منجملہ اُن کے
حقیقۃ الشفاعۃ علی طریق اہل السنۃ والجماعۃ مولوی نذیر حسین دہلوی کے ردّ میں ہے
شفاء السائل بتحقیق المسائل ہے جس میں ایک سو مسائل فقہیہ و اعتقادیہ کی تحقیق و تفریح
کی گئی ہے۔ رسالہ سیف الاسلام ہے جو مولوی بشیر قنوجی کے رسالہ تائید الکلام کا رد
ہے جس کو قنوجی صاحب نے مولانا سلامت اللہ صاحب کشفی بدایونی کے رسالہ
اشباع الکلام کے رد میں لکھکر دربار نبوت سے کمال گستاخی کا اظہار کیا تھا سیف الاسلام
میں مولود شریف اور قیام کے متعلق بسیط تحقیق کی گئی ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے مخالفین
محافل میلاد شریف کو ساکت کر دیا ہے۔ ایک رسالہ ہدایت الاسلام رد روافض
میں ہے ایک رسالہ احسن الکلام فی عقائد الاسلام عربی میں عقائد میں ہے جس کی شرح
مولانا عبد الماجد صاحب کا اردو رسالہ خلاصۃ العقائد ہے۔ ایک رسالہ تقویۃ الایمان
کا کامل رد ہے جو غیر مطبوعہ ہے۔ ایک رسالہ عربی میں مصافحہ کی تحقیق میں مطبوعہ ہے
اسی طرح بہت سے رسائل غیر مطبوعہ مختلف علوم و فنون میں ہیں جن کا مفصل تذکرہ
گلستان قبول میں ہے۔ علاوہ کتب دینیہ کے شاعرانہ دماغ کے ثمرات چار دیوان
ہیں جو نعت و مناقب میں ہیں ایک عربی کا دیوان ہے ایک فارسی کا و اردو کے
مناقب حضور غوث پاک میں ہیں ایک مجلد ضخیم تاریخ بدایوں ہے جو ۱۲۸۴ھ میں تاریخی
نام کے اعتبار سے لکھی تھی اس تاریخ میں بظاہر بدایوں کے اولیاء اللہ کے حالات ہیں
لیکن در اصل یہ مرقع ہندوستان کے اکثر مشاہیر مشایخ۔ علماء۔ فضلا کے حالات زندگی
کا ہے۔ اس میں ابتدائے زمانہ سے لیکر اپنے وقت تک بدایوں کے اولیا۔ علماء۔
شعرا۔ اطبا۔ حفاظ۔ شرفا کا جداجدا طبقات میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور اوسی ضمن میں کہیں
علماء کے طبقہ میں شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی تصانیف پر تنقید کی گئی ہے کہیں شعرا
کے ذکر میں غالب کا اُن کے معاصرین کے ساتھ موازنہ کیا گیا ہے۔ غرض ایک عجیب و
غریب مجموعہ ہے در اصل سب سے زیادہ مدد راقم الحروف کو اسی تاریخ بدایوں سے ملی
ہے اس تاریخ کے بعض حصوں کا ترجمہ ڈپٹی عبد الکریم خاں نے قلمبند کیا تھا جو سرکاری

دفتر میں موجود ہے یہ تاریخ آپ نے فارسی میں تحریر فرمائی تھی اور اصل مسودہ صاف ہونیکی
نوبت نہ آئی جس کی وجہ سے اوراق بالکل منتشر حالت میں ہیں اس کا حرف بحرف
ترجمہ مولانا انوار الحق صاحب عثمانی مرحوم نے اُسی ترتیب کے ساتھ اُردو میں کیا ہے۔
یہ دونوں مسودات راقم ہیچمدان کی ہمت افزائی کا باعث ہو رہے ہیں اگرچہ بدایوں
میں بہت سے لوگ اس تاریخ نویسی کی خدمت کر رہے ہیں اور اکثر تاریخیں لکھی جا چکی
ہیں۔ لیکن جی چاہتا ہے کہ اگر وقت ملا اور ضرورت باقی رہی تو اس نیاز مند ضیا کے
قلم سے بھی شاید کچھ اوراق رنگے جائیں۔ خیر زندہ ہے اگر یار تو صحبت باقی۔ آیندہ کا علم
خدا کو ہے۔

حضرت تاج الفحول کے کثیر التعداد طلبہ ہیں بعض کے نام بغرض آگاہی ناظرین قلمبند
کئے جاتے ہیں منجملہ تلامذہ شہر کے اصحاب ذیل شرفا و معززین سے ہیں۔
مولوی محب احمد صاحب۔ مولانا فضل احمد صاحب۔ مولانا فضل مجید صاحب
مرحوم۔ مولانا فصیح الدین صاحب مرحوم عباسی۔ مولوی حافظ اعجاز احمد صاحب مرحوم۔
مولوی غلام غوث صاحب وجد عباسی مرحوم۔ مولوی سید مطیع احمد صاحب التقوی مرحوم
مولوی حکیم ولی احمد صاحب مرحوم۔ مولوی ضیاء الحسن صاحب مرحوم۔ مولوی اقتیاز احمد
صاحب تاثیر مرحوم۔ مولوی علی احمد خانصاحب اسیر مدظلہ عربی پروفیسر آگرہ سینٹ جانس
کالج۔ مولوی امتیاز الدین مرحوم غزنوی۔ مولوی منصب علی مرحوم نادر شاہی۔ مولوی
رضا احمد وکیل مرحوم۔ مولوی غفور بخش صاحب قادری وکیل۔ قاضی عبد العلام صاحب
قاضی ظہور الاسلام مرحوم عباسی مولوی سید عرفان علی صاحب مرحوم۔ مولوی محمد
عظیم الدین صاحب مرحوم وکیل اعظمگڈھ۔ منشی حمید الدین احمد صاحب مرحوم ڈپٹی کلکٹر۔
مولوی سدید الدین صاحب مرحوم شائق عباسی۔ مولوی جمیل الدین صاحب خطیب جامع
مولوی خان بہادر رضی الدین صاحب وکیل۔ مولوی خورشید حسین مرحوم صدیقی۔
مولوی حکیم نثار احمد صاحب مرحوم۔ قاضی شمس الدین صاحب قادری۔ مولوی مفتی
کرم احمد صاحب۔ مولوی غلام شبر صاحب۔ حافظ علی احمد محمود اللہ شاہ مذاقی

مولوی ابرار الحق صاحب کیف مرحوم۔

تلامذہ بیرونجات

مولانا عبد الرزاق مکّی۔ مولانا سید مصطفےٰ صاحب قدس سرہٗ تاجدار مسند غوثیہ پیر
حضرت بغداد۔ حضرت سیدی شاہ ابو الحسن احمد نوری میاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ
حضرت حافظ شاہ سید اسمعیل حسن صاحب۔ جناب سید شاہ حسین حیدر صاحب۔
صاحبزادگان مارہرہ شریفہ۔ مولانا سید شاہ عبد الصمد صاحب مودودی چشتی۔ مولوی
امیر احمد صاحب غیر مقلد۔ مولوی سلطان بخش صاحب۔ مولوی سید پرورش علی صاحب
ساکنان سہسوان۔ مولانا محمد حسن صاحب مرحوم اسرائیلی۔ مولانا نجم الدین صاحب
مولوی حکیم غلام حسنین صاحب ساکنان سنبھل۔ مولوی حکیم مبارک حسن خاں صاحب
اکبر آبادی۔ مولوی قاضی معین الدین صاحب کیفی میرٹھی۔ مولوی عبد الاحد ساکن الدین
ضلع میرٹھ۔ مولوی مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی۔ مولوی فضل احمد صاحب جلیسری
مولوی رحمت حسین صاحب عظیم آبادی۔ مولوی نیاز احمد خاں صاحب دہلوی۔
مولوی تفضل حسین صاحب سید نی پوری۔ مولوی حافظ بخش صاحب ساکن آنولہ
اخوند عبد الرزاق صاحب قندھاری۔ مولانا شاہ محمد عمر صاحب حنبلی قادری حیدر آبادی
مولوی فقیر اللہ صاحب پنجابی۔ ملاں محمد عارف ولایتی۔ مولوی محمد نعمان صاحب
ولایتی۔ مولانا احمد الدین صاحب ولایتی مولنا عبد القیوم صاحب بادشاہ وغیرہم ضلع پشاور

خاتم مہر ولایت خاتم اہل معرفت تاجدار مسند ارشاد آئینہ کمال سلطان بغداد غوث زمان قطب دوران سیدی وسندی شیخی ومرشدی سلطان مشائخ آفاق حضرت مولانا شاہ غلام پیر محبوب حق مطیع رسول محمد عبدالمقتدر صاحب قبلہ مدظلہم الاقدس صاحب سجادہ عالیہ قادریہ۔

صحابہ کرام اولیاء عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پاک حالات اونکی طیب وطاہر زندگی کے واقعات بزرگوں سے سُنے کتابوں میں دیکھے جان ایمان میں تازگی آئی جذبات اسلامی نے شگفتگی پائی لیکن وہ صورت نظر نہ آئی کہ ان خوبان جہاں کی یکجا جلوہ فرمائی دیدہ مشتاق کی عینک بینائی ہوتی۔ الحمد اللہ ثم الحمد اللہ کہ دور آخر میں قرن اول کے جلوے ایک ذات جامع کمالات میں بے پردہ وبے حجاب دیکھے۔ تاجدار بغداد سلطان چشت کی عظمت وشوکت ایک آئینہ نے آئینہ کردی۔ شیخ سہروردی کا تقدس اون مقدس آنکھوں کے شہابی سرخ ڈوروں نے رشتہ جان وایمان بنایا شہنشاہ نقشبند کا جاہ ووقار نقاش ازل کے ایک محبوب سراپا ناز کے نقش عارض نے دلپذیر نقش کالحجر کردیا۔ وہ ذات سراپا برکات مدینۃ الاولیا بدایوں شریف کی زیب وزینت حضرت تاج الفحول فقیر قادری فقیر نواز رحمہ کے نور نظر کا وجود سراپا جود ہے جس نے یازدہم جمادی الاخریٰ وقت صبح روز دوشنبہ ۱۲۸۳ھ قدسی میں پردہ غیب سے عالم شہود میں جلوہ افروزی فرمائی چونکہ ایک روز اس بزرگ وبرتر ذات کو سلطان مشائخ آفاق ۱۲۸۳ ہونا تھا اس لئے سال ولادت کی تاریخ بھی اسی فقرہ سے اخذ ہوئی غلام پیر ۱۲۸۳ تاریخی نام میں شان قادریت کی جلوہ نمائی کا اہتمام ہو کیوں نہ ہو کہ گیارھویں شریف کے دن پیدا ہوئے وقت اور دن ولادت رحمت عالم کا وقت اور دن تھا۔ اسی لئے ہر وقت شان رحمت کا ظہور ہے۔ حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہ نے مطیع الرسول محمد عبدالمقتدر آپ کا اسم گرامی تجویز فرمایا اور ساتھ ہی حضرت تاج الفحول کو دوسرے نور نظر کی خوشخبری دیکر ارشاد فرمایا کہ اون کا نام عبدالقدیر رکھنا۔ پیدایش کے وقت سے شان ولایت آپ پر محیط تھی۔ چھ برس تک

بزرگ دادا کی پاک نگاہوں نے ولایت و معرفت کے گہوارہ میں پالا پرورش کیا
تسمیہ خوانی کی تقریب میں حضرت مولانا حکیم سراج الحق صاحب علیہ الرحمۃ نے بسم اللہ
شروع کرائی حضرت تاج الفحول نے اکیاون روپیہ نذر کے سلسلۂ تعلیم شروع ہوا۔

حضرت استاذ الاساتذہ مولانا نور احمد صاحب اور حضرت تاج الفحول کے مکمل کن فیض
درس نے تھوڑی سی عمر میں جملہ علوم و فنون میں کامل و مکمل کر دیا۔ ابھی صدہا نفوس
آپ کا بچپن و شباب دیکھنے والے موجود ہیں جو شان تقدس اب ہے یہی جلوہ یہی
رنگ پیشتر بھی تھا۔ ہوش سنبھالتے ہی عبادت و ریاضت کا شغل شروع کیا وہ آج تک
قایم ہے۔ زمانہ حیات حضرت تاج الفحول تک جلال علم جزو طبیعت تھا۔ تقریر و تحریر میں
شان استدلال کا زبردست رنگ ہوتا تھا ایک ایک مسئلہ پر دو دو چار چار روز تک
بحث رہتی تھی اکثر مسائل میں خلاف پہلو اختیار فرما کر زور تقریر پر طبع آزمائی کیجاتی تھی
جناب شہید مرحوم مولانا منیر الحق مرحوم ہم عمر و ہم درس تھے لیکن مباحث علمی میں آپ سے
عہدا برا ہو سکتے تھے سلسلۂ درس شروع کیا کتنے آئے کتنے فارغ ہو کر چلے گئے۔ اس کا
کوئی پاس و خیال ہی نہیں ہے۔ والد ماجد کا اس درجہ ادب و احترام کہ دوسرا اس سے
کبھی ممکن ہی نہیں کبھی اپنی زبان سے ایک لفظ نہ فرمایا جیسا کھلایا وہ کھایا جیسا پہنایا
وہ پہنا۔ آپ کی اس شان اتقا کی حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ جو عظمت فرماتے تھے وہ
دیکھنے والوں سے چھپی دبی نہیں ہے۔ بعد وصال حضرت تاج الفحول طبع اقدس بالکل
راغب الی اللہ ہو گئی۔ تمام علایق سے بے تعلقی شروع ہوئی ہر لمحہ ہر ساعت یاد الٰہی میں
صرف ہوتا ہے۔

حضرت تاج الفحول نے جب سند اجازت تحریری عطا فرمائی آپ نے نہایت شان
تواضع و انکسار کے ساتھ تحریری عذرات کیے مگر والد ماجد کے حکم قطعی کے سامنے کوئی عذر
پیش نہ گیا سب سے پیشتر مولانا حکیم عبد الماجد صاحب مواجہہ حضرت تاج الفحول آپکے
مرید ہوئے اس کے بعد اجرائے سلسلہ شروع ہوا ایام عرس شریف حضرت سیف اللہ المسلول
قدس سرہٗ میں بعد وصال حضرت تاج الفحول قدس سرہ۔ ماہ جمادی الثانی ۱۳۱۹ھ ہجری

آستانہ قادریہ میں بموجودگی علمار کرام ومشایخ عظام رسم سجادہ نشینی ادا کی گئی حضرت شیخ الاولیا مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ نے خرقہ پہنایا۔ اور خود نفس نفیس سب سے پیشتر نذر پیش کی۔ مولوی سدیدالدین صاحب شایق عباسی مرحوم نے اس تقریب میں ایک قصیدہ پڑھا جس کا اقتباس خالی از لطف نہیں ہی

قصیدہ

بادۂ عرفاں سے کیا لبریز ہی پیمانہ آج
میکشی سے مست ہی خود ساقی میخانہ آج

جس کو دیکھو کر رہا ہی شورش مستانہ آج
زور پر ہی حضرت بغداد کا میخانہ آج

مست آنکھوں نے کیا کس کی سر الست
ہوش سے باہر ہوا ہی کیوں دل دیوانہ آج

کیف میں مستی کے پڑتے ہیں بہ بڑھکر قدم
دیکھیں لیجائے کدھر کو لغزش مستانہ آج

ہیں غنی شاہان عالم سے فقیر قادری
ہی عیاں شان وعروج ہمت مردانہ آج

عین حق کا لال ہی مسند نشین قادری
دم قدم سے جس کے ہی پر نوریہ کاشانہ آج

درۃ التاج سعادت شاہ عبدالمقتدر
زینت سجادہ ہوا وہ گوہر یکدانہ آج

ایسے اچھوں نے پہنایا ہی فقیرانہ لباس
کیا رفیع المرتبت ہی صولت شاہانہ آج

ہی یداللہی ضیا ال رسولی ہی جھلک
آل احمد نے دیا ہی خلعت شاہانہ آج

بوالحسینی ہاتھ سے نکہت دوبالا ہوگئی
احمد نوری سے ہی پر نوریہ کاشانہ آج

آل احمد شاہ حمزہ حضرت آل رسول
خود بدولت دے رہے ہیں ہاتھ سے نذرانہ آج

عین حق اور مظہر حق حضرت فضل رسول
سب کا مظہر ہوگئی یہ صورت جانانہ آج

ہاتھ میں شیشہ بغل میں جام سر پر ہی سبو
کیجیے ساقی کی شایق خدمت مستانہ آج

بعد سجادہ نشینی اس مجمع البحرین کا بحر فیض تلاطم انگیز ہوا۔ ایک جہان سیراب ہو رہا ہی

آج دنیا اسلام میں یہی ایک آفتاب علم و عرفاں ہے جس کی تجلّی خیز شعاعیں دین و ایمان اور دل و جان کو منوّر کر رہی ہیں۔ ہزارہا بندگان خدا آتے ہیں اور راہ ہدایت پاتے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنھوں نے اس نیچی قبا والے سرکار کرم کے دامن میں پناہ لی ہے۔ مبارک ہیں وہ اشخاص جو اپنا ہاتھ اُس پاک ہاتھ میں دیکر ید اللہ فوق ایدیہم کے جلوے دیکھنا چاہتے ہیں۔ دوست دشمن یگانے بیگانے سب اُس صاحب کمالات کے مدح سرا پائے جاتے ہیں۔ نگاہوں نے خدا جانے کتنوں کو دیکھا کتنی صورتیں نظر سے گزریں لیکن خدا جانتا ہے کہ جو شان اس نورانی صورت میں دیکھی آجتک دیکھنے میں نہ آئی متقدمین کے مجاہدہ و ریاض تصرفات و کرامات و خوارق عادات کانوں سے سنتے تھے یہاں روزمرہ اشاروں کنایوں میں اُن تصرفات و خوارق عادات کی جلوہ نمائی دیکھتے ہیں اوقات شبانہ روز کو دیکھکر نگاہیں حشم سخنگو ہیں تکبیر کہتی ہیں کہ اللہ اکبر اس گئے گذرے زمانہ میں بھی ایسے باخدا موجود ہیں جن کی زندگی کا کوئی لمحہ کوئی ساعت کوئی آن یاد الٰہی سے خالی نہیں۔ اس عظمت و منزلت خداداد پر شان تواضع اور رنگ انکساری دیکھنے والے دیکھتے ہیں جاننے والے جانتے ہیں۔ دو مرتبہ حرمین طیبین اور ایک مرتبہ اماکن مقدسہ بغداد و کاظمین و نجف و کربلا کی زیارت سے وہاں کے انوار و برکات حاصل کئے خصوصاً دربار بغداد سے جو دولت لازوال پائی ہے وہ نیچی نیچی خدا بیں نگاہیں صاف کہے دیتی ہیں۔ باوجود کمال استغراق و محویت تا سر درس و تدریس کا سلسلہ بھی ہے اگرچہ کم تو بھی ضرور ہے مگر تکلف اور آن بالکل نہیں الف بے سے لیکر معقول و منقول کی انتہائی کتب تک جو چاہئے پڑھیئے۔ عربی ادب میں اب بھی باوجود بے تعلقی آپ کا نظیر و عدیل نو اح ہند میں نہ ملے گا بیان میں ایک خداداد روحانی اثر ہے جس سے قلوب خود بخود کھنچتے ہیں روزمرّہ کے سادہ سادہ الفاظ تصنّع اور رنگینی سے بالکل معرا آجکل کی واعظی سے بالکل جداگانہ دلوں میں نقش ہوہو جاتے ہیں کوئی دن خالی جاتا ہوگا کہ کہیں نہ کہیں شہر میں آپ کا وعظ نہ ہو مگر جب سُنیئے دل کو ہمہ تن گوش ہاے کیے قبض و بسط کا عالم بیان

کبھی یہ انداز بھی ہوتا ہے کہ علمار کرام کی مجمع میں بلا تکلف سادہ تقریر فرما دی کبھی یہ رنگ بھی دیکھا کہ عامیوں کی محفل میں شان علم کی جلوہ نمائی کے ساتھ بیان ہو رہا ہے جس وقت کیف استغراق اور خمار محویت سے جدا ہو کر بیان کر دیا مجلس کی مجلس درہم برہم ہو گئی کمال علم کے جوہر آشکار ہو گئے۔ ورنہ یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ زبان محو تقریر ہے اور دل کسی دوسری دھن میں ہے۔ دنیا کی دولت و ثروت اگرچہ قدموں سے لگی ہے مگر کبھی روپیہ پیسہ کو ہاتھ میں رکھنا تو بڑی بات نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں۔ ہاں غربا و مساکین فقرا و مسافرین کے لئے جب تک اپنے ہاتھ سے کچھ دے نہیں دیا جاتا جب تک ایک خاص بے چینی و اضطراب رہتا ہے دنیا میں اگر کوئی مسرت کا موقع ملتا ہے تو بس سائلین کی خدمت سے۔ غنی ابن غنی ہیں فقیر نواز بےکس نواز نور نظر ہیں سائلین بھی خوب لڑجھگڑ دامن مراد بھرتے ہیں۔ چونکہ سراپا شان رحمت و دود ۱۲۸۲ آپ کی پیدائش کی تاریخ مسعود ہے ہر وقت رحمت و جمال کی شان آشکار رہے۔ اس وقت عمر شریف پچاس کے قریب ہی لیکن قطع نظر روحانی قوت کے قوائے ظاہری بوجہ کثرت ریاض ضعف و نقاہت کی طرف مائل ہیں حتی کہ جمعہ کے دن حسب معمول جب آستانہ عالی کو تشریف لیجاتے ہیں تو راہ میں حضرت سیدنا علی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ کے لئے رک کر ایک آدھ جگہ اور قدرے قیام فرماتے ہیں۔ آج مخلوق الٰہی کی جانوں کا سہارا ایمانوں کی تازگی آپ کی ذات قدسی صفات سے ہے۔ جی چاہتا ہے کہ آپ کے قلزم محامد و مناقب کو کوزہ میں بند کروں مگر محال ہے۔ خداوند کریم آپ کا سایۂ رحمت آپ کا ظل عاطفت مسلمانوں کے سروں پر تا بہ ابد قایم رکھے اور آستانہ قادریہ کی رفعت و عظمت میں روز افزوں ترقی کرے۔ خداوندا ہم قادریوں کی آیندہ نسلوں کی حفاظت دین و ایمان کے لئے اس نائب غوث اعظم ابدال یقینی کو ایک فرزند نرینہ عطا فرمائے ہم بےکسوں کی دعاؤں کو سن لے اور شرف اجابت سے سرفراز کر آمین آمین آمین

مدرسہ قادریہ میں رہکر آپ کے قلزم فیض علم سے جو لوگ سیراب ہوئے ہیں

وہ حسب ذیل ہیں۔
مولوی سید ارتضا حسین صاحب۔ مولوی سید محمد عالم صاحب۔ مولوی حبیب الٰہی صاحب ساکنان مارہرہ شریفہ۔ مولوی حکیم عبدالشکور صاحب ساکن پٹنہ۔ مولوی عبدالحمید صاحب ساکن انگپور بنگال۔ مولوی سید رشید احمد صاحب بہاری۔ مولوی حافظ حکیم عبدالمجید صاحب قادری واعظ ساکن آنولہ۔ مولوی سید حسین احمد صاحب بیباک شاہجہان پوری مولوی حکیم فضل احمد صاحب گجراتی۔ مولوی بہاء الحق صاحب ہزاروی مولوی حافظ محمد موسیٰ صاحب قادری بمبئی۔ مولوی منیر الدین صاحب حیدرآبادی۔ مولوی سید غلام عباس صاحب کاٹھیاواری۔ مولوی سید عبدالوہاب صاحب حیدرآباد دکن۔ مولوی فاقت اللہ صاحب۔ مولوی قاضی محمد ابراہیم صاحب۔ مولوی حسین احمد صاحب۔ مولوی عبدالحیٔ صاحب مرحوم۔ حکیم فضیل احمد صاحب حکیم فضل الرحمٰن صاحب مولوی جمیل احمد صاحب سوختہ قادری۔ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب قادری۔ مولوی عبدالستار صاحب قادری۔ مولوی روشن علی صاحب۔ مولوی سراج الدین صاحب مولوی عبدالحمید صاحب بریلوی مولانا سید عیسیٰ علی صاحب قادری آنولہ

ـ۵ حضرت سید نا میر ناصر الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ پانچویں صدی ہجری کے ابتدا میں تشریف لائے حضرت پیر ملہم میرانجی صاحبؒ کے ہمراہیان میں قیاس کئے جاتے ہیں سادات کرام اور شہدائے جلیل القدر سے ہیں آپ کا فیض جاری و ساری ہے زیر فصیل قلعہ شہید ہوئے قریب مزار چند تعویذ اور ہیں جن پر ان کے ہمراہیان شہدا کا گمان ہوتا ہے۔ آستانہ قادریہ کے جانیوالے شہر سے نکلکر اوّل آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں مزار شریف ایک مختصر سے احاطہ کے اندر ہے صاحب طبقات الاولیا نے تاریخ احمدی مولفہ علامہ حمیری نیشاپوری سے آپ کی تاریخ شہادت کا جو قطعہ درج کیا ہے وہ یہ ہے **قطعہ** ناصر دین علی عالی جاہ ؛ پئے میراں برفت زیں خرگاہ
سال ترحیل آں خجستہ صفات ؛ غازی و زاہد و خدا آگاہ میشود گر تم واحیارا ؛ از علی شہید و گلشن جاہ
۴۰۹ ھ   ۴۰۹ + ۲۰ = ۴۲۹   ۲۰

نوشاہ حجلہ ارشاد و نونہال گلشن بغداد حضرت صاحبزادہ گرامیقدر مولانا عاشق الرسول محمد عبدالقدیر صاحب قبلہ ومد برکاتہم

حضرت تاج الفحول فقیر قادری فقیر نواز قدس سرہٗ کی چلتی پھرتی تصویر کا نظارہ آپ کے آئینہ جمال میں بے پردہ ہوتا ہے آپ کی ولادت سے تیس سال پیشتر جبکہ شاید آپ کی والدہ ماجدہ بھی پیدا نہ ہوئی ہوں آپ کے مقدس دادا نے آپ کے پیدا ہونے کی بشارت دی تھی آپ سے پیشتر آپ کے ایک اور بھائی پیدا ہوئے ان کا نام عبدالعزیز رکھا گیا مگر وہ تھوڑے ہی دنوں بعد انتقال کر گئے جب آپ بماہ شوال بروز بتاریخ ار ۱۳۱۱ھ ہجری میں پیدا ہوئے حضرت اقدس تاج الفحول قدس سرہٗ بمبئی رونق افروز تھے مکان سے اس مضمون کا خط پہنچا کہ مولوی عبدالقدیر پیدا ہوئے بشارت کا ظہور ہوا محمد ظہور حق تو تاریخی نام تھا ہی مگر جب حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ نے پورا نام عاشق الرسول محمد عبدالقدیر تجویز فرمایا تو اس سے بھی تاریخ ولادت کا اظہار ہوا نہایت ناز و نعم سے پرورش پائی بزرگ بھائی اور مقدس والد کی نگاہوں سے کبھی جدا نہ ہوئے آٹھ برس کی عمر تھی جب حضرت تاج الفحول نے وصال فرمایا سیوم کے روز جبکہ مدرسہ قادریہ میں ہزارہا اشخاص کا مجمع تھا ہر شخص گریہ کناں اور محو اضطراب تھا آپ آیات شریفہ کل نفس ذائقۃ الموت کل من علیہا فان پڑھ پڑھکر لوگوں کی تسلی و تشفی فرماتے تھے۔

اس کے بعد سے حضرت اقدس مولانا صاحب قبلہ مدظلہم العالی کی محبت آمیز آغوش میں تعلیم و تربیت پائی۔ درسیات سے فارغ ہوکر ۱۳۳۱ھ میں جب آپ کو شوائز کا بوس کے دورے پڑنا شروع ہوئے اور تندرستی پر اثر پڑنے لگا حضرت قبلہ مدظلہم الاقدس نے تبدیل آب و ہوا کے خیال سے اور آپ کے معقول و منطق کے شوق کو پیش نظر رکھکر بمقام ٹونک مولانا برکات احمد صاحب کے پاس روانہ فرمادیا وہاں تین ماہ تک کتب معقول کا مطالعہ فرمایا اس کے بعد مولانا

سید عبدالعزیز صاحب سے جو حضرت مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی کی یادگار ہیں بعض کتب معقول اخذ فرمائیں سید صاحب نے نہایت فخر و مباہات کے ساتھ آپ کو تعلیم دی اور چند ماہ بعد ہی اجازت درس عطا فرمائی الحمدللہ کہ آپ آجکل درس و تدریس کی طرف متوجہ ہیں بہت سے طلبہ روزانہ آپ سے سبق پڑھتے ہیں ایک جماعت پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل کا کورس پڑھتی ہے۔ وعظ میں معقولی استدلال کا خاص رنگ ہے۔ ۱۷ رجمادی الاولی ۱۳۳۱ھ کو جو حضرت تاج الفحول قدس سرہ کی تاریخ وصال ہے حضرت مولانا سید شاہ اسمٰعیل حسن صاحب قبلہ مارہروی کی فرمایش سے آپ کو اور مولانا حکیم عبدالماجد صاحب کو اجازت و خلافت حضرت قبلہ مدظلہم الاقدس نے زبانی و تحریری عطا فرمادی ہے آپ کی شادی مولوی غلام شبیر صاحب صدیقی کی دختر سے رجب ۱۳۲۶ھ میں ہوئی علماء کرام و مشایخ عظام اور تمام عمائد و رؤسا شہر و متوسلین شریک شادی تھے خاکسار راقم الحروف نے قصیدہ عروس نظم جس کو مولوی ستار بخش صاحب قادری نے فوراً چھپوا کر تقسیم کرایا پیش کیا دیگر برادران طریقت نے سہرے تحریر کئے۔

۱۴ رجب شب پنجشنبہ ۱۳۳۱ھ کو حضرت صاحبزادہ محمد میاں پیدا ہوئے۔ نیازمند ضیاء نے تاریخی نام شہزادہ دستگیر قادری عرض کیا بروز عقیقہ حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مزار مقدس کے غلاف شریف کا کرتہ ٹوپی خدام کرام آستانہ غریب نواز نے اپنے ہاتھوں سے پہنایا۔ صرف محمد نام رکھا گیا اس کے بعد عبدالہادی کا اضافہ ہوا نام تاریخی کے اعتبار سے پورا نام فضل رب محمد عبدالہادی مقرر ہوا۔ خداوند کریم حضرت صاحبزادہ صاحب کو اپنے اسلاف کا سچا جانشین کرے عزت و عظمت روز افزوں ہوں عمر خضر عطا ہو

آمین

تواریخ وصال

تواریخ عربی۔ از تالیف شریف اعلیٰحضرت تاج الفحول سیدی و مولائی قبلۃ الاولیا شیخ الاسلام فی الہند مولانا شاہ مظہر حق عبد القادر الثانی العثمانی فقیر قادری فقیر نواز

ام التواریخ سنہ ۱۲۸۹ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم القادر المجید الماجد سنہ ۱۲۸۹ھ

اما بعد فقد سافر الی فردوس قطب الاقطاب سنہ ۱۲۸۹ھ

ہو امام الانام شیخ الاسلام سنہ ۱۲۸۹ھ

الا انہ کاشف الحقایق الفروع و الاصول سنہ ۱۲۸۹ھ

ہو واللہ افضل رسول سنہ ۱۲۸۹ھ

وجہہ تجلی فضلہ شاہد سنہ ۱۲۸۹ھ

الملقب بمعین الحق القادری قدس سرہ سنہ ۱۲۸۹ھ

انہ ہو معین الحق و الشرع صدقا و عدلا سنہ ۱۲۸۹ھ

الا ان کراماتہ لا تحصی سنہ ۱۲۸۹ھ

اقر اہل الکمال بوقارہ و جلالہ کانہم عبیدہ وہو من الملوک سنہ ۱۲۸۹ھ

ان مرشدہ و اباہ عین الحق عبد المجید ہو امجد الکاملین سنہ ۱۲۸۹ھ

یسیلو بہا کل حایر وصیح سنہ ۱۲۸۹ھ

ونصلی علی حبیبہ نبینا و سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحابہ الاکابر والاماجد سنہ ۱۲۸۹ھ

و ادخلہ فی جوار کمال عزۃ العزیز الوہاب سنہ ۱۲۸۹ھ

وقطب الدہر بین الخاص و العام سنہ ۱۲۸۹ھ

وہو علی اعداء الرسول الوجیہ الطیب المقبول لسیف اللہ المسلول سنہ ۱۲۸۹ھ

وانہ لفاضل حمید ولی مقبول سنہ ۱۲۸۹ھ

لا یجحد بفضلہ الا حاسد بلید معاند سنہ ۱۲۸۹ھ

وعم لنا وائما ابدا خیرہ و برہ سنہ ۱۲۸۹ھ

ان اللہ ما فطر فی زمانہ لہ مثلا و بدلا سنہ ۱۲۸۹ھ

ووجوہ کمال احوالہ لا تخفی سنہ ۱۲۸۹ھ

وکان حنفیا فی فنون الفقہ و قادریا فی ابواب السلوک سنہ ۱۲۸۹ھ

اظہر الحق بجد وکدہ سنہ ۱۲۸۹ھ

اما تصانیفہ فہی بحار انواع العلوم سنہ ۱۲۸۹ھ

اما مجد نسبہ فکان ابوہ من اولاد سیدنا عثمان رض سنہ ۱۲۸۹ھ

کانت امہ من بنی سیدنا العباس المکرم سنہ ۱۲۸۹ھ

انہ ہو والله اکمل العارفین فی المعارف والحکم سنہ ۱۲۸۹ھ

کم راح الحرمین الشریفین سنہ ۱۲۸۹ھ

وہو قد وصل البغداد سنہ ۱۲۸۹ھ

ہو عابد حیاً وفنی عمرہ فی عبادات المعبود سنہ ۱۲۸۹ھ

رزق حیا فضلاً وطولاً سنہ ۱۲۸۹ھ

فی حد تسع وثمانین سنہ ۱۲۸۹ھ

فات ہو یوم الخمیس سنہ ۱۲۸۹ھ

کیف لا فانہ والله لیس العشوق للرسول علیہ السلام سنہ ۱۲۸۹ھ

لقد کان اخیر قولہ الله الله سنہ ۱۲۸۹ھ

ان قبرہ الاقدس الانور ہو مطلع نور سنہ ۱۲۸۹ھ

وروحہ الاشرف لاطیب لزایرہ یقول سنہ ۱۲۸۹ھ

بفضل الرسول الاوحد سنہ ۱۲۸۹ھ

ان ہم عد مناقبہ لکل الکاتب والمقری سنہ ۱۲۸۹ھ

وعلی ہذا توقف القلم سنہ ۱۲۸۹ھ

المورخ عبد القادر سنہ ۱۲۸۹ھ

الا ان شان الامجد ارفع من مدیح الواصفین ۱۲۸۹ھ

وورث اخلاق سبیل الحق من ابیہ وجدہ سنہ ۱۲۸۹ھ

فیما بین الکتب کالشمس بین النجوم سنہ ۱۲۸۹ھ

وہو ختن حبیب الجلیل الدیان سنہ ۱۲۸۹ھ

وہو عم لحبیب الله الحبیب صلی الله تعالی علیہ وسلم سنہ ۱۲۸۹ھ

وان وصف کمالہ العرف فی بلاد العرب والعجم سنہ ۱۲۸۹ھ

وکم تشرف بسید الکونین سنہ ۱۲۸۹ھ

فقاز منہا لک من جناب محبوب رب الارباب
بجمیع ما اراد سنہ ۱۲۸۹ھ

ان عمرہ المکرم لقد کان ہو سبعا وسبعین حولاً سنہ ۱۲۸۹ھ

وشرفہ رسولہ السعید الحمید المحمود سنہ ۱۲۸۹ھ

بعد الف ومائتین امسی ہو بالله الوکیل من الواصلین سنہ ۱۲۸۹ھ

ودفن فی مرقد فی لیل ہو لجمیع لیالی رئیس سنہ ۱۲۸۹ھ

ومن اجلہ لقدر جاہہ علی جاہ لیالی القدر لدی
نجم الاعلام سنہ ۱۲۸۹ھ

ونور قبرہ طاب ثراہ سنہ ۱۲۸۹ھ

وہو لیکفی کل زایر فی مہمات الامور سنہ ۱۲۸۹ھ

انا فضل الرسول سنہ ۱۲۸۹ھ

قدس سرہ الشریف اللطیف الامجد سنہ ۱۲۸۹ھ

ولا یستطیع بحد وصفہ الواصف المطری سنہ ۱۲۸۹ھ

وبالخیر تم سنہ ۱۲۸۹ھ

نور الله الولی روحہ وقلبہ بالنور الباہر سنہ ۱۲۸۹ھ

ایضاً از تالیف حضرت مولانا صاحب قبلہ

مالی سہرت و فی لیلی اری طولا	والقلب صار بقید الہم مکبولا
فکرت ثرا نلع نعی و دعا	ویلاً لہ صار قلبی منہ مبتولا
الی بلبیت بما لو جاء ذرتہ	فوق بعیر کخیط صار مہزولا
ہیہات قد مات رأس العارفین ومن	فی العلم قد حاز معقولا و منقولاً
یا قلب اصنع دیا لساقی استمع	فی مدح اوصافہ ما شئتما قولا
فضل الرسول ہو الذی قد کان فی	احیاء دین رسول اللہ مشغولاً
والفضل کُلّاً یراہ العاقل الفطن	فی حسب فضل رسول اللہ مفضولا
بالفضل قد عم اہل العصر نعمتہ	فی کل مر کان مشمولا
کم حج بیت الہنا من بینہ	کم زار من للکل کان رسولا
کالبحر فی فیض اہل الحق کان وفی	تبکیت اعدارہ کالسیف مسلولا
اذ ہز سیف المقال فی مقابلتہ	ما عاد الاعاد مقتولا
اللہ ناصرہ فی کل معرکتہ	اعدی الاعادی لدیہ صار مخذولا
کم فاسق غایص فی بحر معصیتہ	قد زارہ فعند اللہ مقبولا
بالزہد قد طلق الدنیا و زخرفہا	کان بالورع والتقوی مقبولا
ارخت عاما توفی قبہ سیدنا	بالزہد قد راح فی خلد لموصولا ۱۲۸۹ھ

از جناب مستطاب مجمع البرکات منبع الحسنات مولانا سید شاہ
ابو الحسین عرف میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

فضل رسول طیب حمید ۱۲۸۹ھ	رضی عنہ اللہ المجید ۱۲۸۹ھ
عاش ہو عابد لربہ و مات و ہو محمود ۱۲۸۹ھ	علیہ رضوان اللہ الودود ۱۲۸۹ھ

دخل جنات النعیم سنہ ۱۲۸۹ھ
ادر اللہ الیہ مغفرتہ سنہ ۱۲۸۹ھ
خلدہ اللہ الیہ بحبوحۃ جنانہ سنہ ۱۲۸۹ھ

لہ لفاز لفوز عظیم سنہ ۱۲۸۹ھ
وجعل بجاہ جنات شرعہ سنہ ۱۲۸۹ھ
وروحہ برضوانہ سنہ ۱۲۸۹ھ

از حضرت اقدس غوثی وغیاثی مرشدی وملجائی امام المسلمین سید العلما تاج الاولیا سلطان مشائخ آفاق مولانا الحاج شاہ غلام پیر محبوب حق عبد المقتدر مطیع الرسول القادری رضی اللہ عنہ

انہ ادخل بجنات وعیون سنہ ۱۲۸۹ھ
فضل الرسول الطیب سنہ ۱۲۸۹ھ
بل جودہ علا فیوض البحار سنہ ۱۲۸۹ھ
نور اللہ قبرہ الکریم بجلال انوارہ سنہ ۱۲۸۹ھ
انہ لفاز فوزاً عظیماً سنہ ۱۲۸۹ھ
حل ہو محل صدق عند ملیک مقتدر سنہ ۱۲۸۹ھ
شرفنی اللہ الوہاب بعنایتہ سنہ ۱۲۸۹ھ

کریم وحید لم یر مثلہ عیون سنہ ۱۲۸۹ھ
ہو فیاض لقد زاد جودہ من الصیب سنہ ۱۲۸۹ھ
ونور ہدایتہ لسیطع فی الاقطار سنہ ۱۲۸۹ھ
وان نزول الانوار لیتوالی علی قرارہ سنہ ۱۲۸۹ھ
فانہ معین الحق واعان دیناً مستقیماً سنہ ۱۲۸۹ھ
انہ للحق والدین ابداً معین وحق منتصر سنہ ۱۲۸۹ھ
وادام اللہ الاحد آثار ہدایتہ سنہ ۱۲۸۹ھ

از جناب مولوی منیر الحق صاحب خلف الرشید جناب مولانا حکیم سراج الحق صاحب

ان شیخ الاسلام واجل الانام سنہ ۱۲۸۹ھ
طاب بالہ بفضل الرسول سنہ ۱۲۸۹ھ
انہ صاحب الفضل العمیم سنہ ۱۲۸۹ھ
انہ ہو معاذ لفقراء سنہ ۱۲۸۹ھ
نعت جلالہ لدی الکل ابین واشہر سنہ ۱۲۸۹ھ
لقد جعل اللہ الواحد بجودہ للحق معیناً وظہیراً سنہ ۱۲۸۹ھ

ادخلہ الالہ العزیز فی دار السلام سنہ ۱۲۸۹ھ
وتشرف حالہ باحسن قبول سنہ ۱۲۸۹ھ
وانہ لصاحب القدر الفخیم سنہ ۱۲۸۹ھ
ومحب للغربار سنہ ۱۲۸۹ھ
ووصف کمالہ ہو اکبر واوضح من ان یسطر سنہ ۱۲۸۹ھ
ووہب لہ اللہ الوہاب خیراً کثیراً سنہ ۱۲۸۹ھ

واد ام اللہ القادر الوہاب انوار حسانہ ۱۲۸۹ھ		رزقنی اللہ الواحد المجید من برکاتہ ۱۲۸۹ھ

از جناب مولانا سید عماد الدین صاحب رفاعی متوطن بندر بمبئی

توفی سیدی فضل الرسول حباہ ربہ حسن القبول لعام وصالہ قل یا عماد اہل بجاہہ فضل الرسول ۱۲۸۹ھ

از جناب مولوی ابرار الحق نذر الرسول صاحب بدایونی

مزین الخلد امام الابرار ۱۲۸۹ھ		قدمات ولی ہو جامع الکمال منبع الانوار ۱۲۸۹ھ
اسکنہ اللہ الحمید المتعال بالولایۃ فی دار السلام ۱۲۸۹ھ		انہ سیدنا و مولانا ملاذ کل الانام ۱۲۸۹ھ
و نور اللہ الصمد قبرہ بانوار جمالہ الاحسن ۱۲۸۹ھ		جواد کمالہ ازید عدّ ابن ان یذکر و یبین ۱۲۸۹ھ

از جناب مولانا محمد حسن صاحب سنبھلی اسرائیلی

نال حظا من فدا فضل الرسول		کان فضل اللہ فی فضل الرسول
واصلاً جهداً الی اوج القبول		ارتقی علما الی اعلے الکمال
اصطفاہ اللہ فی دار الوصول		بعد ما احیی رسوم المصطفیٰ
قد اجاب العم جمہور العقول		غاب عنا بعد تقویم الادور
بعد ما انجار وا باجیاز شمول		رحلۃ قد ثبت فیہا سنتہم
غایۃ الاکمال جا عجب فی الحصول		اذ کمال الجاہ کان الاتصال

قلت فی نفسی لتاریخ الرحیل
حاز اوزاجا ہہ فضل الرسول
۱۲ ھ ۸۹

چند تواریخ فارسی و اردو

از جناب مولانا مرید جیلانی صاحب قادری بدایونی

امام جہاں شاہ فضل رسول	بخلد بریں نزد خلاق رفت
چو خواہی سن رحلت پاک او	بگو رونق دیں ز آفاق رفت
	۸۹ ھ ۱۲

از جناب مولنا محب احمد عبد الرسول صاحب قبلہ بدایونی

قبلۂ اہل طریقت کعبۂ دنیا و دیں	واقف سر حقیقت بادشاہ عارفیں
مرشد ما قطب عالم حضرت فضل رسول	کرد رحلت چوں ز دنیا جانب خلد بریں
سال وصلش آمدہ صرفا ز حروف معجمہ	زبدہ اخیار وقت عمدہ اہل یقیں ز ب خ ی ق ت ک ی ق ی ح ن ۸۹ ۱۲
در حروف غیر منقوطہ فقط ابدل بخواں	اکرم احرار و اورع ناصر دین متین
رازدار سر سرمد بحر ہمت اہل فضل ز ب ت ض ۸۹ ۱۲	شد دو تاریخ از حروف ہر دو قسمش ای فہیں ۸۹ ۱۲
اکرم و سردار اہل دل امام عصر ہم	سال وصلش در حروف غیر منقوطہ ببیں

از جناب حافظ غلام جیلانی صاحب قادری بدایونی

معین الحق آں شاہ فضل رسول	شد از آب کوثر دلش پر سرور
چو شد رحلتش گفت ہاتف بسال	زہے مست جام شراب طہور
	۸۹ ھ ۱۲

از جناب مولوی دلدار علی صاحب مذاق بدایونی

وصل مولی شد مولانا	فضل رسول ان اللہ
گفت مذاق سنین وصالش	بودہ فضل رسول اللہ

دیگر

علم و فضل جناب حضرت فضل رسول
صورت و سیرت میں وہ بیمثل و بی مثال

جامع فضل و ہنر صاحب فخر جلیل
خلق میں وہ بیمثل خلق میں وہ بیمثیل

خلد میں رضوان مذاق دیکھ کے انکا جمال
کہتا ہے سال وصال فضل رسول جمیل
۱۲ ھ ۸۹

از جناب مولوی محمد عظیم اللہ خانصاحب بدایونی متخلص بمسکین

علامہ دین فضل رسول آن شہ والا
از رحلت خود سرور دین بے سروپا کرد

گشتند ازین دار فنا چوں ارم آرا
فضل و کرم و لطف و خرد علم و ہنر را
۹۱۰ ۲۶۰ ۱۱۹ ۸۰۲ ۱۱۴ سنہ ۲۵۸

از جناب مولوی محمد انوار حسین صاحب سہسوانی متخلص تسلیم

فضل رسول اکرم مقبول رب عزت
در خلد چوں قدم زد آں پیشوائے امت

دریای علم و تقوی سرور دین و ملت
بر طرز نور رقم زد تسلیم سال رحلت

شد جادہ از خفقت ہم حال از ظلمت ۱۲۸۹ھ
۷۱۹ ۳۹ ۱۱۵
از فیض شد ملتزمی ہم وصف اکرم امت ۱۲۸۹ھ
۷۷۱ ۱۷۶ ۹۶ ۸۹۰

از جناب سید فیاض علی صاحب ساکن گلاوٹھی مرحوم فیاضی تخلص

عالم دیں جناب فضل رسول
سال وصلش نوشت فیاضی

بود از اہل کشف و اہل یقیں
قطب اقطاب شیخ کامل دیں
۱۲ ھ ۸۹

از جناب شیخ محمد صادق علی صاحب گڈم مکلیسر مدیح تخلص زید مجدہم

یکتائے عصر فضل رسول آن شہ زماں

از جان گذشت و رخت سفر بست زیں جہاں

مداح سال وصل بطرز دعا نوشت	با احمد نبی خدا باد حشر آں
	۱۲ ھ ۸۹

از جناب مولانا عبد السلام صاحب سنبھلی

معدن فضل الٰہی حضرت فضل رسول	پیشوائے اہل عرفاں سرور اہل قبول
واقف اسرار شرع و کاشف دستار دیں	ماہر کامل بہر فن از فروعش تا اصول
سطوت تقریر او بگداخت جان منکراں	ہیبت تحریر او انداخت در کنج خمول
جامع علم و ولایت دافع اشرار جہل	قامع بنیاد کفر و رافع اوج قبول
رفت از دنیا و دنیا از غم او تیرہ شد	گرد روشن منزل اول با نوار نزول
اینچناں را سنگ ماتم بر جبین جماعت	آنچناں را گوہر مقصود در دست حصول

خواستم تاریخ وصل وی نویسم ناگہاں
شد بمن الہام از روحش انا فضل الرسول

از جناب مولانا عبد الرحیم صاحب رزاقی متوطن دریاباد ردولی شریف

آہ گذرے مولوی فضل رسول	سیر جنت کی انھیں آئی پسند
ہے یہ مصرعہ سال تاریخ وفات	یافت در قصر جناں جائے بلند
	۱۲ ھ ۸۹

از جناب مولانا سید شمس الضحیٰ صاحب بخاری حیدرآبادی

چوں جناب شاہ دیں فضل رسول	پشت دنیا را شب آدینہ داد
جملہ عالم یک بیک از رحلتش	تیرہ و تاریک و در چشم فتاد

گفت ہاتف سال وصل آں جناب
گل شدہ وی شمع عرفاں حیف باد
۱۲ ھ ۸۹

از جناب مولانا علی احمد خانصاحب اسیر مدظلہم بدایونی

رباعی در صنعت اظہار المضمر مشتمل بر سہ تاریخ کہ از مصرعہ اول بتخرجہ دہ عدد کہ لحد عقول است نزد حکما تاریخ پیدا است
وہم بصنعت توشیح از سر ہر چہار مصرعہ رباعی ہم پیدا و نیز از مصرعہ چہارم بتخرجہ مذکورہ رباعی از لفظ بگذشت رونما است

زحد عقل رنج و غم گذشتہ

غبب دار لقا از جہاں سر بر گشت ۱۲۹۹ / ۱۰ / ۱۲۸۹ زریاض داغ و بدل حیف نور دیدہ گذشت

فراگذشتہ بعقلم خیال سال اسیر ۱۱۴ طبیب من بغمم جست و گفتہ کہ بگذشت ۱۲۲۲ / ۱۳ / ۲۰ / ۱۲۸۹

ایضاً قصیدہ منقبت

بہار باغ جناں نو بہار فضل رسول ۔۔۔ گل ریاض علےٰ گلعذار فضل رسول

چراغ بزم حقیقت ضیائے نور یقین ۔۔۔ تجلی رخ شمع مزار فضل رسول

بہار آئینہ حسن کعبہ و بغداد ۔۔۔ نقاب بار دے عروس مزار فضل رسول

بیاض صبح تجلی دیدۂ خورشید ۔۔۔ سواد سرمہ غبار مزار فضل رسول

شمیم گیسوئے شام وصال شاہد قدس ۔۔۔ نسیم صبح بہار مزار فضل رسول

سواد خال لب شاہدان حسن قبول ۔۔۔ خیال بوسہ سنگ مزار فضل رسول

سحاب عین حق و دائرہ امن برکات ۔۔۔ غلاف کعبہ دلے مزار فضل رسول

گل سرسبد مہر و ماہ و غنچۂ نور ۔۔۔ کلاہ قبہ قصر مزار فضل رسول

نشان رفعت قصر مبارک بغداد ۔۔۔ لوائے شاہی بام مزار فضل رسول

حباب آب بقا میر و حش بزم حضور ۔۔۔ نجوم نور فیوض مزار فضل رسول

قمر گہر دو انجم گل و شگوفہ ہزار ۔۔۔ متاع نقد دل و جان نثار فضل رسول

حساب حصر گہر ہائے سلک لا احصی ۔۔۔ شمار سبحہ عز و وقار فضل رسول

بچہرہ رنگ اجابت بفرق تاج وقار ۔۔۔ بدیدہ کحل جواہر غبار فضل رسول

نہ کیوں ہو دور مے جام ساقی کوثر ۔۔۔ ہے آج بزم میں [illegible] فضل رسول

سمیٔ حضرت محبوب پاک سبحانی ۔۔۔ وصی و وارث والا تبار فضل رسول

دعا کو ہاتھ اٹھاؤ در قبول کھلا ۔۔۔ اٹھا دہ پردۂ نور مزار فضل رسول

الٰہی دونوں جہاں میں ہمیشہ پھولے پھلے ۔۔۔ ہر ایک گلبن باغ و بہار فضل رسول

غم و الم کے سلاسل سے جلد ہو آزاد ۔۔۔ اسیر سلسلہ تا بدار فضل رسول

۵ اس قصیدے کے موجد حضرت جامی علیہ الرحمۃ ہیں دیباچہ میں قانی لکھنوی کے بعد یہ رباعی نقش ثانی سے ہے بحضرت تاریخ وصال ... مطبوعہ بدایوں میں ہیں۔

از جناب حافظ ذاکر احمد حکیم مجاہد الدین صاحب متولی بنیونی مرحوم

قطب کونین شاہ فضل رسول را از مے وصل حق تعالیٰ مست شد چو واصل برب بگو ذاکر در ازل بود مست جام الست

۸۹ ۵ ۱۲

صحتنامہ اکمل التاریخ جلد دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱	اور	
۴	۱۱	چہرہ تفکرات	چہرہ کا رنگ تفکرات
۵	۶	خوب	جب
"	۹	سے	۰
"	۱۸	نغمہائے	نغمائے
۹	۱۹	جب	۰
۱۲	۵	ازفنا فی الشیخ تا یہ مدہوش	بادہ الفقر فخری کے نشہ میں مست و مدہوش فنا فی الشیخ کی منزل کو میخانہ عشق سمجھکر محو طواف ہیں
۱۵	۲۰	بہ	یہ
۱۷	۱۲	اوستاد	استاد
۱۸	۱۰	رنگ لایا	بیدار ہوا
"	۱۴	قبول دیا	قبول کیا
"	۲۲	بعد	بعد ثواب
۲۲	۱۹	حرف	۰
۲۴	۲۰	بالمکلطہ	بالحکلطہ
۲۹	۳	جب	آپ
"	۷	دوسر	دوسرا
۳۲	۵	آلتش	آتش

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۴	۳	دانشمند	دانشمند صدیقی عبدالرحمانی کی طبیعت
"	۴	کسی پشتو سے دانشمند کہا جاتا ہے	دانشمند پشت ہا پشت سے خطاب دانشمند سے متصف ہے
۳۸	۲۱	مجھسے	مجھے
۴۱	۲۳	ہوئے	ہوا
۴۴	۳	وہیں	آپنے وہیں
۴۷	۶	عرصہ	غصہ
۵۱	۱۱	اور	ادھر
۵۲	۱	کو	۰
۵۳	۱۲	دوافتادگان	دورافتادگان
"	۱۳	نے	کے
۵۵	۱۸	لو	اگر
۵۶	۱۵	سکس	سکین
۵۷	۵	والاا قدس	والاقدس
۶۲	۳	نے	سے
۶۳	۶	جمال	جمال الدین
"	۱۸	والدہ سے	والدہ نے
"	۲۱	خدمت بسر	خدمت میں بسر
۶۴	۱۴	عورت نے	عورت سے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۵	۳	محنت	محبت
"	۸	یہانتک	یہانتک کہ
"	۱۵	رحمتوں سے	رحمتوں نے
۶۷	۱۷	منہ	مُنہ
۷۰	۲	شلوک	سلوک
۷۱	۱	کھروں	گھروں
"	۱۷	رہتے	رہتے ہیں
۷۲	۱	اسی طرح	اس طرح
۷۴	۸	طریقہ	یہ طریقہ
۷۵	۸	صاحب	صاحبہ
"	۱۱	اُن کے	اونمیں
۷۷	۵	انکے	آپکے
۷۹	۱	کرتا	کہتا
"	۳	ہوئی	ہوتی
۸۰	۱۶	کرتے	حاصل کرتے
۸۱	۱۳	چاودن	چار دن
۸۲	۱۱	اپنی	آپنے اپنی
"	۱۷	دختر ہوئی	دختر پیدا ہوئی
"	۲۰	انکے	آپکے
۸۴	۱۰	سنہ میں	۲۹ رمضان ۱۳۴۴ھ میں
۸۶	۸	بتحریک	بصرف وتحریک
۸۶	۱۴	قرب	قریب
۸۸	۲۲	۵۹۰ھ	۶۹۰ھ
۹۰	۵	یہ زمیندار صاحب	زمیندار صاحب نے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۴	۱۱	کہکر	کہکر کہ
"	۱۴	لیکن	
۹۴	۱۹	امثال	اشغال
"	۲۲	نصیحت	نعمت
۹۶	۱۸	ہوئے	ہوگی
۹۹	۱۹	صاحبان	خاصان
۱۰۰	۱۳	دعاؤں کو	دعاؤں کا
۱۰۲	۲۰	پانی بھر گیا	پانی پھر گیا
۱۰۷	۹	گردشش	گردش
۱۱۳	۷	صاحب نے نام سے یاد ہوئے	صاحب کے نام سے یاد کیے
۱۱۵	۹	وجامت	وجاہت
۱۱۶	۱۵	مدرسہ قادریہ زیر	مدرسہ قادریہ میں زیر
۱۳۷	۴	ترشیح زیر	ترشیح ریز
۱۳۹	۵	مخلقف	مختلف
۱۴۰	۱۳	زبارک	مبارک
۱۴۱	۱۵	یا اس سے قبل	حالت بادپیمائی و اعتکاف میں
"	۱۶	گے	لئے
"	۲۰	اجزار	اجزا
۱۴۲	۱	ہے	
"	۲	مشتخدشہ	مستخدشہ
"	۳	حدیث کے انیاد	جدیدہ کی بنیاد
"	۴	سرہا	سراہا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۲	۱۸	المتفرع	[illegible]	[illegible]	۱۵	امانت بدعت	اماتت بدعت
۱۴۵	۱۴	براہ	برراہ	〃	۱۶	باقیات مہالطات	باقیات صالحات
۱۴۸	۱	منتقد	منتقد	〃	۱۸	مذاہنت	مداہنت
〃	۱۷	برھ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	سبطین تبرترین	سبطین نیرین
۱۴۹	۱۷	تبشیت	[illegible]	[illegible]	[illegible]	سب ونیرا ولاتہام	سب وتبرا اور اتہام و
۱۵۶	۳	ما	اما	[illegible]	[illegible]	وافترا سازی	افترا سازی
۱۵۷	۱۱	منتدین	مستدنین	۱۹۹	۱۲	جزیہ	جذبہ
〃	۱۲	الہدا	الہدایہ	〃	۲۱	اکرچہ	اگرچہ
۱۵۹	۸	منتسور	منثور	۲۰۰	۱۸	اسم	اسم اعظم
۱۶۲	۷	قفنیہ	قضیہ	۲۰۱	۱	حاصاں	خاصان
〃	۱۱	مقبرہ	مقبرہ	۲۰۴	۶	مصیبت ہیں تھا	معیت میں تھا
۶۳	۱۷	میکوند	میگوید	〃	۱۰	پاس	پائیں
۱۶۹	۲۱	عظمیہ	عظیمہ	〃	۱۳	نتیجہ وقال	نتیجہ و مآل
۱۷۰	۵	اوشش	اونشش	۲۰۶	۵	بناپیج	بناریج
۱۷۳	۱۶	رلالت	ضلالت	۲۰۷	۱۰	یہ ہی	یہ بھی
۱۷۷	۱۴	نبفات	نفحات	〃	۱۱	سلامت	سلاست
۱۷۸	۱۱	اورشتراطہ	واشتراطہ	۲۰۸	۸	توحید	توحیدؔ
۱۷۹	۹	واد	داد	〃	۱۰	بہار	جہاز
〃	۲۳	آثا	آثار	〃	۲۱	یادداشت	یادداشت سے کام نہ لو
۱۸۴	۱۳	خمسہ	ہفتہ	〃	۲۳	صیحمہ	ضمیمہ
۱۸۷	۱۸	مفسبان	مقتبسان	۲۱۳	۲۳	مصائب	مصائب
۱۸۹	۷	لز	از	۲۱۴	۲۱	اکرچہ	اگرچہ
〃	〃	دربوارین	درواریں	〃	۲۲	سائل	سلاسل
۱۹۰	۲۱	بدرک	بترک	۲۱۹	۹	طلبہ ہیں	طلبہ میں
۱۹۵	۱۱	عقاید	عقاید	۲۲۰	۳	سر مصطفیٰ	پیر مصطفیٰ
〃	۱۹	[illegible]	فرمنہ	۲۲۱	۱۱	سہرورد	سہروردی
۱۹۶	۱۷	امہات المومنین	امہات الامہ	۲۲۳	۳	نذر پیش کی	تبرک عطا کیا ۹
〃	۲۰	[illegible]	سلوک	۲۲۶	۱۶	پیر ملہم	میر کلھم
[illegible]	[illegible]	[illegible]	محو اشک	〃	۲۰	نیشاپوری نے	نیشاپوری سے

حادثہ جانکاہ

ابھی اکمل التاریخ نے مطبع سے مکمل ہو کر شرف اشاعت نہ پایا تھا کہ مجلس روزگار میں انقلاب عظیم واقع ہوا مسلمانوں کی قسمت نے پلٹا کھایا میخانۂ بغداد میں بے رونقی رونما ہوئی دربار چشت کی ساری سج دھج تہ و بالا ہوئی یعنی اعلیحضرت امام المسلمین محی الملت والدین تاج الاولیا سراج الاصفیا سید العلما سند الاتقیا سراپا شان رحمت و دود سلطان مشایخ آفاق سیدی و مولائی غوثی و غیاثی حضرت مولانا شاہ غلام پیر مطیع الرسول محبوب حق محمد عبد المقتدر القادری العثمانی البدایونی رضی اللہ تعالی عنہ نے بروز شنبہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ بوقت فجر بحالت نماز عین سجدہ میں تفسیر واسجد واقترب کو عملی طور پر پورا کیا اور اپنے رب سے قرب حقیقی حاصل فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضور اقدس رضؓ کے وصال سے جو صدمۂ عظیم اہل اسلام کو پہنچا اُس کا اظہار دشوار ہے صدہا خطوط اطراف و جوانب ہند سے تعزیت کے چلے آرہے ہیں۔ اس رنج و الم میں اگرچہ دل بالکل اختیار سے باہر ہے اور طبیعت بالکل پژمردہ ہو چکی ہے لیکن ہم نے کچھ اپنے تقاضائے جوش عقیدت اور کچھ اپنے برادران طریقت کے اصرار سے حضور اقدس رضؓ کی سوانح عمری لکھنا شروع کر دی ہے جو عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائقین کے پیش نظر ہو گی۔ انشاء اللہ تعالے۔

آخر میں ناظرین سے باادب گذارش ہے کہ اکمل التاریخ میں قطع نظر کتابت کی غلطیوں کے جو لغزش یا سہو راقم الحروف سے ظہور پذیر ہوا ہو اُس کو بنظر ترحم معاف فرمائیں گے العفو عند کرام الناس مقبول۔

نیازمند

بیکس بے ریا محمد یعقوب ضیا قادری بدایونی عفی عنہ